اک تیری چاہت

تحریر: فاطمہ احمد

"میری بیٹی احد کی بے وفائی پر مر رہی ہے۔ حمزہ تم ہی ہوں جو اس وقت میری مرتی بیٹی کو واپس زندگی کی طرف لا سکتے ہو۔ یہ بوڑھی ماں تم سے التجاء کر رہی ہے خدارا میری بیٹی کو بچا لو۔" جل تھل غمگیں آنکھوں والی ادھیڑ عمر شرمین بیگم نے مقابل کھڑے نوجوان سے ارداس کی تھی۔

حمزہ کو خاموش دیکھ وہ بیڈ سے اٹھ کر اس گھبرو نوجوان کے سامنے ہاتھ باندھتے بولی تھی۔

"حمزہ جب تم میرے پاس آئے تھے۔ تب تم صرف پانچ سال کے تھے۔ تب سے اب تک میں نے تمہیں اپنی سگی اولاد سے زیادہ پیار کیا ہے۔ تمہیں پڑھایا ہے، لکھایا ہے، کبھی تم سے حساب نہیں مانگا۔ اپنی سسرال کے خلاف جا کر تمہیں ہر چیز دی ہے۔ تو کیا ان احسانوں کے بدلہ میں تم میری بیٹی کو ذلت سے نہیں بچا سکتے؟" اس شرمین بیگم کی آواز شدت غم سے پھٹ رہی تھی۔

شرمین بیگم کے ہاتھ جوڑنے پر حمزہ تڑپ کر بولا تھا۔

"خالہ جان ایسی باتیں مت کریں۔ آپ کے لیے تو اس حمزہ کی جان بھی قربان ہے۔ لیکن مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ آئزل تو واحد کی منکوحہ ہے۔ پھر کونسی بے وفائی کی بات کر رہی ہیں آپ؟ اور میں کیسے مدد کر سکتا ہوں۔ کون سی ذلت کی بات کر رہی ہیں؟" لہجے میں الجھن ہی الجھن تھی۔

احد۔۔۔"شرمین بیگم نام لیتے تڑپی تھی "آئزل احد کے بچے کی ماں بننے " والی ہے۔"شرمین بیگم کی بات پر چند لمحے کمرہ میں سناٹا چھایا تھا۔

احد یہ بچہ نہیں چاہتا۔وہ تو سرے سے یہ شادی ہی نہیں چاہتا تھا۔نکاح بھی دادا" حضور کے مجبور کرنے پر کیا تھا۔نکاح کی رات کچھ ہفتے پہلے جب ہم تمہاری منگنی کرنے گئے تھے۔تب احد غصہ میں ہمارے پورشن میں آیا تھا۔مگر تمہاری رسم کی خوشی میں میں نے اگنور کر دیا۔اس رات احد آئزل کے پاس ہی تھا۔اس نے غصہ میں میری بیٹی کے ساتھ زبردستی۔۔۔۔اگلی صبح جب آئزل نے روتے روتے مجھے بتایا تو میں نے بات وہی دبادی۔کیونکہ آخر وہ آئزل کا شوہر تھا۔ مگر پرسوں صبح جب تم میٹنگ کے سلسلے میں اسلام آباد گئے ہوئے تھے۔تب احد کو اپنے پورشن میں بلا کر آئزل کی ماں بننے کی خبر دے کرر خصتی کا کہا تو اس بے ادب نے تمہارے خالو کا لحاظ کیے بغیر کہا کہ اسے ابھی شادی ہی نہیں کرنی تھی تو اولاد تو بہت دور کی بات ہے۔۔۔۔اس نے کہا کہ یا تو یہ بچہ ابورٹ کر دو یا اگر اس نے یہ بچہ رکھا تو آئزل کو طلاق دے دے گا۔تمہارے خالو غصہ میں

آ گئے اکلوتی بیٹی کی تکلیف میں انہوں نے احد پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ احد نے غصہ میں آ کر آئزل کو طلاق دے دی ہے۔

میری بیٹی تب سے شدید بخار میں تڑپ رہی ہے۔۔۔ خود وہ ناہنجار نجانے کہاں غائب ہو گیا تمہارے خالو صبح سے اس کی تلاش میں ہیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے صرف اتنی خبر ملی ہے کہ وہ ملک چھوڑ گیا ہے۔

مگر کہاں؟ یہ فلحال ہم لوگ نہیں جانتے۔۔۔ اور یہ ساری بات گھر میں تمہارے خالو اور میرے بعد اب صرف تم ہو جو جانتا ہے۔۔۔ باقی کسی کو نہیں پتہ۔۔۔

اب اگر اس شادی والے گھر میں سب کو اس کی پریگننسی کی خبر پھیلی تو سب غلط ہی سمجھیں گے کہ یقیناً یہ بچہ احد کا نہیں ہے۔ تبھی وہ چھوڑ کر چلا گیا۔ لوگ سو سو باتیں کریں گے۔۔۔ میری بیٹی کا کردار میلا کیا جائے گا۔" یہ کہتے ہی شرمین بیگم پھک پھک رو دی تھی۔

حمزہ کی آنکھیں بھی ضبط سے سرخ پڑ رہی تھی۔ حمزہ نے شرمین بیگم کا سر اپنے کندھے سے لگایا تھا۔

"تم جانتے ہو میری بیٹی احد سے بچپن سے محبت کرتی ہے۔ تین دن سے وہ تڑپ رہی ہے۔۔۔ وہ مر جائے گی حمزہ بچالو اسے وہ صرف تمہاری بات مانتی ہے حمزہ ایک تم ہو جو اسے سمجھا کر زندگی کی طرف لا سکتے ہو۔ خدارا میری اکلوتی بیٹی کو بچالو۔"

"آپ اب کیا چاہتی ہے۔ آپ مجھے بتائیں خالہ میں وہ سب کرنے کو تیار ہوں؟"" حمزہ نے شرمین بیگم کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا تھا۔

"تم اسے یہاں سے لے کر کہی چلے جاؤ۔ کوئی بھی بہانہ کرو۔ چاہے کچھ بھی کرو۔ بس کچھ دنوں کے لیے اس ماحول سے دور لے جاؤ۔ جب تک احد مل نہیں جاتا خواہ اس بچہ کے آجانے تک تم واپس نہ آنا۔

تمہارے خالو اور میرا خیال ہے کہ احد کو ڈھونڈ کر ہم اس سے معافی مانگ لیں گے اور رجوع کر کے فوراً ہی آئزل کی رخصتی کر دیں گے۔ مگر احد کے ملنے تک آئزل منظر سے غائب رہے تو ہی بہتر ہے۔
پھر میں خود تمہیں واپس بلا لوں گی اور ان کی رخصتی کروا دوں گی۔ بس تم میری بیٹی کو ذلت سے بچا لوں۔" شرمین بیگم سیدھی ہوتی بے قراری سے بولی تھی۔

شرمین بیگم کی خود غرضی پر حمزہ تو کچھ نہ بول سکا۔ مگر اچانک دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتی لڑکی تڑپ اٹھی تھی۔

"کتنی خود غرض بن رہی ہیں آپ تائی جان! یہ جانتے بوجھتے بھی کہ دو دن بعد میری اور حمزہ کی شادی ہے۔ آپ حمزہ کو یہاں سے بھیج رہی ہیں۔ آپ کو اپنی بیٹی کی محبت نظر آ رہی ہے۔ محبت میں اس کا خسارا نظر آ رہا ہے۔۔۔۔۔ مگر ہمارا کیا؟ ہم دونوں بھی تو ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ پہلے ہی بڑی مشکل سے گھر والے اس شادی پر مانیں ہیں اور ایسے میں آپ کو اپنی بیٹی کی پڑی ہے۔"

اس لڑکی کو دیکھ شرمین بیگم کا چہرہ فق ہوا تھا۔ تیزی سے انہوں نے دروازہ بند کیا تھا۔ پھر پھرتی سے لڑکی کے قریب آتے بولی تھی۔

"رومان میری جان آہستہ! شادی والے گھر میں اگر یہ بات پھیلی تو آئزل تباہ ہو جائے۔ پلیز میری بات مان جاو۔ وعدہ میں احد کے مل جانے کے بعد تم دونوں کی شادی ضرور کرواؤ گی۔ لیکن ابھی پلیز میری بچی کو بچالو۔" شرمین بیگم منت پر اتری تھی۔

" اتنی خود غرض مت بنئں تائی جان۔ حمزہ اچانک شادی سے غائب ہو گا۔۔۔ تو آپ کا کیا خیال ہے یہ لوگ مجھ پر اور میرے ماں باپ پر باتیں نہیں کریں گے؟ پھر اگر چند ماہ بعد حمزہ واپس آکر شادی کے لیے کہے گا تو آپ کا خیال ہے کہ دادا حضور جو پہلے ہی مشکل سے مانیں ہیں۔ کیا وہ چپ کر کے شادی کروا دیں گے۔ اتنی ظالم تو نا بنیں چچی جان۔۔۔ آخر میرا نہیں تو حمزہ کا سوچیں۔ وہ آپ کی اکلوتی بہن کی آخری نشانی ہے۔" وہ لڑکی چیخی تھی۔

روماں تم خالہ جان سے ایسے بات نہیں کر سکتی۔۔"حمزہ نم آنکھیں صاف "
کرتا بولا تھا۔"روماں خالہ جان کے مجھ پر بہت سے احسان ہیں۔میں احسان
فراموش نہیں ہوں۔میں تمہیں پسند ضرور کرتا ہوں۔مگر میں اپنی خالہ،اپنی
اماں جانی سے بھی بہت محبت کرتا ہوں۔ان کی محبت کے آگے میرے لیے کچھ
نہیں ہے۔آج تو بات ان کی عزت کی ہے۔
مجھے چھوڑنے کے بعد کچھ دن لوگ باتیں ضرور کریں گے مگر ایک امیر باپ کی
بیٹی ہونے کی وجہ سے جلد ہی وہ سب یہ بھول جائیں گے اور تمہیں مجھ جیسے کنگلے
اور لاوارث شخص کی نسبت ایک اچھا رشتہ ملے گا اور میں تمہاری پسند ہوں
روماں پسند وقت کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔سو تم بھی مجھے بھول جاؤ گی لیکن اگر
ان سب میں آئزل کی عزت اچھلی تو شاید وہ کبھی واپس نہ آسکے۔اس لیے آئم
سوری روماں میں یہ شادی نہیں کر سکتا۔"حمزہ کا چہرہ آخر تک سپاٹ لہجے ہو چکا
تھا۔

خالہ جان آپ اس کا سامان پیک کریں۔ ہم رات میں یہاں سے نکل جائیں " گے۔" حمزہ شرمین بیگم کو کہنے کے بعد ششدر کھڑی رومان کے ہاتھوں کو شرمندگی سے دیکھتے بولا تھا۔

اگر تم نے کسی بھی لمحہ مجھ دل سے چاہا ہو تو رومان تمہیں اس لمحے کا واسطہ " آئزل کی پریگننسی کی بات کو راز ہی رکھنا"۔ حمزہ یہ کہتے ہی وہاں سے نکل گیا تھا۔

@@@@@@

تم ڈائین ہو ڈائین آئزل بچپن سے آج تک ہر وہ چیز جو مجھے چاہیے ہوتی تھی وہ " تمہیں ملی۔ چاہیے وہ کوئی اچھی ڈول ہو یا پھر دادا حضور کا پیار سب کچھ تمہیں ملا۔ دادا حضور کا بس نہیں چلتا کہ تمہیں اپنے دل نکال کر دے دیتے حالانکہ ہم باقی کزن بھی تو ہیں۔ انہیں کبھی ہم سے تو اتنی محبت نہ ہوئی۔۔

ان کی محبت دیکھو کے اپنا سب سے خوبرو پوتا احد کمال تمہاری قسمت میں لکھا کیونکہ تمہیں ان سے محبت تھی۔ مگر افسوس کہ اس دفعہ وہ تمہارے نصیب نہ لا سکے اور وہ کمبخت تمہیں تو چھوڑ کر گیا ہی ساتھ میں میرے خسارے بھی لکھ گیا۔ "روماں بیڈ پر بے سدھ پڑی آئزل کو دیکھ کر چیخی تھی۔

"اللہ کرے تم مر جاؤ منحوس لڑکی! میری زندگی میں گرہن ہو تم خدا کرے تم بچے کی پیدائش پر مر جاو۔ تمہیں کبھی تمہاری محبت ن۔۔۔۔ "اس سے پہلے کہ روماں روتے روتے مزید بد عائیں دیتی حمزہ تڑپ کر بولا تھا۔

"خدارا اسے بد عائیں مت دو روماں وہ بہت معصوم ہے۔اس نے کچھ بھی جان بوجھ کر نہیں کیا۔اگر تمہیں کسی کے لیے بد عائیں کرنی ہے تو وہ میرے لیے کرو۔ مجھے برا بھلا کہو کیونکہ تمہارا گناہگار میں ہوں "حمزہ کی آنکھیں سرخ انار ہو رہی تھی۔

واہ حمزہ مصطفیٰ واہ !"رومان نے تمسخر سے تالی ماری تھی۔"آخر تمہارا اصلی چہرہ" بھی میں نے دیکھ لیا۔ شادی مجھ سے کرنے چلے تھے اور آنکھیں کسی کی محبت میں سرخ کیے بیٹھے ہو۔۔۔۔واہ واہ۔۔۔"رومان غصہ اور نفرت سے بولی تھی۔

سوچ سمجھ کر بولو رومان"حمزہ کا ہاتھ غصہ سے اٹھا تھا۔ جس وہ راہ میں ہی روک" گیا تھا۔

آنسوں صاف کرتے رومان تلخی سے بولی تھی۔

رک کیوں گئے ہو حمزہ مصطفیٰ ! مارو مارو مجھے۔۔۔ہاں اب چپ کیوں ہو؟ کیا " یہ سچ نہیں ہے کہ آج تک تم نے آئزل کو سب سے الگ طریقے سے ٹریٹ کیا؟ ہم سب لڑکیاں تمہارے ارد گرد تھی مگر تم صرف آئزل کو اہمیت دیتے تھے۔ کیوں؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ آئزل نے اگر رات کو دن کہہ دیا تو حمزہ مصطفیٰ کے لیے وہ رات دن ہی بن جاتی تھی۔ وہ اگر آگ کو پانی کہہ دیتی تو تم اسے پانی سمجھتے

اسے ہاتھ پر رکھ لیتے۔" رومان یہ کہتے تمسخر سے ہنسی تھی۔ نجانے کس کا مذاق اڑایا تھا۔ اپنا یا حمزہ کا۔۔۔

اور دیکھو حمزہ ہم سب عقل کے اندھے تمہاری اس محبت کو سمجھ ہی نا سکے۔ ہم جان ہی نا سکے کہ حمزہ مصطفیٰ آئزل کمال سے عشق کرتا ہے۔" رومان کی بات پر حمزہ کا چہرہ فق ہوا تھا۔

ہاہاہا کیا ہوا؟ مکر واب مکرو میری بات سے۔۔۔۔ نہیں اتنے گٹس کہاں تم" میں ؟؟؟ حمزہ مصطفیٰ شکر ہے تم جیسے دوغلے سے میری شادی سے پہلے ہی جان چھوٹ گئی۔ دفعہ ہو جاؤ اب اس کو لے کر یہاں سے اور یہ جان لو کہ آئزل کی تباہی کی زمہ دار میری بدعائیں نہیں ہونگی بلکہ تمہاری محبت ہو گی۔ ہاں تمہاری چاہت کھا گئی اس کو اور اسکی خوشیوں کا گرہن ہو تم آئزل کی زندگی کا حمزہ مصطفیٰ تمہارا سایہ اسے کبھی خوش نہیں رہنے دے گا۔" نفرت سے کہتی رومان اپنے آنسوئں صاف کرتے وہاں سے چلی گئی تھی۔

حمزہ اپنے بال پکڑتے گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھتا نفی میں سر ہلاتے کرب سے بڑ بڑایا تھا۔

"نہیں میری محبت گرہن نہیں ہے اللہ جی! آپ تو جانتے ہیں کہ جس دن یہ احد کی بیوی بنی تھی۔ اسی دن میں نے اپنی محبت کو دفنا دیا تھا۔ میں نے خود کو دور کر لیا تھا اس سے آپ جانتے ہیں میں سچے دل سے رومان کی طرف بڑھا تھا۔ اللہ میری محبت عذاب نہیں ہے۔ نہیں ہے۔" اس خوبرو شہزادہ کی آنکھوں سے کرب سے آنسوں بہہ رہے تھے۔ تکلیف اس کے ہر حصہ سے عیاں تھی۔

"نہیں میں ایسا کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ میں احد کو واپس ضرور لاؤں گا۔ میں آئزل اور احد کو ملا کر رہوں گا۔ یہ بچہ اپنے والدین کی شفقت میں آنکھ کھولے گا۔ میں میرا منحوس سایہ آئزل کو کبھی نہیں لگنے دوں گا۔" ایک عزم لیا حمزہ وہاں سے اٹھا تھا۔

اور پھر چند لمحے بعد وقتی طور پر آئزل کو لیے فاروقی مینشن سے دور ہوتا گیا تھا۔

@@@@@@

حمزہ کہاں ہے منجلی بہو؟"اجمل صاحب کے پورشن کی دیواریں دادا حضور کی" گرج دار آوازوں سے گونجی تھیں۔

فیصل آباد شہر کے جانے مانے اور مشہور کاروباری عدنان فاروقی اپنے تین بیٹوں کے ساتھ فاروقی مینشن میں مکین تھے۔ باہر سے دیکھنے پر اپنے مالک کے اعلیٰ ذوق وحیثیت کا منہ بولتی مثال فاروقی مینشن تین پورشن پر مشتمل تھا۔ یہ پورشن بظاہر الگ الگ تھے مگر تینوں کے لان جڑے ہوئے تھے۔

عدنان فاروقی کے بڑے بیٹے ابرار فاروقی اور ان کی بیوی مہک کے دو بیٹے تھے احد اور سائم اور ایک بیٹی حیا تھی۔

کمال فاروقی اور ان کی بیوی شرمین بیگم کی صرف ایک بیٹی تھی آئزل

اجمل فاروقی اور ان کی بیگم سیرت کے تین بچے تھے۔ رومان، دائم اور مریم

اس وقت سب لوگ اجمل فاروقی کے مینشن میں موجود تھے۔ جہاں کسی فرد کی جرت نہ تھی کہ وہ اٹھ کر اس عدالت سے باہر جاتا، جہاں کٹھرے میں شرمین بیگم کھڑی تھیں۔

دد۔۔۔ دادا حضور مجھے معلوم نہیں" شرمین بیگم کی آنکھیں اپنے ہی جھوٹ" کے بوجھ سے جھکیں تھی۔

کیا مطلب ہے تمہیں نہیں معلوم؟ وہ نامراد جس کا رشتہ تم میری بیٹی کے لیے" لائی تھی۔ آج وہ اسے دنیا کے سامنے مذاق بنا کر چلا گیا ہے اور تم لاعلمی ظاہر کر رہی ہو" سیرت بیگم غم سے نڈھال بولی تھی۔

چھوٹی بہو حد ادب ! ابھی اس عدالت کی سر براہی کے لیے میں موجود ہوں۔" یقین رکھو تمہیں انصاف ضرور ملے گا۔اس لیے خاموش ہو جاؤ" دادا حضور نے سختی سے اجمل صاحب کو دیکھا تھا۔ جنہوں نے تیزی سے بیوی کو واپس صوفہ پر بیٹھایا تھا۔

" دادا حضور میں جانتی ہوں کہ حمزہ کے معاملے میں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ سالوں اسے پالتے ہوئے میں یہ بھول بیٹھی تھی کہ وہ کس شخص کا بیٹا ہے۔ میں نہیں جانتی تھی وہ اپنے کسی دوست کی بہن کو پسند کرتا ہے۔اگر جانتی تو کبھی یہ غلطی نہیں کرتی۔مجھے معاف کر دیں دادا حضور لیکن آپ یہ بھی تو سوچیں کہ اچھا ہی ہوا ہماری رومان کی زندگی تباہ ہونے سے بچ گئی۔ایک ایسے بے وفا شوہر کے ساتھ رہنے سے اچھا ہے کہ اب وہ بہتر ہم سفر چن سکتی ہے۔"شرمین بیگم سر جھکائے جو منہ میں آیا بولتے جارہی تھی۔

کمال صاحب اپنی بیگم کے ہر جھوٹ پر سر جھکاتے جارہے تھے۔

دور ایک چیئر پر بیٹھی رومان نے سپاٹ چہرے سے شر مین بیگم کو دیکھتے نفرت سے سوچا تھا۔

"کتنی ظالم ہیں آپ۔۔۔اپنی بیٹی کی خاطر اس شخص کو بد کر دار اور بدنام کر رہی ہیں جو آپ کی خاطر اپنی جان بھی دینے کو تیار ہے۔"

"بس منجلی بہو! ہم نے تم سے یہ پوچھا تھا کہ حمزہ کہاں ہے؟ یہ نہیں کہا کہ ہمیں بتاؤ کہ کیا اچھا ہے اور کیا برا؟" دادا حضور کی سخت آواز پر شر مین بیگم کی زبان تلوں سے لگی تھی۔

"بہت پال لیا ہم نے غیر خون کو۔۔۔آج کے بعد وہ شخص اگر ہمیں اس گھر کے آس پاس بھی دیکھا تو ہماری عزت اچھالنے کی جرات پر اس کی جان ہماری بندوق سے نکلنے والی گولی ہی لے گی۔اس کا اب ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ مر گیا حمزہ مصطفیٰ اس گھر کے لیے" دادا حضور کے فیصلے پر ماحول میں سناٹا چھایا تھا۔

جو ہو چکا ہے بدلہ نہیں جا سکتا مگر ہم اپنی ناک معاشرے میں کٹوا نہیں سکتے۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اب اس ناہنجار کی جگہ رومان کا دلہا سائم ابرار ہو گا۔ امید ہے بڑی بہو اور چھوٹی بہو ہمارے فیصلہ کو مان دیں گی۔" دادا حضور فیصلہ کرتے وہاں سے اٹھے تھے۔

ستر سال کے قریب ہونے کے باوجود آج بھی ان کا ایسا رعب اور دبدبہ تھا کہ وہ جن کی قسمتوں کا فیصلہ کیا گیا تھا وہ تک کچھ نہ بول سکے تھے۔

اس سب میں صرف شرمین بیگم تھی جو تھوڑا پر سکون تھیں کیونکہ ان سب معاملے میں آئزل کی طرف کوئی متوجہ نہیں ہوا تھا۔

"چچی جان! آپ پریشان مت ہوں۔ یقین کریں میں رومان کی عزت کو خراب نہیں ہونے دوں گا۔ دادا حضور کا فیصلہ میں قبول کرتا ہوں" دادا حضور کے جانے پر ماحول میں پھیلی عجیب سی خاموشی کو سائم کی آواز نے توڑا تھا۔

"میرا سمجھدار بچا" سیرت بیگم نے سائم کے ماتھے پر خوشی سے بوسا دیا تھا۔ مہک بیگم بھی بیٹے کی سمجھداری پر مسکرادی تھی۔

ماحول یک دم ہلکہ پھلا ہو گیا تھا۔ اجمل صاحب اور ابرار صاحب بھی اٹھ کر گلے ملے تھے۔ شرمندہ سے کمال صاحب نے بھی بھائیوں کو مبارک بادی تھی۔

" مگر میں قبول نہیں کرتی۔ آپ سب کو اپنی عزت کی پڑی ہے۔ کسی کو میری تکلیف نظر نہیں آتی۔ ایک شخص ریجکٹ کر گیا ہے اماں آپ کی بیٹی کو اور آپ سب کو اپنی پگڑیوں کی پڑی ہے اور تم گھر کے سمجھدار، سلجھے ہوئے اور بییے بچے ضرور ہو گے مگر میں نہیں کان کھول کر سن لو اگر تم نے مجھ سے شادی کی تو تمہاری زندگی اجیرن کر دوں گی۔ اس لیے دفعہ ہو جاؤ۔ " رومان غصہ سے چیختی اپنے آنسوں پونچھتی کمرے کی طرف بھاگتی چلی گئی تھی۔

جبکہ پیچھے کھڑے سب لوگ پریشانی و حیرت سے چپ کے چپ کھڑے رہ گئے تھے۔

اتنا تو تہہ تھا کہ رومان کے فیصلے کو دادا حضور کے فیصلے کے آگے کوئی اہمیت نہیں ملنے والی۔

"اجمل چچا آپ کی بیٹی تیکھی ضرور ہے۔ مگر ٹینشن نہ لیں میں بھی سائم ابرار ہوں اتنی آسانی سے ہار نہیں مانوں گا۔" سائم پر عزم طریقہ سے کہتے جس طرح اجمل صاحب کے قریب آیا تھا۔ اس نے سب کو پھر سے ہلکا پھلکا کر دیا تھا۔

آخر ایسے ہی تو وہ گھر کا سلجھا ہوا اور فرمابردار بچہ نہیں تھا۔

@@@@@@@

"اب ایسے حالات میں ہمارا تم سے رابطہ رکھنا بہت مشکل ہے حمزہ تم کہی ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں دادا حضور کو تمہاری خبر نہ ہو۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری

بیٹی کو بچاتے بچاتے تم کسی مصیبت میں پھنس جاؤ حمزہ مانتا ہوں بیٹی کی خاطر ہم نے تمہارے حق میں زیادتی کی ہے بیٹے عزت نے ہمیں یہ قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا تھا۔ پر میں تمہیں مزید نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔

اور ہاں جہاں تک رہی تمہاری جوب کی بات تو وہ تمہیں کہیں اور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت دادا حضور نے تمہارا اکاؤنٹ تو فریز کروا دیا ہے مگر میں باقاعدگی سے آئزل کے اکاؤنٹ میں تمہاری تنخواہ بھیج دیا کروں گا۔ تم پیسوں کی ٹینشن مت لینا۔" سیاہ ویران لمبی سڑک پر نظریں جمائے ڈرائیونگ کرتے حمزہ نے آخری بات پر ہونٹ بھینچے تھے۔

آنا پر کچھ بہت گہری چوٹ لگی تھی۔

"بڑے بابا جانی آپ کے مجھ پر بہت سے احسان ہیں اور حمزہ مصطفیٰ احسان فراموش ہرگز نہیں ہے۔ پھر آئزل کوئی غیر نہیں میری خالہ زاد ہے اس کی عزت مجھے اپنی عزت سے زیادہ عزیز ہے۔

آخری بات میری نیک نیتی کو پیسوں میں مت تولیے۔۔۔آئزل کا دھیان رکھنے کے لیے مجھے آپ سے تنخواہ نہیں چاہیے۔"حمزہ کی بات پر کمال صاحب کو احساس ہوا تھا کہ جذبات میں آکر وہ پیسوں کی بات کر کے ایک مخلص لڑکے کے دل کو ٹھیس پہنچا چکے ہیں۔

"فون رکھتا ہوں بڑے بابا ہم لوگ میرے دوست سعد آغا کے ہاں رکے گے۔آپ جانتے ہی ہیں سعد آغا کو اس لیے بے فکر رہے اور ہاں آئزل ابھی دوائیوں کے زیرے اثر ہے۔اس لیے بات نہیں کروا سکتا۔شب خیر خدا حافظ "فون بند ہونے کے بعد حمزہ نے گہرا سانس لیا تھا۔سوچیں اتھل پتھل ہوئی تھی۔اس لیے گاڑی کو ایک سائیڈ پر لگاتے وہ سٹیرنگ پر سر رکھتے بڑبڑایا تھا۔

"آج کا دن بہت تکلیف دہ اور تھکا دینا والا تھا پارٹنر رشتوں کے عجیب سے چہرے دیکھیں ہیں آج میری دوستی کو پیسوں میں تولا گیا ہے۔بہت سے لوگوں کے دل دکھائیں ہیں۔بہت سے گناہوں کا مرتکب قرار پایا ہوں۔سب سے بڑا

گناہ پتہ ہے میرے حصہ میں یہ آرہا ہے کہ تمہاری تکلیف کی زمہ دار میری یک طرفہ محبت بنی ہے جس نے تمہیں تکلیف اور ذلت کے گڑھوں میں دھکیلنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ احساس زہر سے بھی زیادہ شدت سے میری نسوں کو اندر سے کاٹ رہا ہے۔ ابھی تو تکلیف کا یہ عالم شروع ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ تکلیف ہوتی رہے جب تک مجھ کمبخت کی جان نا چلی جائے آخر یہ تمہاری تکلیفوں کی وجہ بنا ہے۔" سٹیرنگ پر دھرے ہاتھوں کی گرفت مضبوط ہوئی تھی۔

بازوں پر رکھے سر کو اس نے دھیرے دھیرے پٹکا تھا۔ آنسوں کو آستینوں سے پونچھتے وہ سیدھا ہوا تھا۔ گاڑی دوبارا سے سڑک پر رواں ہوگئی تھی۔

مگر

لمبی پلکوں کے نیچے چھپی کالی آنکھیں سپاٹ ہوگئی تھی۔ خندہ پیشانی پر بال بے ترتیبی سے بکھرے تھے۔ مغرور اٹھی ہوئی ناک کے نیچے ہونٹ جن پر ہما

وقت پہلے مسکراہٹ رہتی تھی وہ یوں بھینچے ہوئے تھے جیسے مسکرانا بھول گئے ہوں۔ بڑی ہوئی بیرڈ میں وہ خوبرو شہزادہ "حمزہ مصطفیٰ" جس کی زندہ دلی کی مثالیں دی جاتی تھی۔اس وقت ایک حسین پتھر کی مورت لگ رہے تھے۔

جس کے بغل میں بیٹھی سنہری چمکتی گندمی رنگت پر تیکھے نقوش والی (لڑکی جس کے غم نے شہزادے کو پتھر کا کر دیا تھا) لاعلمی میں سو رہی تھی۔

@@@@@

سورج کی پہلی کرن کے نکلنے کے ساتھ ہی حمزہ کی گاڑی راولپنڈی ڈی ایچ اے بلاک میں داخل ہوئی تھی۔ پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے ڈھلوان میں بنی گلیوں سے گزرتے وہ ایک عالی شان بنگلہ کے باہر جا کر رکا تھا۔

گاڑی کے رکتے ہی گیٹ کے قریب کھڑا شخص تیزی سے قریب آیا تھا۔ حمزہ اسے دیکھتے خود بھی گاڑی سے نکل آیا تھا۔

"حمزہ میرے یار! شکر ہے تم آخر کار میرے گھر تشریف لے آئے۔ ہوسٹل کے زمانے کی دلی مراد تم نے آج پوری کر دی۔ سچی تجھے ادھر دیکھ کر میرا دل گارڈن گارڈن ہو گیا ہے۔ جلدی اندر چل سب گھر والے بھی تیرا انتظار کر رہے ہیں۔" حمزہ کے گلے لگے کھڑے اس شخص کے لہجے سے ہی نہیں بلکہ چہرہ سے بھی خوشی کی جھلک نظر آ رہی تھی۔

"سعد آغا تم سارے حالاتِ سے بخوبی واقف ہوں۔ کہ میں یہاں کیسے پہنچا ہوں۔ اس لیے بس مجھے کوئی گھر کرائے پر ڈھونڈنے میں مدد کر دو۔ فلحال میں نہیں اندر آ سکتا۔" حمزہ نے سلیکے سے انکار کیا تھا۔ وہ آئزل کے ساتھ یونہی اندر نہیں جا سکتا تھا۔

سعد حمزہ کے انکار کو کسی خاطر میں نہ لاتے بولا

معلوم ہے تو نے بتایا تھا لیکن ابھی تو اندر۔۔۔" سعد کی بات کو گاڑی سے آتی" آواز نے ٹوکا تھا۔

آہ ماما جانی! "حمزہ تیزی سے آئزل کی طرف ہوا تھا۔"

آئزل کیا ہوا؟ کہیں درد ہو رہا ہے کیا؟ پیٹ پر ہاتھ رکھتے کراہتی ہوئی آئزل کے" قریب جھکتے وہ پریشانی سے بولا تھا۔

آئزل درد سے دوہری ہوتی جا رہی تھی۔ چہرہ پسینے سے بھرا ہوا تھا۔ ہونٹ سفید ہو رہے تھے۔ بند آنکھوں سے قطرے جاری ہو گئے تھے۔

آئزل کی حالت نے حمزہ کے ہاتھ پاؤں پھلا دیے تھے۔ پیچھے کھڑا اسعد حمزہ کی حواس باختگی دیکھ اسے کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولا تھا۔

"حمزہ آئزل بہن کو لے کر جلدی اندر چل میں اپنے فیملی ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔ "

ہمہ۔۔۔ہاں "حمزہ نے آئزل کی چادر اس کے سر پر ٹھیک کرتے اسے احتیاط "
سے گود میں اٹھایا تھا۔اس کے خود کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔

بسمہ اللہ اللہ خیر کرے بچہ بیٹی کو ادھر صوفہ پر مت لیٹاو۔۔۔ مہمان خانے میں "
لے چلو۔وہاں ٹھیک رہے گا۔"ہاتھ میں تسبیح پکڑے سفید لباس میں ملبوس نرم
وملائم تاثرات والی وہ بڑھی خاتون نے حمزہ اور آئزل کو دیکھ کر بولی تھی۔

آئزل کو بیڈ پر لیٹ آتے حمزہ نے تیزی سے پانی کا گلاس اس کے منہ کے قریب
کیا تھا۔

" پارٹنر پانی پی لو۔۔۔اور پلیز تھوڑا سہ صبر کرو بس ابھی ڈاکٹر آتی ہو نگی۔ "

نن۔۔۔نہیں حمزہ بہت درد ہو رہا ہے۔آپ پلیز ماما کو بلائیں میں مر جاؤں گی" حمزہ۔۔۔"آئزل پانی سے منہ پرے کرتی بستر کے اندر سکڑتی ہوئی بڑبڑائی تھی۔

آئزل کی بات پر حمزہ کا دل سکڑ کر پھیلا تھا۔خود سے شدید نفرت کا احساس پھر سے ہوا اٹھا تھا۔وہ دھیرے سے آئزل سے دور ہوا تھا۔

کمرے میں اس وقت صرف وہ پر نور چہرے والی خاتون ہی تھی۔جو آئزل کے قریب بیٹھی دھیرے دھیرے اس پر کچھ پڑھتی پھونکی جارہی تھی۔

اتنے میں ڈاکٹر اندر آئی تھی۔جن کے آتے ہی سعد حمزہ کو اپنے ساتھ باہر لے آیا تھا۔

کچھ دیر بعد آئزل کا چیک آپ کر کے جیسے ہی ڈاکٹر باہر نکلی۔فوراً حمزہ کے قریب آتے سختی سے بولی تھی۔

" کیا لگتے ہیں آپ پیشنٹ کے؟" ڈاکٹر کی بات کے حمزہ کے بولنے سے پہلے سعد تیزی سے بولا تھا۔

" شوہر ہیں ان کے۔۔۔" سعد کی بات پر حمزہ نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

@@@@@@

" آپ کیسے لاپرواہ شوہر ہیں؟ یہ جاننے کے باوجود بھی کی آپ کی بیوی کی پریگننسی کتنی سینسکٹو ہے۔ آپ نے انہیں نیند آور ادویات دی ہیں۔ ان میڈیسن سے اس کی جان بھی جاسکتی تھی۔ شکر کریں کہ فلحال وہ ٹھیک ہے۔ اب اس کو صحت مند خوراک کھلائیں اور جتنا ہوسکے ان کو سٹریس فری رکھنے کی کوشش کریں۔ کچھ انٹی ڈپریسنٹ ادویات لکھ دی ہیں۔ یہ آپ لے آئیں" سعد کے جھوٹ پر دھنگ کھڑا حمزہ ڈاکٹر کی بات پر بے چین ہوا تھا۔

"تعاون کے لیے شکریہ ڈاکٹر! یہ دوائی کی پرچی احمر تم پکڑو اور جلدی سے دوا لے کر آؤ۔ سعد تم ڈاکٹر کو چھوڑ کر آو۔ اور بہو، افراح تم دونوں کچھ اچھا سہ کھانے کا انتظام کرو۔ اور بیٹا تم جاؤ اندر بچی اس وقت بہت اداس لگ رہی ہے۔ اسکے پاس جاؤ۔ اسے تمہاری ضرورت ہے۔" سفید لباس میں ملبوس پر نور چہرے والی عورت نے کمرے سے نکلتے سب کو حکم دیا تھا۔

سب تیزے سے حرکت میں آئے تھے۔ حمزہ بھی بے قراری سے اندر بڑھا تھا۔

"اب کیسی ہے طبیعت؟" بیڈ کے نزدیک پڑی کرسی پر بیٹھتے حمزہ نے نرمی سے پوچھا تھا۔

ہمدردانہ لہجہ تھا، یا تکلیف حد سے سوا تھا کہ آنسوں تیزی سے آئزل کی آنکھوں سے نکلے تھے۔ چہرے پر ہاتھ رکھے وہ ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔

" میں بہت بری ہوں حمزہ۔۔۔سب کی عزت کو خاک میں ملا دیا میں نے"
شرمندگی، ندامت اور شرم سے سرخ چہرہ لیا آئزل روتے روتے بولی تھی۔

حمزہ نے بے بسی کے احساس سے زمین کو گھورتے مٹھیاں بھینچی تھی۔پھر بات کو بدلتے وہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولا

" مت رو اتنا چڑیل۔۔۔۔ابھی طلاق نہیں ہوئی تمہاری "

" ہوئی ہے حمزہ, احد نے ماں بابا کے سامنے طلاق دی تھی۔یہ بچہ بہت منحوس ہے حمزہ۔احد کو چھین لیا۔مجھے تباہ کر دیا۔یہ نہیں چاہیے مجھے کیونکہ اس نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا۔"ضدی بچے کی طرح نفی میں سر ہلاتی آئزل دیوانا وار بولے جا رہی تھی۔

" آئزل!" حمزہ نے سختی سے آئزل کو پکارا تھا۔ جو کسی روبوٹ کی مانند چپ ہوئی تھی۔

آئزل کی سرخی مائل آنکھوں سے جھلکتی ندامت، شرمندگی، عزت جانے کا ڈر، احد کی بے وفائی کا دکھ جیسے جذبات جھلکتے دیکھ حمزہ کے اندر نجانے کیوں ندامت اتری تھی۔

آئزل کی زخمی نظروں سے نظریں چراتے وہ اپنے پاؤں دیکھتے بولا تھا۔

" فضول سوچیں مت سوچو آئزل۔ اسلام میں ہے کہ اگر بیوی حاملہ ہو تو طلاق نہیں ہوتی۔ اس معصوم جان کا ان سب میں کوئی قصور نہیں۔ بلکہ یہی ہے جس کی خاطر ابھی تک تمہاری طلاق نہیں ہوئی۔ خالو جان احد کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ یقیناوہ جلد ہی مل جائے گا۔ رجوع کر کے تمہیں اس کے ساتھ رخصت کر دیا جائے گا۔ مگر تب تک تمہیں اپنا اور اس بچہ کا خیال رکھنا ہے۔ "

"ڈھونڈا انہیں جاتا ہے جو کھو جاتے ہیں جو خود کہی چلیے جائیں وہ واپس نہیں لوٹتے" آئزل کا چہرہ پل میں سپاٹ ہوا تھا۔ "اور تم نے کیا مجھے۔بیغیرت سمجھا ہے حمزہ مصطفی جو ایک وحشی سے دوبارا رجوع کرے گی" آئزل کا لہجہ زہر سے بھی زیادہ کڑوا تھا۔

"آئزل کیسے الفاظ استعمال کر رہی ہو تم؟ دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا وحشی نہیں شوہر ہے وہ تمہارا"

"شوہر اگر بیوی کو عزت نہ دے بس بھیڑ بکری کی طرح نوچ کر چیر ڈالے اور پھر اپنے ہی بچے کو معاشرے میں گالی بنا دے تو وہ مرد شوہر نہیں وحشی ہوتا ہے۔۔۔" حمزہ کے مقابل آئزل بھی ترش لہجے میں بولی تھی۔

غلطی انسانوں سے ہی ہوتی ہے آئزل وہ تمہارا شوہر ہے۔ جس کا بچہ اب"
تمہارے وجود کا حصہ ہے۔ یہ معاشرہ طلاق یافتہ عورت کے لیے بہت تنگ دل
ہے اور اگر تمہیں اس بچہ کے ساتھ طلاق ہوئی تو سب برباد ہو جائے گا
آئزل۔۔۔ اپنے دل کو تھوڑا نرم کرو" نرمی سے آئزل کو قابو کرنا چاہ تھا۔

اپنی عزت نفس چھن جانے کے بعد، اپنی محبت کا جنازہ اپنے ہاتھوں سے "
اٹھانے کے بعد بھی میں نے اس بچہ کے لیے خود کو اس کے حق میں قائل کیا
تھا۔ لیکن جانتے ہو اس دن میرا رہا سہا مان، عزت اور محبت پر سے یقین اٹھ گیا
تھا۔ جب اس شخص نے اس بچہ کو اپنا ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ جب اس نے اسے
بوجھ اور گند کی پوٹلی کا کہا تھا۔ جب اس نے ہر بات کا الزام مجھ پر دھرا تھا۔"
آئزل کی بات پر حمزہ کے دماغ میں درد سے جھکڑ چلنے لگے تھے۔ مگر آئزل رکی
نہیں بولتی جا رہی تھی۔

یہ معاشرہ ہر بات پر عورت کو ہی کیوں الزام دیتا ہے حمزہ مصطفیٰ؟ بتاؤ مجھے ہر بار قربانی عورت ہی کیوں دے۔ کیوں میں اپنی عزت نفس کو اس شخص کے پاؤں تلے روند کر اس کے پاس جاؤ جس کے لیے میری اوقاتِ ایک زمین پر چلتی " چونٹی جتنی بھی نہیں

خالہ اور خالو برباد جائیں گے آئزل اتنی سنگ دل مت بنو "حمزہ کو خود پر ایک " بوجھ سہ گرا محسوس ہو رہا تھا۔

میں بھی تو برباد ہوئی ہوں حمزہ مصطفیٰ تو پھر تم لوگوں کو مجھ پر رحم کیوں نہیں آتا" "آئزل غصہ سے چیخی تھی۔

" آواز کو نیچے رکھو آئزل یہ ہمارا گھر نہیں ہے "

تو یہ کس کا گھر ہے؟ "آئزل نے پہلی بار ماحول پر غور کیا تھا۔ "

"شادی والے گھر میں کسی کو تمہاری حالت کی بھنک نہ لگے اس لیے خالہ سے پوچھ کر میں تمہیں اپنے دوست سعد کے گھر راولپنڈی لے آیا ہوں۔احد کے رجوع کر لینے تک یہ بات اگر چھپی رہے تو ہی سب میں بھلائی ہے۔"حمزہ نے آنکھیں چراتے کہا تھا۔

"میرے ساتھ زیادتی ہوئی تھی۔۔۔میں نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا حمزہ جو تم سب سے چھپاتے مجھے یہاں لے آئے ہو۔"آئزل بھوکی شیرنی کی طرح اس پر جھپٹی تھی۔"تم نے میرا رہا سہا مان بھی چھین لیا حمزہ، تمہارے اس قدم نے مجھے سب کی نظروں میں فرار ہوئی لڑکی بنا دیا۔سب یہی سوچیں گے کہ سارا قصور لڑکی کا ہی تھا تبھی تو فرار ہوئی ہے۔دفع ہو جاؤ حمزہ مصطفیٰ میں تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتی" بھینچی آواز میں کہتے آئزل نے اسے دور دھکیلا تھا۔

پھر اچانک ذہن میں جھماکا ہونے پر بولی تھی۔

"شادی۔۔۔ہاں آج تو تمہاری شادی تھی۔ حمزہ تمہیں تو وہاں ہونا چاہیے تھا۔

"

حمزہ جو سن سہ اپنی کرسی پر بیٹھا تھا نظرے چراتے بولا

"اب نہیں ہو رہی شادی "

"کیوں نہیں ہو رہی حمزہ؟ کیسی عجیب باتیں کر رہے ہو؟ تم اور رومان ایک

دوسرے کو پسند کرتے ہو اب ایسے کیسے نہیں ہو سکتی "

"کیونکہ میں نے چھوڑ دیا رومان کو..." اپنی خالہ کی خود غرضی کو چھپاتے ہوئے

حمزہ ہر الزام خود پر لے رہا تھا۔

"کتنے برے ہو حمزہ اگر احد نے مجھ سے میری ذات کا غرور چھینا تو تم نے بھی

رومان کے ساتھ ویسے ہی کیا۔ ایسا کیوں حمزہ؟ رومان میری سب سے اچھی

دوست ہے تم نے اسے تکلیف کیوں دی؟ وہ کتنا چاہتی تھی۔اور تم اسے مجھ بیچ راستے میں چھوڑ آئے۔"آئزل نے غصہ سے کہا تھا۔

"میں رومان سے شادی کر کے ساری زندگی دادا حضور کی خدمت میں ایک اچھے گھر داماد کی مانند سر جھکا کر نہیں رہ سکتا تھا۔تم جانتی ہو آئزل میرے اپنے بھی بہت سے خواب ہیں۔ جنہیں مجھے پورا کرنا ہے۔اس لیے ایک ناکارہ رشتے کو جنم دینے سے بہتر میں نے اپنے دوست کے ساتھ مل کر یہاں کاروبار کرنے کا سوچا ہے۔"حمزہ نے سپاٹ چہرہ کے ساتھ جھوٹ گھڑا تھا۔

"بہت خود غرض ہو تم حمزہ میری بہن جیسی کزن کا دل دکھایا ہے۔اپنے حق میں تو شاید میں تمہیں معاف کر دیتی مگر اب تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ نفرت ہے مجھے تم سے چلے جائیں میری نظروں سے دور، نہیں رہنا مجھے تمہارے ساتھ میں ابھی واپس جاؤں گی۔"آئزل ضدی انداز میں کہتے بیڈ سے اٹھنے لگی تھی۔

" چاہے تم مجھ سے نفرت کا اظہار کرو یا کچھ بھی کرو۔ مجھے اس سے غرض نہیں بس ایک بات جان لو کہ دنیا سے کٹ کر اب تم یہی رہو گی۔ اگر بھاگنے کی یا کسی سے رابطے کی کوشش کی تو انجام بہت برا ہو گا۔" پہلی بار حمزہ مصطفیٰ نے آئزل کو سختی سے پکڑتے سرخ آنکھوں سے دھمکی دی تھی۔

اس وقت ایک جنونی لگ رہا تھا جس کی آنکھوں سے آئزل کو بہت انتہائی خوف آیا تھا خوف سے سن ہو گئی تھی۔

" اور دوسری بات ہمارے بیک گراؤنڈ کا یہاں کے گھر کے افراد کو علم نہیں ہونا چاہیے۔ اس گھر کے مکین محبت کرنے والے لوگ ہیں۔ جنہیں یہ لگتا ہے کہ آپ میری بیوی ہیں اور یہ بچہ ہمارا ہے۔ آپ سچ کسی کے سامنے نہیں کھولیں گی۔ "

حمزہ کی بات پر آئزل ایک بار پھر سے آپے سے باہر ہوتی بپھری شیرنی بنی تھی اور ایک تھپڑ حمزہ کے چہرے پر مارا تھا۔

"کتنی گھناؤنی بات کی ہے تم نے حمزہ۔۔۔۔۔ تم میرے بارے میں ایسا کہنا تو دور سوچ بھی کیسے سکتے ہو۔میں نے بچپن سے تمہیں اپنا سب سے اچھا دوست اور بھائی مانا ہے اور تم میرے بارے ایسا کہہ رہے ہو۔تم ایک پیچ اور گرے ہوئے انسان ہو۔"آئزل تیش سے کانپ رہی تھی۔

" اچھی بات ہے تمہیں علم ہو گیا ہے کہ میں کیسا انسان ہوں۔اب یہ بات ذہن نشین کر لو کہ تمہیں احد کے واپس آنے تک یہی رہنا ہے۔اور میری نہیں تو کم از کم خالہ خالو کی عزت کا خیال کر لو۔اگر ان سب کو اس بچہ کی حقیقت پتہ چلی تو کیا کہیں گے

اور ہاں اگر تم اس گھر میں نہیں رہنا چاہتی تو ٹھیک ہے میں اور تم کوئی فلیٹ کرائے پر لے لیں گے۔

پھر یہ بھی سوچنا اگر پیچھے تمہارے گھر والوں کو میرے اور تمہارے تنہا ایک ساتھ رہنا کی بات پتہ چلی تو سوچو جو رہی سہی تمہاری عزت نفس ہے وہ بھی کچلی جائے گی۔اس لیے حالات کو قبول کرنے میں ہی تمہاری اور ہم سب کی بھلائی ہے۔"حمزہ نے بے دردی سے حقیقت کا دوسرا رخ دیکھایا تھا۔

"اچھی بچی کی طرح اب اگر سعد کی بہن،بی بی جان اور اماں کچھ پوچھیں تو ان کے سامنے کچھ الٹا سیدھا بولنے سے اجتناب کرنا اور چپ کر کے میڈیسن کھا لینا۔ ویسے بھی تمہارے پاس یہی آخری آپشن ہے۔"لبالب پانی سے بھرے نینوں سے جھلکتی نفرت کو دیکھتے حمزہ کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا۔

@@@@@@@

"بی بی جان،اماں جانی حمزہ کے ماں باپ نہیں ہے اور اس کی پرورش حمزہ کی خالہ نے کی ہے اور بعد میں اپنی بیٹی سے شادی کروا دی۔حمزہ اور میں نے مل کر ایک

کمپنی کھڑی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس لیے وہ بھابھی کو بھی اپنے ساتھ یہاں لے آیا۔ بھابھی آنا نہیں چاہتی تھی اس لیے وہ حمزہ سے شدید ناراض ہیں۔ اب آپ دونوں مزید کوئی سوال مت کیجئے گا۔" سعد نے آئزل کے کمرے کی طرف بڑھتی بی بی جان اور ماں جانی کو دیکھتے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے سعد بچہ نہیں پوچھتے، اب تم راستے سے ہٹا ہمیں بیٹی کے پاس جانا ہے۔" راحیلہ بیگم نے سعد کے کندھے پر چت لگاتے کہا تھا۔

"ایک اور بات بی بی جان آپ پلیز ملازمین سے کہا کر ساتھ والا پورشن کھلوا دیں" کیونکہ حمزہ بھابھی کے ساتھ الگ رہنا چاہتا ہے۔
سعد کی بات پر بی بی جان بولی تھی۔

"سعد بچے فلحال بچی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں ان کے الگ رہنے کے حق میں نہیں ہوں۔ بچی اتنی نازک سی تو ہے اوپر سے پہلی بار وہ اس حساس عمل سے

گزر رہی ہے۔ایسے میں کسی بڑے کا اس کے ساتھ ہر وقت ہونا ضروری ہے۔ مزید بحث کے بغیر آگے سے ہٹو۔ ہمیں بچی کے پاس جانے دو۔"بی بی جان اسے پیچھے کرتی بہو کو لیے اندر داخل ہوئی تھی۔

کیسی طبیعت ہے اب تمہاری بیٹی؟میں تو ڈر ہی گئی تھی"بی بی جان بیڈ پر آئزل کے قریب بیٹھتے محبت سے بولی تھی۔

"ٹھیک ہوں"بیڈ کراؤن سے کمر ٹکا کر بیٹھتے آئزل نے بے رخی سے کہا تھا۔

"لگتا ہے بیٹی ناراض ہے؟کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ ہمارے سے کوئی گستاخی ہوئی ہے جو یہ گڑیا رانی ہم سے روٹھی روٹھی سی لگ رہی ہیں۔"راحیلہ بیگم کھانے والی ٹرالی سے سوپ نکالنے کے بعد آئزل کے بل مقابل آئی بیٹھی تھی۔

آئزل ایسے بے لوث محبت کرنے والوں پر تم کسی اور کا غصہ کیوں نکال رہی" ہو۔"آئزل نے راحیلہ بیگم کے استفسار پر خود کو اندر ہی اندر ڈپٹا تھا۔

آئم سوری آنٹی۔۔۔۔مجھے ماما جانی کی یاد آرہی تھی۔اس لیے کسی سے بات " کرنے کو دل نہیں کر رہا تھا۔"آئزل نم آنکھوں لیے بولی تھی۔

او میرا پیارا بچہ آپ مجھے بھی اپنی ماما ہی سمجھو۔میرے لیے جیسے میری افراح" ہے۔ویسے ہی آپ ہو۔پریشان مت ہو یہاں ہم تمہیں کچھ نہیں ہونے دیں گے۔"راحیلہ بیگم آئزل کو خود سے لگاتے اس کی پیشانی پر محبت سے بوسہ دیتے بولی تھی۔

آئزل ان کی محبت کی قائل ہوئی تھی۔ان کی ممتا کی گرمائش نے آئزل کے تڑپتے دل کو سکون دیا تھا۔

شکریہ آنٹی!"آئزل نم آنکھوں سے بولی تھی۔"

جھلی لڑکی اپنوں کا بھی کوئی شکریہ ادا کرتا ہے۔"راحیلہ بیگم نے مصنوعی انداز" میں ڈپٹا تھا۔

راحیلہ بہو بس کرو اب بچی کو کھانا کھانے دو۔"بی بی جان جنہوں نے تسبیح " پڑھتے پڑھتے پھر سے آئزل پر پھونک مارتے کہا تھا۔

مجھے بھوک نہیں ہے"سوپ کو دیکھتے آئزل کے منہ کے زاویہ بگڑے تھے۔"

بہو ادھر کرو ہم سوپ پلا دیتے ہیں۔تم زرا بچے کے لیے کوئی فریش سہ سوٹ " لے کر آؤ۔تاکہ یہ فریش ہو جائے۔"بی بی جان سوپ کا پیالا پکڑتے رعب سے بولی تھی

پر ہمیں سچ میں بھوک نہیں ہے دادو"آئزل نے مسکین سی شکل بنائی تھی۔"

اس کے یوں جلد ہی گھل مل جانے پر بی بی جان کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔

"دادو کی جان تمہیں چاہے بھوک ہو یا نہ ہو مگر تمہارے اندر پلتی اس ننھی سی جان کو اسکی ضرورت ہے۔ جو کب سے اپنی ماما کے کھانا کھانے کا انتظار کر رہا ہے۔ چلو اب اس ننھی جان کے باپ کا غصہ اس پر مت نکالو" بی بی جان نے سوپ کا چمچ بھر کر آئزل کے قریب کیا تھا۔

آئزل نے مروت میں سوپ کا چمچ منہ میں لے تو لیا تھا۔ مگر بی بی جان کی آخری بات پر اس کے منہ کا ذائقہ بگڑا تھا۔ دل متلایا تھا۔ سب کچھ اگل دینے کا من ہوا تھا۔
نفرت کی شدید لہر نے انگڑائی لی تھی۔

دیکھو بیٹی لڑائی جھگڑے ہر میاں بیوی میں ہوتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب" نہیں کہ تم اپنی صحت کا دھیان مت رکھو۔ تمہارا شوہر تو تم سے محبت بھی بہت کرتا ہے۔ دیکھا تھا میں نے اسے جب تم بے ہوش تھی تو کیسے بے چین ہو رہا تھا۔ تُمھیں اس کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے۔"بی بی جان نے ہلکے پھلکے انداز میں اسے سمجھا رہی تھی۔

ہمم۔۔۔ محبت انہیں کسی سے کوئی محبت نہیں ہے۔ وہ خود غرض شخص ہے" جس نے صرف اپنے خوابوں کی تکمیل کے لیے میری پیاری دوست کو شادی والے دن چھوڑ دیا ہے۔ مجھے میرے ماں باپ سے دور کر دیا۔ اب جھوٹ بول کر آپ سب کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہے کیونکہ وہ اپنے کردار پر کوئی میلی چھینٹ برداشت نہیں کر سکتا۔ نفرت ہے مجھے اس دوغلے شخص سے ۔۔۔"بظاہر ان کی نصیحتیں سنتی آئزل دل میں نفرت سے بول رہی تھی۔

چلو اب تم آرام کرو۔ میں تمہارے شوہر کو بھیجتی ہوں تمہارے پاس۔" بی بی جان سوپ کا پیالہ رکھتے بولی تھی۔

"نہیں دادو! اسے مت بھیجئے گا" آئزل بے چینی سے ان کا ہاتھ پکڑ کر بولی تھی۔

بی بی جان نے آئزل کے پیلے پڑتے چہرے کو پہلی بار پر سوچ نظروں سے دیکھا تھا۔

"میرا مطلب ہے۔۔۔وہ میں تھکی ہوئی ہوں۔۔۔آپ پلیز میرے ساتھ رہیں۔۔۔مجھے آپ سے سکون مل رہا ہے۔" آئزل کے بہانے پر پتہ نہیں بی بی جان مطمئن ہوئی تھی یا نہیں۔
بظاہر وہ کچھ نہ بولتے واپس اس کا سر اپنی جھولی میں رکھتے پیار سے تھپکنے لگی تھی۔
آئزل دھیرے دھیرے دوائیوں کے اثر سے پھر سے مدھوش ہونے لگی تھی۔

@@@@@@@@@

"حمزہ یار یقین کر میں نے صرف آئزل بہن کو بہت سے سوالوں سے بچانے کے لیے جھوٹ بولا ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تیرے گھر کے اندرونی باتوں کا ہمارے گھر میں ذکر ہو۔ تو پلیز مجھے غلط مت سمجھنا" سعد پریشانی سے بالکونی میں کھڑے سیگریٹ سلگھاتے حمزہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا تھا۔

ہمم!" ہوا میں چھوڑے سیگریٹ کے دھوئے کو غور سے دیکھتے حمزہ نے ہنکار" بھرا تھا

" تو پریشان مت ہو بابا جان اور تایا جان آتے ہیں تو میں ان سے دوبارا سے دوسرے پورشن کی اجازت لوں گا۔ ویسے بھی وہ تائی جان کی وفات کے بعد سے خالی پڑا ہے کیونکہ تایا جان اور احمر تو بی جان کے اسرار پر ادھر ہمارے ساتھ ہی ہوتے ہیں۔" سعد نے حمزہ کی پیٹھ تھپتھپائی تھی۔

حمزہ نے پھر سے محض ہنکار بھرا تھا۔ نظریں اب بھی خلا میں کہی ٹکی تھی۔ جلتی سیگریٹ سے نکلتا دھواں ہوا میں کہی گم ہو رہا تھا۔ بے معنی سی راکھ نیچے گر رہی تھی۔ چہرہ پر عجیب سے تاثرات لیے وہ چپ کھڑا تھا۔

سعد کو اس سے ایک مجسمہ کا احساس ہوا تھا۔اس لیے گھبرا کر بولا تھا۔

حمزہ تو مجھے ڈرا رہا یار کچھ بھول تو سہی" سعد نے حمزہ کی بازو کو ہلکے سے جھنجھوڑ کر اسے سوچوں سے نکالا تھا۔ "

کیا بولوں ؟" حمزہ ختم ہوئی سیگریٹ پیروں تلے مسلتے چیئر پر جا بیٹھا تھا۔ "

کچھ بھی بول مگر۔۔۔" سعد مقابل کرسی پر بیٹھا۔ "
مگر کیا؟" حمزہ نے ٹیبل پر پڑی ڈبہ سے ایک اور سیگریٹ نکال کر سلگائی تھی۔ "

"مگر خاموش مت رہ باتیں دل میں رکھنے سے سوائے دل کو تکلیف کے کچھ نہیں ملتا۔ برا بھلا نہیں کہنا تو اپنی پریشانی ہی مجھ سے شئیر کر لیے۔ وہ چیز جو تجھے بے چین رکھے ہوئے ہیں اس کے بارے میں بتا دے۔ مگر تو ایسے مت رہ مجھے پرانا ہنستا مسکراتا میرا یار واپس چاہیے" سعد نے دکھ سے گہری سانس بھری تھی۔

حمزہ سعد کو دیکھتے تلخی سے مُسکراتے بولا تھا۔

" اتنی گہری سانسیں مت کھینچ یار ابھی مرا نہیں ہوں۔ "

حمزہ کی بات پر سعد نے دھل کر اسے دیکھا تھا۔ پھر اس کے ہاتھ سے سیگریٹ پکڑتے اسے ایش ٹرے میں کچلتے غصہ سے بولا تھا۔

" میرے سامنے زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ "

حمزہ سعد کے رد عمل پر ایسے مسکرایا جیسے کسی نے ہونٹوں کو کھینچ کر اسے مجبور کیا ہو۔

سعد حمزہ کو مزید ہنسانے کی کوشش کرتے مصنوعی غصہ میں مزید بولا تھا۔

"دانت نکالنا بند کرو۔ ورنہ یہ جو ہیرو جیسی شکل لیے گھوم رہے ہو اس کا نقشہ بگاڑ کر رکھ دوں گا۔ "

"سعد آغا میں تمہاری مخلصی کی بہت قدر کرتا ہوں. شاید یہی وجہ ہے کہ میں آج اپنے اس مشکل وقت میں بغیر کسی عزت نفس کی پرواہ کیے بغیر تیرے گھر آیا بیٹھا ہوں۔
مگر اس وقت جو تم کوشش کر رہے ہو۔ اس پر میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ۔۔۔۔" حمزہ کہتے کہتے رکا تھا۔ پھر خلاؤں میں دیکھتے گویا ہوا تھا

" اس وقت جو تم کوشش کر رہے ہو بیکار ہے۔ وہ حمزہ جسے تم جانتے تھے میں نے اس کا قتل کر دیا ہے۔ اب صرف ایسا شخص تمہارے سامنے بیٹھا ہے جس

کے ماں باپ کو اس کی ضرورت نہیں تھی تو وہ اسے اسکی خالہ کے در پر پھینک گئے۔ خالہ نے خوب پیار دے کر پالا مگر اس سے یہ گناہ ہوا کہ اسی خالہ کی بیٹی کو پانے کی چاہ کر بیٹھا اور خالہ نے سب کچھ جاننے کے باوجود بیٹی کا نکاح کسی اور سے کروادیا کیونکہ اسے اپنی بیٹی مضبوط پناہوں میں دیکھنی تھی۔اور شاید یہی ٹھیک تھا۔

نامحرم کی محبت نجانے کب حسد کی شکل اختیار کر کے اس لڑکی (آئزل) کی زندگی خراب کر گئی کہ اس شخص کو پتہ ہی نہیں چلا۔وہ لڑکی اب اسکی حسد کی آگ میں جلتی دربدر ہے۔

دوسری طرف ایک مخلص لڑکی (رومان) نے سچے دل سے اسکی جانب بڑھنے کی کوشش کی تو ساری زندگی خود پر احسان کرنے والی خالہ کو ذلت سے بچانے کے لیے اس نے اس لڑکی کا دل توڑ آیا۔

تو سوچ ایسا حاسد، خود غرض، منحوس شخص خوش ہونے کا سوچ بھی کیسے سکتا ہے۔" حمزہ سپاٹ چہرے کے ساتھ خود کا ذکر ایسے کر رہا تھا۔ جیسے کسی اور کے بارے میں بات کر رہا ہو۔

سعد نے دکھ سے اپنے یار کو دیکھا تھا۔ پھر اس کے سامنے کھڑا ہوتے بولا
حمزہ مصطفیٰ اٹھ کھڑا ہو" سعد کی بات پر حمزہ چونک کر کھڑا ہوا تھا۔ "

حمزہ کے کھڑے ہوتے سعد نے زور سے اسے بازؤں میں بھینچا تھا۔
" یہ شخص حاسد، خود غرض یا منحوس نہیں ہے۔ بس لوگ اسے سمجھ نہیں سکے
اور صرف ایک غلطی اس سے ہوئی کہ وہ نامحرم لڑکی سے محبت جیسا جرم کر بیٹھا
ہے۔ یاد رکھ ایک دل میں رب کی محبت کے ساتھ ساتھ کسی اور کی محبت نہیں
سما سکتی۔ فیصلہ تیرا ہے کہ تو یار رب رکھ سکتا ہے یا وہ لڑکی۔۔۔
" میں دعا کرتا ہوں کہ میرا رب تجھے ٹھیک فیصلہ کروائے۔۔۔

سعد کے مخلصانہ انداز پر حمزہ کے اندر الجھی گھتی سلجھ گئی تھی۔ سینے میں لگی آگ
پر جیسے کچھ ٹھنڈک سی پڑی تھی۔ اپنی غلطیاں اور ان کا حل صاف نظر آنے لگا

اب خبر دار کچھ بھی بکواس مت سوچ اور چل کر فریش ہو جا۔۔۔ پھر نیچے "
چل کر کھانا کھاتے ہیں۔ نو بج چکے ہیں باباجانی لوگ بھی آ گئے ہونگے تجھے سب
سے ملواتا ہوں۔ "سعد نے روعب سے کہتے الماری سے اس کے کپڑے نکال کر
اسے دیا تھا۔

@@@@@@

فیصل آباد میں موجود فاروقی مینشن میں اس وقت طوفان کے آنے کے بعد
جیسا گہرا سکوت چھایا تھا۔ ہوتا بھی کیوں نہ ہسٹری میں پہلی بار کسی نے دادا حضور
کے فیصلے کے خلاف بہادری سے سب کے سامنے انکار کیا تھا۔

آخر آپ کب ایسے بے تکے فیصلہ کرنا بند کریں گے ؟ ہم بھیڑ بکریاں نہیں ہے "
بلکہ جیتے جاگتے انسان ہیں۔ پہلے احد کی مرضی کے خلاف آپ نے اس کا آئزل کا
نکاح کروایا۔ یہ بھی بتادو کہ وجہ یہ نہیں کہ آپ کی چہیتی آئزل اس سے محبت

کرتی تھی۔ بلکہ مجھے تو لگتا ہے کہ وجہ یہ تھی کہ آپ آئزل کی شادی کسی اور سے کروا کر اپنی خاندانی دولت کسی غیر کو نہیں دینا چاہتے تھے۔

اور اب حمزہ کے جانے کے بعد بہت جلد آپ نے سائم کو شادی میں پیش کر دیا کیونکہ حمزہ کے جانے کا آپ کو کوئی دکھ نہیں تھا بلکہ آپ تو خوش تھے کہ چلو اس ناہنجار سے جان چھوٹی اور ہماری دولت کسی غیر کے ہاتھ نہیں لگے گی۔ "مینشن میں گونجتی رومان کی آواز پر سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

رومان ادب سے بات کرو۔ دادا حضور ہے ہمارے" سائم نے رومان کا بازو " سختی سے پکڑتے اسے روکنا چاہا تھا۔

ایکسکیوزمی مسٹر سائم نکاح ہونے سے تمہیں اتنا اختیار نہیں ملا کہ سب کے " سامنے مجھ پر تشدد کرو اور مجھ حق بات کہنے سے روکو۔ ہو گے تم دادا حضور کے چمچے مگر مجھ سے ایسی توقع مت رکھنا۔۔ ابھی تو صرف رخصتی رکوائی ہے۔

دیکھتے جاؤ اس کاغذی رشتے سے جلد ہی جان بھی چھڑوالونگی "سائم کا بازو جھٹکتے
رومان چھیخ تھی۔

زبان کو لگام دو رومان۔۔۔۔" سائم کا ہاتھ اٹھا تھا۔ مگر اس نے خود پر قابو "
پاتے راستے میں ہی روک لیا تھا۔

طلاق تو بڑی دور کی بات ہے۔ اب تو رخصتی ہو گی اور وہ بھی ابھی اور اسی وقت "
چچی جان یہ سمجھ لیں کہ بیٹی رخصت ہو گئی" سائم رومان کو بازو سے کھینچتے اپنے
پورشن کی طرف بڑھا تھا۔

سیرت بیگم اور اجمل صاحب نے آگے بڑھ کر انہیں روکنا چاہا تھا مگر دادا حضور
کی آواز نے ان کے قدم روک دیے تھے۔

رک جاؤ چھوٹی بہو اور اجمل تم دونوں سائم کو نہیں روکو گے۔ تمہاری باغی ہوئی" بیٹی کے لیے فلحال یہ رخصتی لازم ہو چکی ہے۔اس لیے چپ رہو۔ بہت ہو گیا تماشہ اب سب جا کر آرام کر واور ہاں ولیمہ کا فنکشن کل نہیں ہو گا۔ وہ اب تب ہو گا جب ہم کہیں گے۔اس لیے سب جاؤ یہاں سے" دادا حضور یہ کہتے ہی اپنے کمرے کی طرف چل دیے تھے۔

سیرت بیگم روتے روتے نڈھال ہوئی تھی۔ شرمین بیگم نے انہیں پکڑنا چاہا تھا۔ مگر انہوں نے نفرت سے ہاتھ جھٹک دیے تھے۔ مہک بیگم نے شرمین بیگم کو آنکھوں ہی آنکھوں میں حوصلہ دیتے خود سیرت بیگم کو سنبھالا تھا۔

وقت بازی کھیل گیا تھا۔ نجانے انجام کیا ہونا تھا ان سب کا۔۔

@@@@@@@

"تایا جان اور بابا جان اس سے ملیے یہ ہے میرا دوست حمزہ مصطفیٰ جو آخر کار عرصہ دراز کے بعد میری یہاں آنے کی دعوت کو قبول کا شرف بخش چکا ہے۔"
سعد نے حمزہ کا تعارف ایسے ڈرامائی انداز میں کروایا تھا کہ سب کے چہروں کو مسکراہٹ نے چھوا تھا۔

حمزہ جھنپ سہ گیا تھا۔
"خوش آمدید برخودار!" تایا جان اور بابا جان نے باری باری خوش دلی سے حمزہ کو گلے لگا تھا۔

" شُکریہ سر "
" ارے بیٹا یہ سرور کہہ کر غیر مت کرس اگر تم ہمیں سعد کی طرح بابا جان اور تایا جان کہو گے تو ہمیں زیادہ اچھا لگے گا۔" سعد کے بابا جان نے حمزہ کی بازو پر تھپکی دیتے کہا تھا۔ تایا جان نے بھی تائید کی تھی۔

حمزہ کو وہ مخلص سے لوگ بہت اچھے لگے تھے۔

باقی لوگوں سے ملتے ہلکی پھلکی باتوں کے دوران کھانا شروع کیا تھا۔جب ہاتھ روکے بیٹھے حمزہ کے چہرے کو غور سے دیکھتے بی بی جان بولی تھی۔

پریشان مت ہو بیٹا تمہاری بیوی نے کھانا کھالیا ہے اور اب دوائی کھا کر آرام کر" رہی ہے۔تم بھی کھانا کھاؤ۔"حمزہ جو آئزل کے بارے میں ہی پوچھنا چاہتا تھا۔ اسے تھوڑا اطمینان ہوا تھا مگر آئزل کو خود کے ساتھ حوالہ اسے شرمندہ کر گیا تھا۔

اس لیے اچانک ایک فیصلہ کرتے اس نے کھانا شروع کیا تھا۔

بابا جان اصل میں۔۔میں آپ سے ایک اور مسئلہ پر بات کرنا چاہ رہا تھا۔" "

سعد نے دوسرے پورشن کے لیے بات کرنے کی تمہید باندھی تھی۔

حمزہ نے دھیرے سے اس کا ہاتھ دباتے اسے اس بات سے روکا تھا۔

" کیا بات بیٹا؟" سعد کے تایا اور بابا دونوں متوجہ ہوئے تھے۔

" میں صرف آپ دونوں کھانے سے ہاتھ روک کیوں گئے۔ کھائیے نا۔۔۔ یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ آپ لوگ میرا ریزگنیشن لیٹر رکھ لیں کیونکہ میں نے اور حمزہ نے مل کر سوفٹویئر کمپنی کھولنے کا فیصلہ کیا ہے۔" سعد نے دانت نکال کر کہتے بات بہت خوبصورتی سے بدلہ تھی۔

"بیٹا جی آپ کو تو پتہ ہے کہ ہماری کمپنی کو چھوڑنے کے کچھ اصول ہے۔ایسے ہی کوئی بھی ایمپلائی اچانک چھوڑ کر جائے تو انہیں پینلٹی کے طور پر ایک کسیر رقم ادا کرنی ہوتی ہے۔" سعد کے بابا بیٹے پر میٹھا سہ طنز کرتے بولے تھے۔

" جی سر جی! معلوم ہے۔ لیکن شاید آپ کو معلوم نہیں کہ پچھلے ہفتے ہی میں اپنا ریزگنیشن لیٹر دے چکا ہوں۔ یہ اچانک بالکل نہیں ہے۔

ویسے بھی آپ تو جانتے ہیں کہ کافی عرصہ سے ہم اپنی جابز کے ساتھ فری لانسرز کے طور پر بھی کام کر رہے تھے۔ مگر اب ہم نے یہ ٹمپریری کام چھوڑ کر ہمیں ایک کمپنی کھڑی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔اس لیے ہمیں بہت سارا فوکس اس کام کے لیے چاہیے۔" سعد نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

"اللہ تم دونوں کو کامیاب کرے برخوردار" سعد کے تایا جان نے دعا دی تھی۔

جس پر سب نے آمین کہا تھا۔

یوں ہلکی پھلکی باتوں میں سب نے کھانا کھایا تھا۔

کھانے کے بعد بی جان کو اٹھتے دیکھ حمزہ ان کے پیچھے ہو لیا تھا۔

"بی بی جان مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ "

"ٹھیک ہے بچہ آجاؤ لاونج میں چائے پینے کے دوران وہی بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ "

"نہیں مجھے اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

ٹھیک ہے پھر اسٹڈی روم میں آجاو۔"۔"

@@@@@

دل کر رہا ہے تمہارے جیسے بے حیا اور خرد دماغ لڑکی کو ابھی ٹکھانے لگا دوں" مگر"سائم رومان کو بیڈ کی جانب دھکا دیتا غرایا تھا۔

تمہارے جیسے نام نہاد غیرت مند مرد عورت پر ہاتھ اٹھانے کے سوا کر بھی کیا" سکتے ہیں مسٹر سائم ؟ مگر تم بھول رہے ہو اس وقت تمہارے سامنے کوئی معمولی لڑکی نہیں بلکہ رومان اجمل کھڑی ہے جو کسی مائی کے لالا سے نہیں ڈرتی" رومان اپنے سکے سنورے روپ سے بے پرواہ شولا جولا بنی مقابل آئی تھی۔

" تم مجھے ہاتھ اٹھانے پر مجبور کر رہی ہو رومان "

"تم سب نے مجھے یوں چیخنے پر مجبور کیا ہے۔یہ کیوں بھول رہے ہو ؟"

"ہر چیز پر بڑوں کو قصوروار مت ٹھہراؤ۔انہوں نے صرف تمہاری عزت بچانے کے لیے ہمارا نکاح کیا ہے ورنہ تمہارا وہ نام نہاد عاشق جسے تم نے پسند کیا تھا۔وہ سرے راہ تمہیں یہ سب ذلت سہنے کے لیے یوں چھوڑ گیا تھا۔" سائم کا کرارا جواب کسی تازیانہ سے کم نہ تھا۔

رومان کی سرخ آنکھوں میں مرچی سی بھر گئی تھی۔

"اسے م۔۔۔۔" رومان اچانک بولتے بولتے رکی تھی۔حمزہ کی التجاء کانوں میں گونجی تھی.

""کیا ہوا سارا طنطنہ جھاگ کی طرح بیٹھ کیوں گیا؟سچ برداشت نہیں ہوا کیا؟""

سائم اسکی چپی کو سمجھے بغیر طنز کے نشتر چلاتے بولا تھا۔

میرے ماں باپ کی عزت بچانے کے لیے "مہان رحم دل سائم ابرار "تمہارا"
بہت شکریہ مزید تم سے منہ ماری کی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔ میں تھک گئی ہوں
اوکے بائے "روماں سپاٹ لہجے میں کہتے اسے نظر انداز کرتے باہر کی جانب
بڑھی تھی۔

تم میری بے عزتی کر رہی ہو روماں ابھی میری بات مکمل نہیں ہوئی۔ "سائم"
نے اس کا بازو دبوچا تھا۔

سائم کی بات پر روماں نے گہری سانس بھری تھی۔ پھر سائم کی آنکھوں میں
آنکھیں ڈالے سپاٹ لہجے میں بولی

لیکن میں اب تم سے بات مکمل کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتی۔ سو ناؤ لیو می ""
روماں نے اپنی بازو اسکی گرفت سے کھینچی چاہی تھی۔

رومان کی بدتمیزی پر سائم نے ایک بار پھر سے بامشکل اپنے غصہ کو پیا تھا۔ عورتوں پر ہاتھ اٹھانے کا قائل نہیں تھا۔

تو پھر بھی تم میری اجازت کے بغیر یہاں سے نہیں جاسکتی۔ آخر رخصت ہو کر" آئی ہو۔ آج ہماری ویڈنگ نائٹ ہے۔ سوبی ریڈیو" سائم کا لہجہ لمحوں میں بدلہ تھا۔

کک۔۔۔ کونسی ویڈنگ نائٹ" پچھلے ایک گھنٹے سے لڑتی جھگڑتی اس انازادی" کی زبان پہلی بار لڑکھڑائ تھی۔

چچچ شہزادی صاحبہ آپکی یاداشت تو بہت کمزور نکلی۔ خیر کوئی نہیں بتہ دیتا ہوں۔" دو گھنٹے پہلے نکاح ہوا ہے ہمارا، قانوں اور شرعی بیوی ہو تم میری اور تمہاری گھلوہر افشانی کا نتیجہ ہے کہ آدھے گھنٹے پہلے تمہاری رخصتی ہو چکی ہے۔ اتنا تو

جانتی ہو گی ناکہ رخصتی کے بعد ویڈنگ نائٹ ہی ہوتی ہے۔" سائم کی بے باک دھمکی پر رومان اندر تک کانپ گئی تھی۔

"بب۔۔ بکواس بند کرو۔ منہ مومنہ اور اندر سے کافر شخص، سب کے سامنے کیسے شریف النفس نظر آتے ہو اور مجھ سے کیسی بے ہودہ گفتگو کر رہے ہو۔ شرم نہیں آتی تمہیں" رومان سائم کی ڈھیلی ہوئی گرفت سے بازو چھڑاتے غرائی تھی۔

"بیوی کے سامنے کون کافر شریف رہتا ہے مائی ڈیر وائف یقین جانو تم سے ملنے سے پہلے تک میں شریف النفس اور خاندان کا سلجھا ہوا لڑکا ہی تھا مگر تمہاری اس زبان نے مجھے اس قدر بہودہ بننے پر مجبور کر دیا ہے۔
اب اپنی سلامتی چاہتی ہو تو چپ چاپ بغیر کوئی تماشہ کیے جا کر کپڑے چینج کر کے سو جاؤ۔ ورنہ۔۔۔" سائم کے اس ورنہ کے بعد کی ان کہی دھمکی رومان کے رونگٹے کھڑے کر گئی تھی۔

خود تو وہ کمرے سے چلا گیا تھا۔ رومان روتے روتے نیچے بیٹھتے گئی تھی۔

کب سے رکے ہوئے آنسوں تیزے سے بہے نکلے تھے۔ ایک ہی دن میں محبت کے کھو جانے، عزت کے نام پر قربان ہو جانے اور کسی ایسے انسان کی بیوی بن پر جس کو کزن ہوتے ہوئے بھی اس نے کبھی گھاس تک نہ ڈالی تھی کہ تمام واقعات نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔

اسے اس گھر میں ایک ہی شخص ناپسند تھا تو وہ سائم ابرار تھا۔ جو خود کو بہت زیادہ شریف النفس انسان اور گھر کا فرمابردار انسان سمجھتا تھا۔ اصل میں تو وہ ایک انتہائی بے ہودہ انسان تھا (بقول رومان کے) جو اس پر قسمت میں زبردستی تھوپ دیا گیا تھا۔

نجانے اب کیا ہونا تھا اس نفرت سے شروع ہوئے رشتہ کا انجام؟

@@@@@

"میں اور آئزل میاں بیوی نہیں ہیں بی بی جان آئزل میری خالہ زاد ہے جس کی شادی اپنے تایا زاد احد سے ہوئی تھی۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد احد نے لڑائی جھگڑا کر کے آئزل کو گھر سے نکال دیا اور خود کام کے سلسلے میں ملک سے باہر چلا گیا ہے۔ آئزل کے ماں باپ احد کی غیر موجودگی میں بیٹی کو واپس سسرال بھیجنے پر آمادہ نہیں ہے۔ ان حالات میں آئزل ڈپریشن کا شکار ہو رہی تھی۔ اسکی حالت کے پیش نظر میں خالہ سے اجازت لے کر اسے یہاں کی تازہ ہوا میں لے آیا ہوں۔ اور یہاں ایک غلط فہمی پھیل گئی کہ وہ میری بیوی ہے۔" حمزہ بغیر رکے ایک سانس میں کہہ گیا۔

"اس بات کا اندازہ تھا مجھے کہ آئزل تمہاری بیوی نہیں ہے۔" پر نور سے چہرے والی بی بی جان حمزہ کو شفقت سے دیکھتے بولی تھیں۔

"وہ کیسے؟"

اس دن جب تم آئزل بیٹی کو بے ہوشی کی حالت میں لے کر یہاں لائیں تھے "
تب اس کو ہوش دلاتے وقت تمہاری آنکھوں میں حجاب و حیا سی تھی۔ تم نظر
بھر کر بھی اسے دیکھنے سے ڈر رہے تھے۔ حالانکہ میاں بیوی تو سب سے
بے تکلف رشتہ ہوتا ہے۔ "

"تو پھر آپ سعد کی بات پر کچھ بولی کیوں نہیں"
کیونکہ میں پرکھنا چاہتی تھی کہ جو شخص میرے خاندان میں رہنے آیا وہ اس "
قابل بھی کہ اس پر اعتبار کیا جائے یا نہیں" بی بی جان مسکراتے ہوئے بولی تھی۔
حمزہ حیرت سے اس پرنور چہرے کو احترام سے دیکھے گیا۔

تو کیا میں آپ کی آزمائش میں پورا اترا؟" سوال پوچھا گیا۔ "
تبھی تو یہاں اس وقت موجود ہو۔" بی بی جان نے حمزہ نے سر پر پیار دیا تھا۔ "

مگر میں نہیں چاہتا کہ یہ بات سب کو پتہ چلے کہ آئزل کا شوہر اسے چھوڑ کر گیا "
ہے۔ میں آئزل کو ہر طرح کی ڈپریشن سے دور یہاں لایا ہوں۔ بے شک آپ
لوگ اس سے سوال نہیں کریں گے مگر آئزل اس بات کے کھلنے کے بعد یہاں
بھی خود کو انسکیور فیل کرے گی "حمزہ نے سنجیدگی سے بی بی جان کے سامنہ
مطالبہ کیا تھا۔

ٹھیک ہے کوئی اس چیز کا ذکر اس کے سامنے نہیں کرے گا۔ "بی بی جان کو اسکی"
آئزل کے لیے محبت صاف دیکھائی دی تھی۔ مگر وہ خاموش رہی

مگر؟ "حمزہ ہچکچاہا تھا۔ "
مگر میں آئزل کے ساتھ ایک کمرے میں بھی نہیں رہ سکتا" بات کرتے وقت "
حمزہ کی گناہیں شرم سے جھک سی گئی تھی۔

پریشان مت ہو حمزہ اگر تم یہ نہ بھی یاد دلاتے تو تب بھی میں اس بات کا خیال" رکھتی بچے، اب تم جاؤ۔ ہم نے تمہارے لیے علیحدہ کمرہ تیار کروا رکھا ہے۔ اور گھر والوں کو سنبھالنا ہمارا کام ہے۔ "بی بی جان کو سامنے کھڑے حیادار وہ شخص بہت بہایا تھا۔

" شکریہ بی بی جان"

@@@@@@

کیا بات ہے سائم یہاں کیوں کھڑے ہو؟ "کمال صاحب جو اپنے پورشن کی" طرف بڑھ رہے تھے۔ اپنے لاڈلے بھانجے کو اتنی ٹھنڈ میں باہر صحن میں کھڑا دیکھ چونکے تھے۔

آپ جانتے بوجھتے بھی مجھ سے یہ پوچھ رہے ہیں" سائم ناراضگی سے بولا تھا۔" انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہا ہو۔ کہہ تو ایسے رہیں جیسے آپ کو تو کچھ نہیں پتہ

لاڈلہ اب جب اوکھلی میں سر دیا ہے تو ڈر کس سے رہے ہو" کمال صاحب نے اسکی ہمت بندھائی تھی۔

خاندان کی عزت بچانے کے لیے آخر آپ سب کو میرا سر ہی کیوں ملا چاچا جان" "سائم نے شکوہ کناں لہجے میں کہا تھا۔

سائم میری جان میرے بچے تمہاری اس حالت کے زمہ دار اصل میں میں اور" تمہاری چچی ہیں۔۔۔۔۔۔۔(آہستہ آہستہ وہ آئزل، احد، حمزہ اور رومان سب کے متعلق بتا گئے۔)ان سب میں سب سے برا رومان کے ساتھ ہوا ہے میرے بچے اس لیے اس کا ردِ عمل انتہائی شدید ہے۔میری تم سے التجاء ہے سائم پلیز رومان کے ساتھ مزید برامت کرنا۔وہ بچی ان سب کے قابل نہیں ہے۔"کمال صاحب کی آنکھیں نم تھی۔کندھوں جھک سے گئے تھے۔

سائم کو چند لمحوں میں بہت بڑھے نظر آئے تھے۔

"چاچا جان یوں کہہ کر مجھے شرمندہ مت کریں۔اصل میں تو ان سب کے زمہ دار احد بھائی ہیں جنہوں ایک ساتھ چار زندگیاں برباد کی ہیں۔انہوں نے آئزل میری لاڈلہ بھرجائی کو بے انتہاد کھ دیا ہے۔میں ان کی طرف سے آپ سے معافی مانگتا ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ رومان کی زندگی خوشیوں سے بھر دوں گا۔" سائم نے کمال صاحب کو کندھوں سے تھامتے گلے لگا کر حوصلہ دیا تھا۔

"مجھے تم سے اسی سمجھداری کی امید تھی۔اسی وجہ سے تو تم اور حمزہ میرے پکے والے دوست ہو۔دونوں ایک جیسے ہو سب کا خیال رکھنے والے میرے سمجھدار بچے، سائم بس مجھے تم سے ایک وعدہ چاہیے کہ جب تک احد کا کچھ پتہ نہیں چل جاتا تم یہ راز راز ہی رکھو گے۔" کمال صاحب نے سائم کو خود میں بھینچتے ایک وعدہ چاہا تھا۔

"آپ پریشان مت ہوں چاچا یہ بات ہم میں ہی رہے گی۔اور جہاں تک رہی احد بھائی کی بات تو میں ان کو ڈھونڈنے میں آپکی مدد کروں گا۔ "

"شکریہ میری جان مجھے تم سے اسی سمجھداری کی امید تھی۔اب جاؤ جا کر آرام کرو۔زیادہ دیر اس ٹھنڈ میں مت کھڑے رہنا۔ "

جی جاتا ہوں۔"کمال صاحب کے جانے کے کتنی دیر تک سائم ٹھنڈ امیں کھڑا رہا۔

وقت اور تقدیر نجانے ان چاروں لوگوں کی زندگی کو کس جانب لے جانیوالی تھی۔؟

@@@@@

زندگی کا ہر دن اپنے ساتھ کچھ نئی آزمائشیں اور کچھ نئے رنگ لے کر آتا ہے۔ انسان نئے دن کے آتے پرانے دن کو بھول جاتا ہے۔اسی طرح ان سب کی زندگی کا پہیہ بھی دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگا تھا۔

سائم اور رومان کی شادی کو ہفتہ ہونے کو آیا تھا۔
سائم نے اس دن حقیقت جاننے کے بعد دوبارا اپنے کمرہ میں جانے سے پرہیز کیا تھا۔ وہ اپنے کمرہ سے ملحقہ اسٹڈی روم میں وقتی طور پر پناہ گزیر تھا۔ پتہ نہیں ایس کر کے وہ رومان کو اسپیس دے رہا تھا یا خود حقیقت قبول کرنے کے لیے خود کو راضی کر رہا تھا۔

وہی دوسری طرف شرمین بیگم بھی کچھ دن آئزل کی غیر موجودگی سب سے چھپانے میں کامیاب رہی تھیں۔

ایسے میں حمزہ اور آئزل بھی اپنے اپنے مداروں میں آگے بڑھنے لگے تھے۔ حمزہ اور سعد آج کل اپنی کمپنی کی بنیاد رکھنے کے چکروں میں مصروف تھے۔ حمزہ کی مصروفیات اچانک سے اتنی بڑھ گئی تھی کہ سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں رہی تھی۔

ایسے میں گزرے دنوں میں آئزل دھیرے دھیرے گھر والوں کے ساتھ گھلنا ملنا شروع ہو گئی تھی۔ اپنے دکھ تکلیف وہ ان زندہ دل لوگوں میں رہ کر وقتی طور پر بھول جاتی تھی۔

آئزل آپی آجائیں ہم باہر باغیچہ میں چل کر بیٹھتے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے مجھے بابا" نے سرخ گلاب کے پھول لا کر دیے تھے۔ جو کہ میں نے باغ میں لگائے تھے۔ اب تو ان سے ننھی ننھی کلیاں پھوٹنے لگی ہیں۔ وہ بہت خوبصورت لگتی ہیں۔ سچی دل خوش ہو جاتا ہے۔" افراح خوش مزاج سولہ سترہ سالہ سعد کی چھوٹی بہن تھی۔ جو کالج سے آنے کے بعد یونہی آئزل کے قریب ہو جایا کرتی تھی۔

"او نکچڑی میری پری آپی کو لے کر اپنے اس منحوس سے باغ میں کیوں جا رہی ہو۔ اگر وہاں تمہارے جیسی چڑیل اس کے پیچھے لگ گئی تو حمزہ بھائی کا کیا بنے گا۔ اس لیے ان کا بازو چھوڑو آج یہ میرے ساتھ لانگ ڈرائیو نگ پر جائیں گی۔" دور سے ان کو گھر کے پیچھلی جانب جاتے دیکھتا احمر ایک دم چیختا ہوا آیا تھا۔

"بن مانس کبھی کہ زبان سے ہمیشہ فضول الفاظ ہی نکالنا۔ تمہیں ہی چمٹیں چڑیلیں اور تمہارے ساتھ لانگ ڈرائیو نگ پر کون کافر جائے؟ توبہ استغفار اگر تم نے کبھی گاڑی ماردی تو نہ بابا نہ وہ تو میرے ساتھ ہی جائیں گی۔" ہانپتے کانپتے ان کے نزدیک آتے احمر کو دیکھتے افراح لڑاکا عورتوں کے جیسے کمر پر ہاتھ رکھتے بولی تھی۔

"نہیں یہ میرے ساتھ جائیں گی" احمر نے آئزل کو دوسرا بازو پکڑا تھا۔"

نہیں بندریہ میرے ساتھ جائے گی۔"افراح نے آئزل کو اپنی طرف کھینچا"
تھا۔

نہیں چڑیل یہ میرے ساتھ جائیں گی۔"احمر نے اب کہ اپنی طرف کھینچا تھا۔"
آئزل جوان دونوں کی نوک جھوک کو انجوائے کر رہی تھی۔اس اچانک بدلتے
حالات پر الجھ گئی تھی۔
وہ دونوں اسے چھوڑتے ادوسرے سے گھتم گھتا ہو گئی تھے۔

افراح نے احمر کے بال زور سے پکڑ کر کھینچے تھے۔احمر خونخوار بنااس کے پیچھے لپکا
تھا۔

افراح کی بچی میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں میرا سارا اسٹائل خراب کر دیا۔تم تو"
جلتی ہو میری خوبصورتی سے چڑیل کہی کی"احمر آگ بگولا ہو رہا تھا۔

رہتے نہیں تم کہی کے "لی من ہو" (کورین ایکٹر)" پھرتی سے اس کے ہاتھ" سے نکلتی افراح پیچھے مڑ کر کرزبان چڑھانا نہیں بھولی تھی۔

مگر یہ کیا پیچھے دیکھنے کی وجہ سے یہ پھسلی افراح اپنے ہی باغیچہ میں لگے پانی کے چھڑ کاؤ پر۔

ہاہاہااب لگ رہی ہو اصل چڑیل "مٹی میں لپٹی افراح کا مزاح اڑاتے احمر ہنس" ہنس کر دہرا ہو رہا تھا۔

ہنس تو آئزل بھی رہی تھی۔اتنا ہنس رہی تھی کہ اس کی آنکھوں سے آنسوں نکلنا شروع ہو گیے تھے۔جن میں اچانک اس ہرجائی (احد) کی یاد کی تکلیف بھی شامل ہو گئی تھی۔جسِ وہ افراح کی طرح تنگ کرتی تھی۔

"کیا ہوا آپی رو کیوں رہی ہیں؟" افراح کے جانے کے بعد احمر آئزل کے آنسوں دیکھ کر اچانک پریشانی سے پوچھنے لگا۔

"ارے بدھو یہ تو تم لوگوں نے ہنس ہنس کر پیٹ میں درد ہی اتنا کروا دیا ہے کہ یہ خود نکل پڑے چلو اب بس کرو۔" آئزل نے جھوٹ گھڑا تھا۔

وہ یونہی سب سے اپنے غم کو چھپاتی تھی۔ مگر پھر بھی یہ آنسوں سعد کے ساتھ اندر کی طرف جاتے حمزہ مصطفیٰ سے نہیں چھپ پائے تھے۔ جو جب کبھی اس سے ٹکراتا تو آئزل اسی طرح غصہ سے منہ پھیر لیتی تھی۔

اب بھی حمزہ کو دیکھتے آئزل کی آنکھوں میں نفرت اور غصہ جل اٹھا تھا۔ اسے نظر انداز کرتی وہ اندر کی جانب بڑھی تھی۔

@@@@@@

"اب میں اسٹیج پر دعوت دیتا ہوں آج کی تقریب کے مہمانِ خصوصی مس ریچل اینڈان کی ہسبنڈ مسٹر احد کو کہ وہ آئے اور اپنے اس نیو پرفیوم کی لانچنگ پر کچھ کہیں۔ جس کا نام انہوں نے "بونڈنگ" رکھا ہے۔" چمچاتی حسین شام میں بزنس کی دنیا کے ٹائیکون کے درمیان کھڑے احد کی گردن اس حسین ترین لڑکی کا ہاتھ تھامے اسٹیج پر جاتے کچھ اور اکڑ سی گئی تھی۔

"گڈ ایوننگ لڈیز اینڈ جینٹل مین" شستہ انگریزی میں سب کو گھائل کرتی اس حسینہ کی آواز لاونج میں گونجی تو پن ڈرام خاموشی چھا گئی۔

" ویسے تو میری کمپنی ہمیشہ سے برینڈ کام کرتی ہے۔ اس کا ہر پراڈکٹ لوگوں کے دلوں پر اس اپنے چھاپ چھوڑتا ہے جو کہ صدیوں تک یاد رہتا ہے۔ مگر "بونڈنگ" کی کامیابی میرے لیے بہت اسپیشل ہے کیونکہ اس کا نام میرے بوئی فرینڈ احد نے نا صرف منتخب کیا تھا۔ بلکہ اس کی کامیابی کے پیچھے بہت بڑا ہاتھ احد کا بھی ہے۔ سو میں چاہتی ہو کہ اس برینڈ کے متعلق اب آپکو احد ہی آ گے

بتائے۔" ریچل نے احد کے گال کو بے حیائی سے چھوا تھا۔ وہ مکمل طور پر فرفتا ہوئی لگ رہی تھی۔

" ہیلو ایوری میں صرف ایک عام سہ بندہ احد ہوں جس کو میری جان ریچل بہت خاص بنا رہی ہے۔ کیونکہ وہ مجھ سے بہت محبت کرتی ہے اور میں بھی ریچل سے محبت کرتا ہے۔ چونکہ یہ پرفیوم ہم دونوں کے تجربہ کو ملا کر تیار کی گئی ہے۔ اس لیے میں نے اس کا نام بونڈنگ رکھا ہے۔ جو میرے اور ریچل کے اسٹرانگ ریلیشن شیپ کو ظاہر کرتی ہے۔" اکڑ اور غرور سے سبھی آنکھوں سے ریچل کو دیکھتا وہ جھکا تھا اور سامنے کھڑی اس لڑکی کے لبوں پر جھکا تھا۔ ساتھ ہی ان کے پیچھے اس بڑے سے بینر پر پرفیوم کی ایڈ چلنے لگی تھی۔

لوگوں نے تالیاں پیٹتے احد کی بے حیائی پر اسے داد دی تھی۔

لانچنگ کے بعد مغربی معاشرے کے رنگ میں رنگا اور اپنے مذہب سے دور احد ابراراب سب لوگوں سے مل رہا تھا۔

اچانک دو لوگ اس کے سامنے آ کر کھڑے ہوئے تھے۔ جن کو دیکھ کر اس کا رنگ سپید پڑا تھا۔

امید ہے احد ابرار گناہ اور نیکی کا فرق تو تم بھول گئے ہو گے مگر مجھ ناچیز کو تم نے یاد ضرور رکھا ہو گا۔" اردو میں کہی گئی بات ریچل کو تو سمجھ نہیں آئی تھی پر بغل میں کھڑے احد کے چہرے کا رنگ اڑا گئی تھی۔

@@@@@@@@@

بہو آئزل اتنے دنوں سے کہاں گم ہے؟ کیا وہ کہی گئی ہے؟ یا تم کچھ چھپا رہی ہو بہو؟" دادا حضور نے شرمین بیگم کو مخاطب کیا تھا۔

نن۔۔۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے دادا حضور وہ آئزل کمرے میں آرام کر رہی ہے۔" شرمین بیگم کی زبان میں جھوٹ بولتے ہلکی سی لرزش آئی تھی۔

کیا ہوا ہماری لاڈلی کو بہو، بالکل ہم خود چل کر اپنی بیٹی کو دیکھتے ہیں۔" دادا حضور اپنی کرسی سے اٹھے تھے۔

آپ کو جانے کی کیا ضرورت ہے؟" شرمین بیگم ہڑبڑا سی گئی تھی۔ پھر دادا" حضور کی گھورتی نظروں پر تصیح کرتے بولی

میرا مطلب ہے کہ ابا جان آج کل آپ کے گھٹنوں میں ویسے ہی درد رہتا ہے۔" سیڑھیاں چڑھ کر آئزل کے کمرے میں جائیں گے تو درد مزید بڑھ جائے گا۔ میں آئزل کو اٹھا کر آپ کے پاس بھیج دیتی ہوں۔" شرمین بیگم تھوک نگلتے بولی تھی۔

ٹھیک ہے بہو یاد سے بھیج دینا ہمیں اس سے رخصتی کے متعلق بات کرنی ہے۔" تم تو جانتی ہوں کہ آج صبح کی فلائیٹ سے احد بیٹا بزنیس ڈیل سے فارغ ہو کر آچکا

ہے۔اب ہم دونوں بچوں کی رخصتی چاہتے ہیں۔" دادا حضور کی بات پر شرمین بیگم چونکہ تھی۔

کیا احد واپس آگیا دادا حضور ؟" شرمین بیگم کے لہجے میں ان کہی سی خوشی تھی" اپنی بیٹی کے زندگی تباہ ہونے سے بچ جانے کی۔

چچی جان کام سے گیا تھا۔بھاگ تھوڑی گیا تھا جو اپ ایسا کہہ رہی ہیں۔"کمرے" میں داخل ہوتا احد شریر لہجے میں بولا تھا۔

دادا حضور نے خوشی سے اٹھ کر اسے گلے لگایا تھا۔

".....نہیں نہیں نہیں بیٹا میرا مطلب تھا کہ شکر ہے کام جلد نبٹا کر بچہ آگیا"

"بس بس زیادہ باتیں بگھارنے کی ضرورت نہیں ہے بہو۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اس ہفتہ بچوں کو رخصت کر دیا جائے اس لیے جاو جا کر آئزل کو بھیجو ہمارے پاس۔۔۔" دادا حضور شرمین بیگم کی بات کاٹ کر بولے تھے۔

شرمین بیگم متفکر چہرہ لیے اپنے پورشن کی جانب واپس آئی تھی۔

"اتنی جلدی آئزل کو کہاں سے لاؤ۔ کمال صاحب بھی نجانے رات سے کہاں گم ہیں؟" شرمین بیگم موبائل کے لیے نظر گھماتے بڑائی تھی۔

کہ اتنے میں باہر سے گاڑی کا ہارن سنائی دیا تھا۔
لگتا ہے کمال صاحب آ گئے ہیں" شرمین بیگم نے کھڑی کا پردہ کھسکاتے باہر دیکھا تھا۔ جہاں گاڑی سے اترتی آئزل کو دیکھتے وہ خوشی سے باہر لپکی تھی۔

"آئزل میری بچی تم یوں اچانک آگئی۔ بتایا بھی نہیں چلو خیر یہ اچھا ہوا کہ تم ٹائم پر آگئی ہو ورنہ پچھلے عرصہ سے جس راز کو ہم سب سے چھپا رہے تھے وہ آج سب کے سامنے آہی گیا تھا۔ بہت اچھا کیا کمال صاحب کے آپ اسے لے آئے" شرمین بیگم کی خوشی دیدی تھی۔

اپنی خوشی میں وہ آئزل کے سپاٹ چہرے اور سرخ آنکھوں کو نہ دیکھ سکیں تھیں جو اس وقت ہر جزبہ سے پاک تھا۔

" شکریہ مجھے نہیں حمزہ کو کہو جو آئزل کو بروقت یہاں تک پہنچا کر گیا ہے۔"

"آپ حمزہ کو یہاں تو لے کر نہیں آگئے نا دادا حضور بہت غصہ ہونگے رومان والا واقع ابھی سرد نے ہوا۔" شرمین بیگم نے دہل کر پوچھا تھا۔

"نہیں اتنا باولا نہیں ہے۔ تم یہ سب چھوڑو بچی کو اندر لے کر چلو کیا اب یہی کھڑی رکھو گی "کمال صاحب نے بیگم کو گھر کھا تھا۔

"اندر نہیں آئزل پہلے دادا حضور کے پاس جائے گی۔ وہ کب سے اس کا انتظار کر رہے ہیں۔" شرمین بیگم اپنی بیٹی کو محبت سے دیکھتی بولی تھی۔

پھر کندھے پر رکھی اسکی چادر سے اسکے وجود میں ہوتی تبدیلیوں کو چھپاتے بولی

"تھوڑا کندھے جھکا کر رکھنا اور چادر کو کس کر پکڑے رکھنا۔ تمہاری چھوٹی چچی تو آج کل اسی کوشش میں ہوتی ہے کہ کب تمہاری کوئی بات ہو اور کب وہ اپنی بیٹی رومان کی بے عزتی کا بدلہ لے سکیں "
ماں کی تنبیہ پر مجسمہ کی طرح کھڑی آئزل روڈ لہجے میں بولی تھی۔

میں کیوں جھک کر چلوں؟ اگر وہ شخص غلطی کر کے سب کے سامنے سر اٹھا کر " کھڑا ہے تو میں بھی ایسے ہی دادا حضور کے پاس جاؤں گی۔" آئزل یہ کہتے ہی دوسری پورشن کی طرف کھلتے دروازے کی جانب بڑھی تھی۔

شرمین بیگم اور کمال صاحب نے پہلی بار اپنی بیٹی کے اس بدلاؤ کو شدت سے محسوس کیا تھا۔ کچھ غلط ہونے کا اندیشہ تیزی سے دل میں ابھرا تھا۔

@@@@@@

السلام و علیکم دادا حضور" لاونج میں داخل ہوتے ہی آئزل نے سلام کیا تھا۔

لاونج میں بیٹھے دادا حضور کے ساتھ ساتھ ابرار صاحب اور مہک بیگم، سیڑھیاں اترتا احد بھی متوجہ ہوا تھا۔

وعلیکم السلام میرا بچہ اتنے دنوں بعد آج دادا کی یاد تو آہی گئی تمہیں" دادا "
حضور آئزل کو دیکھ کر کھل اٹھے تھے۔

دادا حضور کے ساتھ ساتھ ابرار صاحب نے بھی اس کے سر پر پیار دیا تھا۔ مہک بیگم نے گلے لگاتے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔ وہ سبھی لاونج میں بیٹھ گئے تھے۔ اتنے میں احد بھی قریب آگیا تھا۔ آئزل کے چہرے پر سختی سی در آئی تھی۔

طبیعت تو ٹھیک ہے بچہ ؟ تمہارا چہرہ اتنا زرد کیوں ہو رہا ہے۔ لگتا ہے اپنی صحت" کا خیال رکھنا چھوڑ دیا ہے تم نے" دادا حضور پریشانی سے آئزل کے کمزور چہرے کو دیکھتے ہوئے بولے تھے۔

آئزل کا پیٹ تو اتنا نہیں ابھرا تھا مگر جسامت میں آئی تبدیلیوں پر مہک بیگم بھی ٹھٹھک سی گئی تھی۔

ٹھیک ہوں میں دادا حضور مجھ جیسی سخت جان کو کچھ نہیں ہوتا" آخری فقرہ دل میں بولتے آئزل کا لہجہ تلخ سہ تھا۔

احد کی نظریں اسی کے چہرے کی طرف تھیں۔ جیسے خطرہ ہو کہ آئزل کچھ بول نہ دے۔

کوئی بات ہوئی ہے آئزل؟ کسی نے کچھ کہا ہے بچے؟" دادا حضور فکر مند ہوئے تھے۔

آئزل نے نفرت سے پہلے بار اپنی طرف دیکھتے احد کو دیکھا تھا۔ جو تھوڑا بے چین سہ نظر آنے لگا تھا۔

دل تو کر رہا ہے ابھی چیخ چیخ کر سب کو تمہارے ظلم بتاؤ مگر پھر اپنے ماں باپ "

۔۔۔"آئزل سلگتے لہجے میں سوچتے لاونج میں داخل ہوتے اپنے باپ کی عزت

جانے کے خوف سے سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ چپ سی ہو گئی تھی۔

کچھ خاص بات نہیں دادا جان بس سر میں تھوڑا درد ہے۔"آئزل بمشکل بولی"

تھی۔

لو اتنی سی بات "دادا حضور جیسے پر سکون ہوئے تھے۔پھر سامنے سے ٹرے"

تھامے وہاں آتی رومان کو دیکھ کر بولے تھے۔"بہت اچھا ہوا رومان بیٹا کہ تم

" چائے لے آئی۔لاؤ یہ آئزل کو دو۔

جی دادا حضور" سپاٹ لہجے میں کہتے رومان نے آئزل کے سامنے ٹرے کی"

تھی۔

آئزل نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ جس کی آنکھوں سے نکلتی چنگاریوں اسے اپنا چہرہ جسلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

روماں یہاں کیا کر رہی ہے دادا جان "آئزل کی بات پر دادا حضور سمیت سب" حیران ہوئے تھے۔ رومان کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

آئزل عجیب سی باتیں کیوں کر رہی ہوں بیٹا رومان کی شادی سائم سے ہوئی ہے" تو ظاہری سی بات ہے اس نے یہی ہونا تھا۔ تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے تم اس بات سے لاعلم تھی۔" مہک بیگم نے سب کے منہ کی بات کہی تھی۔

وہ بڑی ماما۔۔۔ میرا مطلب تھا کہ رومان کیوں یہ کام کر رہی ہے۔ نوکر کہاں" ہیں۔ وہ سرو کیوں نہیں کر رہے "آئزل اپنے ہونٹ تر کرتے بہانہ بناتے بولی تھی۔

ورنہ اندر تو اس کے تباہ کاریاں شروع ہو چکی تھی۔ کسی لڑکی کی خوشیاں اس کے بھائی جیسے خالہ زاد حمزہ کی وجہ سے چھن گئی تھی۔اسے اپنا آپ مجرم سہ لگنے لگا تھا۔اس لیے نم آنکھیں جھکا گئی تھی۔

" نوکر آج چھٹی پر ہیں اور ویسے بھی گھر کے کام 'بہو کرے تو زیادہ اچھا لگتا ہے' کیونکہ بڑی ماما میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا" رومان کی بات میں ایک طنز تھا جو اور کسی کو سمجھ آیا ہو یا نہیں مگر آئزل اور شرمین بیگم کو ضرور سمجھ آ گیا تھا۔

ان کے چہرے کا رنگ منٹوں میں اڑا تھا۔

" بالکل بیٹا! خیر تم یہ باتیں چھوڑو۔ آئزل بچہ میں نے تمہیں یہاں تمہاری اجازت لینے کے لیے بلایا ہے۔ تم جانتی ہوں احد کافی عرصہ بعد واپس آ گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں اب جلد از جلد تم دونوں کی رخصتی کر دی جائے۔ اگر تمہاری

اجازت ہو تو؟" دادا حضور کی بات پر آئزل نے پھٹی پھٹی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

میں کبھی رجوع نہیں کرنا چاہتی، میں کبھی اس شخص کے پاس اب واپس نہیں" جانا چاہتی جس کے لیے اسکی اپنی اولاد گالی نما ہے۔میں رخصتی نہیں چاہتی دادا حضور" آئزل چیخ کر سب کو کہنا چاہتی تھی۔آنسوئں پلکوں کی باڑ توڑ کر باہر آنے کو بے تاب سے تھے۔

ابا جان آئزل کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔آخر کو پسند سے ہی تو نکاح ہوا تھا۔" میرا خیال ہے کہ اب آپ رخصتی کی تاریخ رکھیں بس..." رومان لہجے کو شیریں بناتے بولی تھی۔

بالکل دادا حضور رومان ٹھیک کہہ رہی ہے۔آئزل کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔" آپ تاریخ رکھیں" شرمین بیگم نے بھی حامی بھری تھی۔

آئزل کا حال ایسے تھا جیسے نہ زندوں میں اور نہ مردوں میں ،وہ زندہ لاش کی طرح بیٹھی تھی۔

دادا حضور آئزل کو سینے سے لگاتے سر پر بوسہ دیتے بولے تھے۔"ٹھیک ہے پھر ہم چاہتے ہیں اسی ہفتہ کی آخری شام میری بیٹی رخصت ہوا کر یہاں آجائے۔" دادا حضور کی بات پر ان کے بیٹے اور بہوں نے خوشی سے پھولے نہ سماتے ایک دوسرے کو گلے لگایا تھا۔
آئزل اور احد کو پیار کیا تھا۔

حیرت یہ تھی کہ احد چپ چاپ وہاں بیٹھا تھا۔
@@@@@@@
آنکھوں میں نفرت کے شعلے لیے رومان تیزی سے اپنے کمرے میں آئی تھی۔
اسٹڈی روم سے نکلتا سائم رومان سے ٹکرایا تھا۔

"اندھے ہو گئے ہو یا آنکھیں کرایے پر دے کر آئے ہو؟" کہی اور کا غصہ کسی اور بچارے پر نکل رہا تھا۔

"میری آنکھیں تو الحمدللہ میرے پاس ہیں۔البتا تمہارا علم نہیں کہ وہ کہاں ہیں؟" سائم ادائے بے نیازی سے بولا تھا

"""بکواس بند کرو ابھی میرا تم سے بحث کرنے کا موڈ نہیں ہے۔جاؤ یہاں سے رومان نے اپنے غصہ کو کنڑول کیا تھا۔

سائم نے غور سے اسے دیکھا تھا۔اسے وہ پیچھلے دونوں سے زیادہ آج بہت بے چین لگی تھی۔چاچا جان سے اس رات بات کرنے بعد وہ رومان سے الجھنے سے اجتناب کرنے لگا تھا۔

اور نجانے نکاح کا اثر تھا یا کیا بات تھی کہ اسے رومان سے ہمدردی اور لگاؤ ہونے لگا تھا۔

"کیا کوئی بات ہوئی ہے" اچانک ہی سائم کا لہجہ نرم اور فکر مند ہوا تھا۔
رومان کا رونے کو دل کیا تھا۔ مگر پھر کمزور پڑنے کے ڈر سے وہ چیخی تھی۔

"تم سے شادی ہو کر مقدر پھوٹ گئے ہیں میرے اس سے بڑی بات اور کیا سکتی ہے؟ ہر وقت میرے سر پر منڈلاتے رہتے ہوں۔ جب جب تمہیں دیکھتی ہوں خود سے نفرت سی ہوتی ہے کیوں سوار رہتے ہو میرے سر پر" رومان کے لہجے میں کڑواہٹ سی بھر گئی تھی۔

"بکواس بند کرو رومان کیا کمی ہے مجھ میں جو ہر وقت کا رونا روتی رہتی ہو۔ نہیں بلکہ تم تو ہو ہی ناشکری اور بے حس لڑکی جو ایک ہی بات کا ماتم مناتی رہتی ہے۔ نہیں بات کرنی تو مت کرو مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے۔" سائم یہ کہتے ہی واش

روم کی جانب بڑھا تھا۔ جب رومان کی کانوں میں پڑتی بات پر افسوس سے اسے دیکھ گیا۔

"ہاں شاید میں بے حس ہی تو ہوں تبھی تو اس منحوس لڑکی کو اپنے سامنے برداشت کر رہی ہوں۔ جو میری زندگی تباہ کر کے اب خود نیچے سب کا پیار لے رہی ہے۔ اور یہاں میں تڑپ رہی ہوں۔ اگر مجھے خوشیاں راس نہیں آئی تو تم بھی کبھی خوش نہیں رہ پاؤ گی آئزل اللہ کرے تم مر جاؤ۔ احد بھائی تمہیں پھر سے چھوڑ دے تمہارا بچہ مر جائے تم کبھی خوش نہ رہ پاؤ" اس زخم زخم ہوئی لڑکی کے دل سے آہ نکلی تھی۔ جو آسمان تک گئی تھیں۔

سائم نے دکھ اور صدمے سے اس لڑکی کو دیکھا تھا۔

ہوائیں آنے والے وقت کے خوف سے کانپ اٹھی تھی۔ جیسے کچھ بہت برا ہونے والا تھا۔ وقت بدلنے والا تھا۔ سب کچھ تباہ ہونے والا تھا۔

@@@@@@@@

راولپنڈی کی سرد ہواؤں میں لپٹی اس گہری رات میں حمزہ ٹیرس پر کھڑا آسمان پر نظر آتے چاند کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ چہرے پر حزن کا سماں تھا۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھی۔ اس خوبرو شہزادہ کا غم اسکی حالت زار بیان کر رہی تھی۔ گزری رات کے مناظر کسی فلم کی طرح اسکی آنکھوں میں چل رہے تھے۔

آئزل بیگ پیک تیار کرو ہمیں آج رات فیصل آباد کے لیے نکلنا ہے۔" کمرے میں داخل ہوتے حمزہ نے اطلاع دی تھی۔

لیکن کیوں؟" ائزل جو نائیٹ ڈریس پکڑے واش روم کی طرف جا رہی تھی، حیرت زدہ سی مڑی

کمال انکل کا فون آیا تھا۔ احد واپس آچکا ہے۔ اب تمہیں چھپ کر بیٹھنے کی" ضرورت نہیں ہے۔ جلد ہی تمہاری رخصتی ہو جائے گی۔" حمزہ خود ہی بیگ پکڑے اس کی پیکنگ کرنے لگا تھا۔

پر میں اب واپس نہیں جانا چاہتی" آئزل کا چہرہ پل بھر سپاٹ ہوا تھا۔"

تمہاری رائے معنی نہیں رکھتی کیونکہ کمال انکل کا آڈر آچکا ہے۔ ویسے بھی" کبھی نہ کبھی تو تمہیں ان سب کا سامنہ کرنا ہی ہے۔ تو پھر وہ آج ہی سہی" حمزہ آئزل کی بات کو خاطر میں نہ لاتے بولا تھا۔

حمزہ میں واپس نہیں جاؤں گی پلیز پلیز تم بابا سے بات کرو۔ میں اپنی عزت" نفس کو مزید نیچے نہیں گراسکتی اور کیا بھروسہ کہ اس نے ایک بار پھر سے مجھے تکلیف نہ پہنچائی تو۔" حمزہ کے اٹل فیصلہ پر آئزل کی آنکھوں میں آنسوں آگئے تھے۔

آئزل کی بھرائی ہوئی آواز پر حمزہ کے حرکت کرتے ہاتھ رکے تھے۔ گہری سانس بھرتے حمزہ آئزل کے پاس آتے بولا

آئزل بدگمانیوں کو دل میں جگہ مت دو۔یقین کرو اب وہ کچھ غلط نہیں کرے "
گا۔"حمزہ اسے یقین تھما رہا تھا۔مگر آئزل کی آنکھوں میں ہلکورے لیتا ایک ڈر
اسے یقین کا وہ سرا تھامنے ہی نہیں دے رہا تھا۔

اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو۔یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے مزید توڑ "
دے۔اگر میں تیسری بار توڑی گئی نا تو پھر کبھی جڑ نہیں پاؤ گی"آنسوں قطروں
کی صورت ٹپک رہے تھے۔

حمزہ کا ہاتھ خود با خود ان آنسوں کو چننے کے لیے اٹھا تھا۔مگر خود پر ضبط کرتے وہ
درمیان میں ہی روک گیا تھا۔

پارٹنر پلیز آنسوں صاف کرو اور تیار ہو جاؤ وقت بیت رہا ہے۔کل کا سورج "
آپ نے ہر حال میں فیصل آباد میں دیکھنا ہے۔مزید بحث نہیں"حمزہ نظریں

چراتے بیگ کی زپ بند کرتے باہر کی جانب بڑھا تھا۔ جب آئزل کی آنسوؤں میں لپٹی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

"آپ پر یقین کر کے جا رہی ہوں حمزہ لیکن اگر اس بار میں توڑی گئی تو میرے گناہگاروں میں سب سے اوپر آپ کا نام ہو گا۔ میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ سمجھ لیجئے گا کہ آئزل مر گئی آپکے لیے۔۔"

اس کے بعد اس رات سب کو سچ جھوٹ ملا کر اصل بات بتاتے وہ آئزل کو اسی گاڑی سمیت فیصل آباد واپس چھوڑ آیا تھا۔ جس میں وہ اسے لے کر آیا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو حمزہ؟" سعد نے حمزہ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا تھا۔ حمزہ چونک کر ماضی کی یادوں سے باہر آیا تھا۔

"تم کب آئے؟" حمزہ خیالوں سے نکلتے بولا تھا۔

ابھی تم جب کسی کے خیال میں بری طرح گم تھے۔" سعد ریکنگ سے ٹیک لگائے اسکی طرف چہرہ لیے کھڑا ہو گیا تھا۔

" میں تو بس کل ہونے والی ڈیل کے متعلق سوچ رہا ہوں۔ جانتے ہوں نا یہ ہمارے کریئر کی پہلی منزل ہے اگر ہم اس میں کامیاب ہو گئے تو ہمارا کام آگے بڑھنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔" حمزہ بہت سنجیدہ دیکھائی دے رہا تھا۔

" ہاں بالکل اگر کل کی بڈ میں ہمارا سوفٹویئر سبقت لے جاتا ہے تو ہماری کمپنی دنوں میں ترقی کی منزلیں طے کریں گے۔ان شاءاللہ" وہ پر عزم تھے۔

" کل کی ڈیل سے پہلے میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں سعد یار میں اگر یہاں تک آسکا ہوں تو وہ تمہاری بدولت ہے۔ میرے پاس کمپنی تو شروع کرنے کے نام پر ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ تو نے اپنا وقت اور سرمایہ ء دونوں مجھ پر صرف کیا ہے۔ تیرے گھر والوں نے اور تو نے مجھ جیسے بھٹکے ہوئے شخص کو پناہ

دے کر مجھ پر بہت مہربانی کی ہے۔اس لیے شکریہ سعد آغا" حمزہ مخلصی سے بولا تھا۔

" اپنے شکریہ چولہے میں ڈالو سڑیل انسان دوست بھی کہتے ہو اور پھر یہ فارمیلٹیز بھی کرتے ہو۔تجھے یاد ہے یونیورسٹی کے ابتدائی سالوں میں تو نے میرا کتنا خیال رکھا تھا۔گھر سے دور رہتے ہوئے تو نے کبھی مجھے تنہا محسوس نہیں ہونے دیا تھا۔تو ایسے مخلص انسان کو اگر میں کھو دوں تو دنیا کا بے وقوف ترین انسان ہوں گا۔" مخلص دوست دنیا کی سب سے بہترین دولت ہوتا ہے اور حمزہ مصطفیٰ بھی آج سب کچھ کھونے کے باوجود سعد آغا کی دوستی پا کر مالا مال تھا۔

حمزہ نے سعد کو گلے لگایا تھا۔

" آئزل بہن گھر پہنچ گئی حمزہ؟ تیری بات ہوئی ان سے۔۔۔" اچانک آئزل کا یاد آنے پر سعد نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

ہمم کل رات کمال انکل کا جب فون آیا تو اسی وقت میں نے فلائیٹ بک کروالی" تھی۔اور پھر میں خود انہیں کمال انکل کے حوالے کر کے آیا تھا۔اسکے بعد ان میں سے کسی نے فون نہیں کیا۔شاید بھول گیے ہونگے۔"حمزہ سپاٹ تاثرات کیے بولا تھا۔

وہ یہ نہ کہہ سکا کہ جاتے ہوئے کمال صاحب اسے وہاں رابطہ نہ کرنے کو کہہ کر گئے ہیں۔

اگر انہیں بھول گیا ہے تو تم خود خیریت دریافت کرلو۔یہاں سب آئزل کو " بہت مس کر رہے ہیں۔احمر اور افراح تو بہت اداس ہو گئے ہیں۔اوپر سے گھر والوں کے پاس کوئی نمبر بھی نہیں ہے کہ وہ آئزل سے بات کر سکیں تو ہو سکے تو ایک دفعہ بی بی جان سے بات کروا دینا کیونکہ وہ آج مجھ سے آئزل بہن کی " خیریت پوچھ رہی تھی۔

احد واپس آ گیا ہے۔اب شاید کچھ دنوں میں رخصتی ہے ان کی تو وہ بزی ہونگی۔" میرا خیال ہے ہمیں انہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔"حمزہ اپنے کندھوں پر رکھی چادر ٹھیک کرتے بولا تھا۔

چونکنے کی باری سعد کی تھی۔

تو ٹھیک تو ہے حمزہ؟"سعد نے حمزہ کی طرف فکر مندی سے دیکھا تھا۔"

ہاں کیونکہ میں نے رب کی خواہش کے آگے گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔جو چیز میری" نہیں اس سے دستبردار ہو گیا۔میری دعا ہے کہ آئزل اور احد دونوں خوش رہیں۔ان پر کبھی کوئی آنچ نہ آئے۔احد آئزل اور اپنے بچہ کو خوش رکھے۔"حمزہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

سعد کو حمزہ کے چہرہ پر محبت کھو جانے ملالا تو نظر آیا مگر ساتھ ایک پر سکون سہ احساس بھی دیکھائی دیا جیسے وہ بہت مطمئین ہو۔

لو یو یار قسم سے اگر میں لڑکی ہوتا تو ابھی تجھے پرپوز کر دیتا" سعد نم آنکھوں سے " بولتے حمزہ کے گلے لگا تھا۔

حمزہ سعد کی بات پر مسکرا دیا تھا۔

ایک طرف دعا تھی تو دوسری جانب بدعا تھی نجانے کون پہلے آئزل کو لگنی تھی۔ہوائیں پر تجسس ہوئی تھی۔ہر طرف ایک بے چینی سی پھیل گئی تھی۔

@@@@@@

السلام و علیکم امام صاحب "مسجد کے ساتھ بنے امام صاحب کے ہجرے میں " داخل ہوتے کمال صاحب نے سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام کمال بیٹے خیریت آج یہاں؟" بارش سے پرنور چہرے والے امام صاحب کمال صاحب اوران کے ساتھ احداور سائم کو خوش آمدید کرنے کو اٹھے تھے۔

"جی امام صاحب آپ سے ایک چھوٹے سے مسئلہ پر مدد چاہیے تھی؟" کمال صاحب امام صاحب کے قریب ہی بیٹھے تھے۔

"یہ احد ہے میرے بھانجے اور داماد" کمال صاحب نے احد کی طرف اشارہ کیا تھا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولے "امام صاحب اصل میں شادی سے کچھ عرصہ بعد احد نے غصہ میں لڑائی کے دوران میری بیٹی کو طلاق دی تھی۔ جبکہ وہ اس وقت حاملہ تھی۔ مگر اب یہ رجوع کرنا چاہتا ہے۔ چونکہ ہم جانتے ہیں کہ بیوی حاملہ ہو تو طلاق نہیں ہوتی لحاظہ آپ بتائیں کہ یہ رجوع کس طرح کر سکتا

ہے۔"کمال صاحب نے سچ جھوٹ ملا کر امام صاحب سے رجوع کا طریقہ پوچھا تھا۔

اسی وجہ سے غصہ کو حرام قرار دیا گیا ہے بیٹا کہ یہ انسان کی زندگی تباہ کر دیتا" ہے۔ طلاق اللہ کے نزدیک بہت ناپسندیدہ عمل ہے۔ جو کہ تم غصہ میں سرزد کر بیٹھے ہو۔

اب میں تم سے چند سوال کرنا چاہتا ہوں۔

"پھر ہی میں کوئی جواب دے سکوں گا۔

@@@@@@

خوبصورتی سے سجے اس حال میں ہر طرف گہما گہمی تھی۔ نکاح کی رسم ہوتے ہی ہر طرف مبارکباد کا شور اٹھا تھا۔ لوگ مڑ مڑ کر اس خوبرو شہزادہ کو مبارکباد دینے آرہے تھے۔ جو سنجیدہ چہرہ کے ساتھ مبارکباد قبول کر رہا تھا۔

اس کے چہرہ کو دیکھ ساتھ بیٹھے نے شخص نے اپنا کندھا اسے مارتے کہا تھا۔

لالے تیرا نکاح ہوا ہے۔ تھوڑی مسکراہٹ چہرہ پر لے آ۔ ورنہ لوگ کہیں گے " کہ دلہے میاں کو شاید زبردستی مار کر یہاں بٹھایا گیا ہے۔" ساتھ بیٹھے شخص کے مزاح پر بھی دلہے کے چہرہ پر مسکراہٹ نہیں آئی تھی۔

اتنے میں دلہن کے آنے کا شور اٹھا تھا۔ دلہا دلہن کے استقبال کے لیے کھڑا ہوا تھا۔

دلہن سہج سہج کر قدم اٹھاتی سرخ اور گولڈن رنگ کے بھاری لہنگے میں سر پر سرخ ڈوپٹہ اوڑھے چلی آرہی تھی۔

" ماشاءاللہ دلہا دلہن کی جوڑی تو سورج چاند کی جوڑی جیسی ہے۔"

ارے بہن خوبصورتی معنی نہیں رکھتی بس نصیب اچھے ہونے چاہیے۔ اللہ" " کرے اس دفعہ اس لڑکی کی قسمت اچھی نکلے۔

" بچاری کے ماں باپ کی تڑپتی روح کو بھی شاید ایسے ہی سکون آجائے۔"

ایسی بھی کوئی بچاری نہیں ہے۔ارے ایسی منحوس ہے کہ ماں باپ تک کو کھا" " گئی۔دلہے کی ہمت ہے ویسے جو اس قدر منحوس لڑکی سے شادی کر رہا ہے۔

طرح طرح کی بولیاں اس دلہن کے کانوں میں پڑ رہی تھی۔جو ایک روبوٹ کی طرح ہر کسی کو نظر انداز کرتی چلی جا رہی تھی۔ہر احساس سے ماوراء لگ رہی تھی۔

دلہن کے ساتھ چلتی اس لڑکی کی آنکھیں اس وقت نم سی تھی۔اس نے دلہن کا اپنے گرم ہاتھوں میں دبایا تھا۔ایسے جیسے اپنے ہونے کا احساس دلایا ہو۔

اپنا ہاتھ آگے کرو بیٹا"" اسٹیج کے قریب پہنچتے ہی ویل چیئر پر بیٹھا وہ شخص نم " آنکھوں سے بولا تھا۔

مگر دلہن کی انداز میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ آخر کار اس ویل چیئر پر بیٹھے شخص کے اشارہ پر ساتھ کھڑی وہ لڑکی دلہن کا ہاتھ دلہے کے ہاتھ میں رکھتی بولی تھی۔

یہ ہاتھ بہت مان سے ہم تمہارے ہاتھ میں دے رہے ہیں۔ ہماری لاڈلی بہن کا" خیال رکھنا حمزہ مصطفیٰ" سنجیدہ چہرہ اور گہری آنکھوں مغرور کھڑی ناک پر سجائے اسٹیج پر دلہن کا ہاتھ پکڑے کھڑا وہ خوبرو شہزادہ حمزہ مصطفیٰ ہی تو تھا۔

مگر وہ کس لڑکی سے نکاح کر رہا تھا؟ قسمت نے آخر کونسا رخ پلٹا تھا۔

@@@@@@@

دلہن کے ساتھ ایک طرف ایک لڑکی بیٹھی تھی دوسری طرف اس کا شوہر حمزہ مصطفیٰ بیٹھا تھا۔ جو اس سے ایسے لاتعلق بیٹھا تھا۔ جیسے اسے جانتا ہی نہ ہو۔ دلہن بھی ہر چیز سے بے پرواہ مجسمہ کی مانند بیٹھی تھی۔ وہ ایسی دلہن تھی جو یا تو بہت

خوش اور مضبوط تھی یا پھر بے حس کیونکہ رخصتی کے وقت اس کی آنکھ سے ایک آنسوؤں بھی نہ ٹپکا تھا۔

اس کے برعکس دلہن کے ساتھ بیٹھی لڑکی مسلسل کچھ بول رہی تھی۔

"افراح بھکڑ چپ کر جاؤ۔ تم ایسے کر رہی ہو جیسے آج ہی بول بول کر بھابھی کا دماغ کھا جاؤ گی۔ یقیناً تمہارے بولنے سے بھابھی کے سر میں درد شروع ہو چکا ہو گا۔" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے احمر نے دلہن کے ساتھ بیٹھی افراح کو شرارت سے چھیڑا تھی۔

"سعد لالا دیکھیں نہ اس احمر کے بچے کو مجھے تنگ کر رہا ہے۔ میں تو صرف بھابھی کو دلاسہ دے رہی تھی۔" افراح نے روہانسے لہجے میں ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے سعد آغا کو شکایت لگائی تھی۔

توبہ توبہ افراح سعد لالا کے سامنے کیسے بے حیائی سے ہمارے بچوں کا ذکر کر رہی ہو۔ وہ بچارے تو ابھی تک منگنی کی رسم پر ہی ضبط کیے اوپر سے مجھے کوس رہے ہیں۔" گیارہ گز لمبی احمر کی زبان نے جب پروان بھری تو افراح کے کانوں سے دھواں نکلا تھا۔

حمزہ لالا دیکھیں اس شودہ کی زبان۔۔۔" افراح نے روہانسے لہجے میں حمزہ کو شکایت لگائی تھی۔ جو کب سے ان سب لا تعلق سڑک پر بھاگتی دوڑتی گاڑیوں کو دیکھتے سوچوں میں گم تھا۔

آواز آہستہ کر کے بات کرو تم دنوں کے پھٹے ڈھول میری شہزادی کو اٹھا دیں گے۔۔" سعد نے ان کی بحث اگنور کرتے اپنی جھولی میں سوئی اس معصوم سی گڑیا کے چہرے پر بوسہ دیتے کہا تھا۔

افراح کی آنکھوں میں صدمہ سے آنسوں آئے تھے۔ کب سے چپ بیٹھے حمزہ نے فوراً بہن کا دفاع کیا تھا

"احمر اب اگر تم نے میری بہن کو تنگ کیا تو گاڑی سے باہر پھینک دوں گا۔ پھر ساری عمر منگنی کے رشتے پر ہی صبر کرنا۔ شادی کو بھول جانا۔ اس لیے خاموشی سے ڈرائیونگ پر دھیان دو۔" گاڑی میں گونجتی حمزہ کی گھمبیر آواز پر جہاں افراح خوشی سے پھولے نہ سماتی چپ ہوئی تھی۔ وہی احمر حمزہ کی دھمکی پر شریف بنا تھا۔

سعد ایسے مسکرا رہا تھا۔ جیسے یہ سب اس کے لیے معمول کی بات تھی۔

حمزہ کی گھمبیر سنجیدہ آواز نے دلہن بنی بیٹھی اس لڑکی پر بہت گہرا اثر چھوڑا تھا۔ کب سے سوکھی آنکھیں اس آواز پر نم ہوئی تھی۔ پھر آنسوؤں کی لڑیاں بہتی ہی گئی تھی۔

جیسے جیسے سفر مزید بڑھتا جارہا تھا۔ ویسے ویسے اس لڑکی کی حالت رو رو کر بری ہو رہی تھی۔ نجانے کون کون سے خسارے تھے جو اسے یاد آئے تھے۔

افراح نے اسے ساتھ لگاتے حوصلہ دیا تھا۔ مگر زبان سے وہ کچھ بول نہ سکی تھی۔

پوری گاڑی میں ایک عجیب سا دل سوز سماں بندھ گیا تھا۔ سب خاموش تھے۔ دلہن کی ہچکیوں کی آواز حمزہ کے کانوں میں کسی ہتھوڑے کی مانند برس رہی تھی۔ چہرے کی سختی بڑھتی جا رہی تھی۔ مٹھیاں بھینچ کر ٹھوڑی کے نیچے ٹکاتے اس نے رب سے شدت سے دعا کی تھی۔

"یارب پلیز یہ سفر جلدی سے کٹ جائے۔"

مگر وقت تو لگتا تھا کہ آج بہت اہستہ چل رہا تھا۔

@@@@@@

رخصتی کے بعد سب گھر گئے تھے۔وہ بھی سب کام نمٹانے کے بعد اب اپنے پورشن کی طرف بڑھ رہی تھی۔جب لان سے گزرتے وہ کسی شخص سے ٹکرائی تھی۔ایک مخصوص کلون کی خوشبوؤں اس کے ارد گرد پھیل گئی تھی۔اس خوشبو نے اسے اپنی جگہ پر سن کر دیا تھا۔

مس رومان اجمل فاروقی لگتا ہے دماغ کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی کرائے پر" دے دی ہیں۔اس لیے ہر دفعہ مجھ سے ٹکرانے کی غلطی کرتی ہوں۔" مقابل کی سخت آواز پر رومان کے اندر کچھ چھنا کے ٹوٹا تھا۔

میرا نام مسسز رومان سائم فاروقی ہے مسٹر سائم فاروقی" رومان نے اپنے لہجے" کی کپکپاہٹ پر بمشکل قابو پایا تھا۔
مگر ایک گستاخ آنسوں بغاوت کرتے پھر بھی آنکھوں سے پھسلا تھا۔جسِ نے سائم اپنی انگلی پر چنا تھا۔

" نہ نہ یہ رشتہ تو دو سال پہلے ہی اپنے اختتام کو پہنچ چکا ہے مس رومان اب تو یہ صرف ایک کاغذی نام ہے۔ بہت جلد یہ بھی تم سے لے لوں گا کیونکہ جس میری بہن نے مجھے روکا ہوا تھا۔ وہ آج رخصت ہو چکی ہے۔ اللہ اسے خوش رکھے اور حاسدوں کی ہر بری نظر سے بچائے " سائم کی آخری بات پر رومان کے چہرے پر تاریخ سایہ آکر گزرا تھا۔

دل میں ایک درد شدت سے جاگا تھا۔

" آخر آپ وہ اب بھول کیوں نہیں جاتے، آپ تو مسلمان ہیں نہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں نا کہ ہمارے ساتھ جو بھی ہوتا ہے وہ رب کی طرف سے ہوتا ہے۔ کسی انسان کا کوئی اختیار نہیں تو پھر مجھے قصور وار کیوں ٹھہراتے ہیں۔ تھک چکی ہوں میں اب تو معاف کر دیں مجھے " سائم کا کالر تھامتے وہ منت پر اتری تھی۔

" اپنے حق میں بات کرنے کو تمہارے پاس ہمیشہ سے لاتعداد دلائل رہے ہیں رومان فاروقی مگر شاید تم ان سب میں ایک بات بھول رہی ہو۔ حسد کی ایک نظر

کسی کی زندگی تباہ کرنے کو کافی ہے اور تمہارا وہ حسد میری بہن آئزل کی زندگی تباہ کر گیا ہے۔اور میرے نزدیک تمہارے اس گناہ کی کوئی معافی نہیں ہے۔"سائم نے رومان کے ہاتھ کالر سے جھٹکے تھے۔

اور تیزی سے اندر کی جانب بڑا تھا۔
رومان اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھتے کتنی دیر وہاں تہی دامن کھڑی رہی تھی۔

پلر کے پیچھے کوئی اور بھی تھا جوان دنوں کو دیکھتے اپنے آنسوئیں پونچھتے کسی گہرے غم میں ڈوبا ہوا تھا۔

@@@@@@@

بسم اللہ! راحیلہ بہو جلدی سے تیل لے کر آؤ۔کتنے عرصہ بعد میری آئزل بیٹی " گھر آئی ہے۔"بی بی جان نے حمزہ کے ساتھ کھڑی اس دلہن کو گلے لگاتے محبت سے پر لہجے میں کہا تھا۔

دہلیز پر تیل ڈالتے وہ آئزل اور حمزہ کو لیے اندر کی اس اعلیٰ شان مینشن کے اندر بڑھی تھی۔ جو بی بی جان کا بالکل نہیں تھی۔ آئزل کو اس میشنش کے متعلق جاننے میں کوئی دلچسپی بھی نہ ہوئی تھی۔ سفر کی نسبت وہ پھر سے اپنے خول میں بند کر سپاٹ چہرہ لیے ساری رسمیں اپنے ساتھ ہوتے دیکھ رہی تھی۔

بی بی جان نے ان دونوں کو صوفہ پر بیٹھاتے ان کے سر سے دودھ وار کر پہلے حمزہ کو پیلا تھا۔ پھر وہی گلاس آئزل کی طرف بڑھاتے وہ بولی تھی۔

"آئزل بیٹی اب تم اسی جگہ پر منہ لگا کر دودھ پیا جہاں سے حمزہ نے پیا ہے۔ سنت ہے بیٹا" بی بی جان کی بات پر آئزل کے سپاٹ چہرے پر کئی رنگ آئے اور گئے تھے۔

بی بی جان خالی پیٹ میٹھا دودھ پینے سے آئزل کی طبیعت خراب ہو سکتی ہے۔ " لائیں ان کی جگہ میں پی لیتا ہوں۔" حمزہ کی بات پر وہی کھڑے منچلے نوجوانوں نے خوب شور کیا تھا۔

واہ واہ لالا کمال کر دیا یار ان شاءاللہ محبت کے معاملہ میں یہ احمر آپ کے ہی" قدموں پر چلے گا۔" افراح کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے احمر نے بات کسی تھی۔

بیٹا پہلے محنت کے معاملہ میں حمزہ پر جا کر دیکھا پھر محبت کی بات بھی کرنا" احمر" کے سر پر تھپکی لگاتے سعد نے کہا تھا۔

پھر اپنی گود میں موجود بچی کو حمزہ کو دیتے بولا تھا۔

"لے لالے تیری بیٹی پر نیاں صاحبہ آٹھ چکی ہیں۔اور اماں جان آپ لوگ بھی باقی کی رسمیں کل کر لیجئے گا۔ابھی بس کریں اب ان کو آرام کرنے دیں۔بھابھی اتنے لمبے سفر کے بعد تھکی ہوئی آئیں ہیں۔"

"ہاں بیٹا تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔راحیلہ بہو آئزک بیٹی کو تم اس کے کمرے تک پہنچاؤ اور افراح بچے تم پر نیاں بیٹی کو لو۔آج یہ تمہارے پاس رہے گی۔"بی بی جان نے سب کو وہاں سے بھیجتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں بی بی جان پر نیاں میری بیٹی ہے۔یہ میرے ساتھ ہی رہے گی۔آپ پریشان مت ہوں۔"حمزہ نے روکا تھا۔

راحیلہ بیگم کے ساتھ جاتی آئزل نے پہلی بار سپاٹ چہرے سے حمزہ کو دیکھا تھا۔ جس کے ساتھ وہ کچھ گھنٹے پہلے منسوب کی گئی تھی۔

عجیب سے انداز میں دیکھنے کے بعد وہ منہ موڑ کر راحیلہ بیگم کے ساتھ کسی روبوٹ کی طرح چلتی گئی تھی۔

چند لمحوں میں مینشن خالی ہو گیا تھا۔ صرف حمزہ، سعد اور حمزہ کی جھولی میں موجود پرنیاں تھی جو حمزہ کے چہرے پر ہاتھ مارتی کھیل رہی تھی۔ حمزہ محبت سے کبھی پرنیاں کے ہاتھوں کو چومتا تو کبھی اس کے پیروں کے تلوں کو چومتا دیوانہ سہ لگ رہا تھا۔

سعد نے ان لمحوں کو تصویر میں قید کیا تھا۔
"پہلی بار ایسا دیوانہ دیکھ رہا ہوں جو رخصت ہو کر آئی بیوی کو چھوڑ کر بیوی کی بیٹی سے پیار کر رہا ہے۔" سعد نے شرارت سے حمزہ کو چھیڑا تھا۔

"سعد آغا آج پہلی اور آخری بار بتا رہا ہوں کہ پرنیاں آج سے پرنیاں حمزہ مصطفیٰ ہے۔ وہ میری بیٹی ہے۔ میں اس کا باپ ہوں۔ اس کے علاوہ اس کا کوئی اور حوالہ

نہیں ہے اور نہ ہی میں اسے کسی اور حوالے سے سننا پسند کروں گا۔" حمزہ کو سعد کی بات بری لگی تھی۔

سوری یار میں آگے سے دھیان رکھوں گا۔" سعد نے اپنے دوست کے کندھے " پر ہاتھ رکھا تھا۔" حمزہ ویسے تو جانتا ہے ناں کہ رومان بہن کی ماما بتا رہی تھی کہ بھابھی پرنیاں کو بالکل بھی پسند نہیں کرتی۔ وہ نا تو اسے پکڑتی ہیں اور نہ ہی اس کا دھیان رکھتی ہے۔ اس کی پیدائش کے بعد رومان بہن نے ہی اسے سنبھالا تھا۔ تو ایسے میں تو وہاں سب سے ضد کر کے پرنیاں کو ساتھ کیوں لے کر آیا ہے؟" سعد نے استفسار کیا تھا۔

میں اپنی بیٹی کو دوسرا حمزہ مصطفیٰ نہیں بننے دے سکتا۔ جانتا ہوں کہ وہاں سب " اس کے اپنے ہیں لیکن آئزل اسکی ماں ہے آخر وہ کب تک اپنے ساتھ ہوئے ظلم کی قصوروار اسے سمجھ سکتی ہے۔ یہ میری بیٹی ہے حمزہ مصطفیٰ کی بیٹی اب اسے ہر حالت میں اسے قبول کرنا ہی ہو گا۔" حمزہ ایک عظم لیے بولا تھا۔

حمزہ کی جھولی میں کھلکھلاتی پریناں بار بار اس شخص کے چہرہ پر ہاتھ مار رہی تھی۔ حمزہ محبت سے اسکی ہر ادا کو دیکھ رہا تھا۔

"چل تو حمزہ میں تیرے لیے خوش ہوں یار آخر کار تجھے تیری محبت مل گئی۔ آرام کر میں بھی جا رہا ہوں۔" سعد حمزہ کو گلے ملتے باہر کی جانب بڑھا تھا۔

سعد کے الفاظ نجانے کتنی دیر حمزہ کے کانوں میں گونجتے رہے تھے۔ پھر وہ گہری سانس بھرتے بڑبڑایا تھا۔

" محبت! آہ کاش یہ محبت کبھی میرے دل میں اترتی ہی نہ تو آج وہ اس قدر تباہ نہ ہوتی"

ایک آہ تھی تو حمزہ کے لہجے میں موجود تھی۔ آئزل کو لیے وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔ جہاں ایک نیا امتحان اس کی راہ دیکھ رہا تھا۔

گزرے ماہ و سال میں بہت کچھ بدل گیا تھا۔ سعد اور حمزہ کی وہ چھوٹی سی آئی ٹی کمپنی جو انہوں نے دو سال پہلے شروع کی گئی تھی۔ اس نے اس وقت مارکیٹ میں تہلکا مچادیا تھا۔ ان کی کمپنی کے بنائے گئے سوفٹویئر بڑے بڑے اسپتالوں سے لے کر کئی کمپنوں میں کامیابی سے چل رہے تھے۔

ہر آتا دن حمزہ اور سعد کی کمپنی کو کامیابیوں کی منزل تک پہنچا رہا تھا۔ روبوٹ کی طرح دن رات کام کر کے وہ یہاں تک پہنچے تھے۔ حمزہ نے کچھ عرصہ پہلے ہی سعد کے تایا کا مینشن خرید لیا تھا۔

مگر اچانک ایک طوفان حمزہ کی ذاتی زندگی میں داخل ہوا تھا۔ جو اسے وہی کھینچ کر لے گیا تھا۔ جسِ وہ سالوں پہلے چھوڑ آیا تھا۔ وہ جس کی محبت کو اس نے سالوں پہلے دل سے نکال دیا تھا۔ رب کی رضا پر وہ راضی تھا ایک امتحان کی طرح وہ پھر اس کی زندگی میں داخل ہو گئی تھی۔

وقت پھر سے ایک چال چلنے کو تیار تھا۔ نجانے اب کیا ہونا تھا؟

@@@@@@@

کمرے میں آتے ہی آئزل نے خود کو جیولری اور کپڑوں کے بھاری بھوج سے آزاد کیا تھا۔ میک اپ سے چھٹکارا پایا تھا۔ پانی کا گلاس گٹا فٹ گلے میں اتارتے وہ اپنے آپ پر بہت حد تک قابو پا چکی تھی۔

پھر موبائل پکڑتے ٹھنڈی ہوا میں بغیر کسی شال کے وہ بالکونی میں آکر بیٹھی تھی۔

حمزہ نے کمرے میں قدم رکھا تو وہ اسے بالکونی میں نظر آئی تھی۔ حمزہ پر نیاں جو کہ اب سو چکی تھی۔ اسے بیڈ کے بیچ میں لیٹاتے اس کے ارد گرد تکیے رکھتے خود کپڑے چینج کرنے رواش روم کی جانب بڑھا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ فریش ہو کر نکلا تو پانی کے قطرے اس کے چہرے سے ٹپک رہے تھے۔ حمزہ نے جائے نماز بچھاتے نماز کی نیت باندھی تھی اور اطمینان سے نماز ادا کرنے لگا تھا۔

بالکونی میں بیٹھی آئزل چند لمحوں کے لیے اس جانب متوجہ ہوئی تھی مگر پھر نظر انداز کرتے ایف بی سکرول کرنے لگی تھی۔ ناک سردی سے سرخ ہو رہی تھی۔ مگر وہ ڈھیٹ بنی ایسے بیٹھی تھی جیسے ہر احساس سے بے پرواہ ہوا۔ نظریں موبائل پر تھی مگر دھیان نجانے کہاں اٹکا تھا۔

اچانک موبائل پر ہوتی بیپ نے اسے متوجہ کیا تھا۔ دادا حضور کا نام دیکھ آئزل فوراً سے پک کیا تھا۔

" السلام و علیکم دادا جان "

" و علیکم السلام میری بچی پہنچ گئی خیر و آفیت سے اپنے گھر؟ "

" جی دادا جان ابھی کچھ دیر پہلے ہی پہنچے ہیں۔ "

" پرنیاں ہماری شہزادی وہ کیسی ہے ؟"

مجھے کیا پتہ ٹھیک ہی ہوگی "اس بات پر آئزل کا لہجہ خود باخود سپاٹ ہوا تھا۔ "

" آئزل میری جان بیٹی ہے وہ تمہاری "

نہیں ہے وہ میری بیٹی وہ صرف اس شخص کی بیٹی ہے جس نے مجھے تکلیف کے " سوا کچھ نہیں دیا" کرب کی انتہا تھی جو آئزل کے چہرے سے جھلک رہی تھی۔

ماضی کو بھول جاؤ آئزل اور خوشی سے آگے بڑھو ورنہ یہ تمہارا بڑھا دادا کبھی " خود کو معاف نہیں کر پائے گا۔" دادا حضور کی آواز میں آئزل کو آنسوں کی آمیزش محسوس ہوئی تھی۔

روکر مجھے گناہگار مت کریں دادا حضور فکر مت کریں ایک دفعہ پھر اجڑ کر " آپ کے دروازے پر نہیں آوں گی کیونکہ جانتی ہوں مجھ جیسی یتیم کے لیے اب دنیا میں اس گھر کے علاوہ کوئی جگہ نہیں "آئزل کا لہجہ خود کے لیے حقارت لیے ہوئے تھے۔

" خیر آپ بتائیں آپ نے اپنی ٹانگوں کی مالش کروائی اور دوائی ٹائم پر لی "

ہاں روماں بیٹی مجھے دوائی کھلا کر گئی ہے۔ سائم نے میری ٹانگوں کی خوب مالش "
بھی کی تھی۔ میں تو منع بھی کیا تھا کہ نہ کرے اب میری ٹانگوں نے دوبارا چلنے
"پھرنے کے قابل نہیں ہونا۔ مجھ پر وقت ضائع مت کرے۔

مجھے کہتے ہیں کہ مایوسی کی باتیں مت کرو اور اب خود کیا کر رہے ہیں۔ ایسے "
باتیں مت کیا کریں مجھے یقین ہے کہ جلد ہی اس ویل چیئر سے آپکی جان چھوٹ
" جائے گی اور پھر سے چلنے پھرنے لگے تھے۔

اچھا اچھا میری دادی ماں اب باتیں بند کرو اور آرام کرو۔ میں نے بس "
خیریت دریافت کرنے کو فون کیا تھا۔ اب جان لیا تم خیریت سے ہو تو نیند سکون
"سے آئے گی۔ خدا حافظ میری جان

خدا حافظ دادا جان "آئزل نے موبائل بند کرتے گہری سانس بھری تھی۔ "
اندر لگی آگ کو کسی پل سکون نہ تھا۔

اچانک کندھوں پر رکھی گئی چادر پر وہ چونک کر اٹھی تھی۔

"باہر ٹھنڈا بہت ہے۔ اندر چلو آئزل۔ بیمار پڑ جاو گی۔" حمزہ کی بات پر آئزل خاموشی سے سر ہلاتے اندر کی جانب بڑھی تھی۔ مگر بیڈ پر موجود پرنیاں کو دیکھ رک گئی تھی۔

"کیا ہوا رک کیوں گئی؟" حمزہ نے جانتے بوجھتے پوچھا تھا۔

""کچھ نہیں مجھے نیند نہیں آ رہی۔ میں کچھ دیر بالکونی میں بیٹھنا چاہتی ہوں۔""
آئزل نے چہرہ بالکونی کی جانب واپس کیا تھا۔

"نہیں میں نہیں چاہتا کہ میری بیٹی رات کو ڈر کر اکیلے میں رونے لگے۔ اس لیے تم اس کے پاس رہو۔ میں اپنے اسٹڈی روم میں کچھ کام کرنے جا رہا ہوں۔" حمزہ نے کہنے کے ساتھ باہر کی جانب قدم بڑھائے تھے۔

"بس بہت ہوا حمزہ مصطفیٰ تم میرے ساتھ یوں زبردستی نہیں کر سکتے۔ اگر تم میرے منہ سے سننا چاہتے ہو تو سنو میں اس شخص کی بیٹی کے ساتھ اس کمرے میں بالکل نہیں رہوں گی" آئزل غصہ سے ہر لحاظ بھولائے بولی تھی۔

"اس شخص کی بیٹی نہیں ہے یہ آئزل۔۔ یہ صرف حمزہ مصطفیٰ اور مسسز حمزہ مصطفیٰ کی بیٹی ہے۔ آئندہ اس کے ساتھ میں کوئی حوالہ نہیں سنو گا۔" حمزہ نے سختی سے کہتے اسے باور کروایا تھا۔

" تو ٹھیک ہے اتنے ہی تم اس کے باپ بنتے ہو تو جاؤ اسٹڈی روم میں اسے لے جاؤ۔ کیونکہ میں اس کے ساتھ اس کمرے میں ہرگز نہیں رہوں گی۔" ضدی لہجے میں باور کرواتی آئزل حمزہ کو اگنور کرتی بالکونی میں چلی گئی تھی اور بالکونی کا دروازہ بھی اس نے اندر سے بند کر دیا تھا۔

حمزہ خون کے گھونٹ بھر کر رہ گیا تھا۔ پھر پرنیاں کو اٹھائے کمرے سے نکل گیا تھا۔ حمزہ کے جاتے ہی آئزل نے سکون کا سانس لیا تھا اور کمرے میں آتے ہی بیڈ پر لیٹ گئی تھی۔

عجیب ہی نوعیت کی شادی تھی یہ جہاں نہ حقوق کی مانگ تھی تو نا فرض کی لڑائی ۔۔۔ان کا رشتہ اپنے آپ میں بہت سے انوکھے رنگ لیے ہوئے تھا۔

لاکھ کوششوں کے باوجود آئزل سو نہ سکی تھی۔ کیونکہ نیند سے تو ناتا کئی برسوں ہوئے ٹوٹ چکا تھا۔

چھت کو گھورتے وہ ماضی کے دکھ یاد کر رہی تھی۔ جب کلک کی آواز پر کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔

رات کے تین بجے حمزہ اسٹڈی روم سے جب کمرے میں آیا تو آئزل نے جھٹ سے آنکھیں بند کی تھی۔ وہ تنہائی میں حمزہ کا سامنہ کرنے سے خوفزدہ ہوئی تھی۔

حمزہ جو پرنیاں کو آئزل کی بازوں میں لیٹانے لگا تھا۔ آئزل کی لرزتی پلکوں کو دیکھ رک گیا تھا۔ آئزل سے تھوڑا سے فاصلے پر پرنیاں کو لیٹاتے وہ خود بھی دوسری طرف آ لیٹا تھا۔

آئزل پرنیاں سے دور ہوتی کونے پر جا پہنچی تھی۔ کہی وہ نیچے ہی نہ گر جائے اس ڈر سے حمزہ نے پرنیاں کو اپنے دوسری طرف کرتے خود درمیان میں آیا تھا۔ اور آئزل کو بے ساختہ خود کے قریب کرتے اس کے کان میں بڑبڑایا تھا۔

" اپنے سارے حقوق معاف کر دوں گا میری ضدی بیوی مگر میری بیٹی کے حقوق تو تمہیں ہر حال میں پورے کرنے ہونگے "

ائزل جو پہلے ہی حمزہ کے اس اچانک رد عمل پر بے چین ہوئی تھی۔ اسکی سرگوشی پر سن ہوئی تھی۔

محبت اور عشق کی نجانے کونسی حدود میں داخل ہو چکا تھا وہ دیوانہ شہزادہ جو محبوب سے جنگ کر رہا تھا وہ بھی محبوب کی خوشیوں کی خاطر۔۔۔

محبت واری صدقے جا رہی تھی اپنی سلطنت کے اس خوبرو شہزادہ کے جو نجانے اس نگر میں ایک عظیم داستان لکھنے والا تھا۔

دوسری طرف آئزل نجانے کتنے دیر سانسیں روکے ایک ہی جگہ ساکن لیٹی رہی تھی۔ حمزہ کے سونے کا یقین کرتے وہ فوراً سے اٹھ کر صوفے پر لیٹی تھی۔ مگر نیند ہزار کوششوں کے بعد آج بھی اسے نہیں آئی تھی۔ تھک ہار کر اس نے اپنے سوٹ کیس سے نیند کی گولیاں ڈھونڈ کر لی تھی۔

@@@@@@

صبح جس وقت آئزل کی آنکھ کھولی تو نظر سامنے گھڑی پر پڑی جو دن کے گیارہ بجا رہی تھی۔ باہر سے آتی آوازوں کو سننے کے باوجود اس کا اٹھ کر باہر جانے کا کوئی موڈ نہیں تھا۔اس لیے دوبارا سے آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔ مگر جلد ہی اس کی آنکھ کمرے میں گونجتی بچے کے رونے کی آواز پر کھلی تھی۔

آئزل تیزی سے اٹھ بیٹھی تھی۔

"سنو اٹھ جاؤ وہ رو رہی ہے۔"حمزہ کو ہلاتے آئزل خوفزدہ لہجے میں بولی تھی۔

اس کے سر میں پرنیاں کے رونے کی آواز سے ٹھیس اٹھنے لگی تھی۔ سر عجیب سے درد سے دوچار ہوا تھا کہ وہ سر کو پکڑتے بیڈ کے پانتی پر بیٹھتی چلی گئی تھی۔

"میں نے کہا اٹھ جاو حمزہ یہ لڑکی رو رہی ہے چپ کرواو اسے میرا سر پھٹ جائے گا"آئزل درد کی شدت سے چیخی تھی۔

"ہاں کیا ہوا؟" رات بھر کا جاگا ہوا حمزہ جو فجر کی نماز پڑھ کر ہی تو سویا تھا۔ نیند سے کچی آنکھیں لیے اٹھا تھا۔

"یہ رو رہی ہے۔ اسے بھوک لگی ہے۔ باہر لے جاو اسے رونہ پاگل کر دے گی مجھے" آئزل سر پر ہاتھ رکھتے اٹھی تھی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اپنے بیگ کے پاس پہنچی تھی۔

کانپتے ہاتھوں سے بیگ سے ایک میڈیسن کا باکس نکالتے اس نے اپنے سر کو دو بار جھٹکا تھا۔

حمزہ حیران پریشان پرنیاں کو گود میں اٹھائے تیزی سے اسکے قریب آیا تھا۔

"آئزل کیا ہوا؟ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی؟"

میں نے کہا اس لڑکی کو دور لے جاؤ مجھ سے۔۔۔ورنہ میرا سر پھٹ جائے گا"
درد سے "آئزل کی حالت قابل رحم تھی۔

حمزہ مجبوری میں لب بھینچتے پیچھے ہٹا تھا۔جاتے جاتے وہ پانی کا گلاس آئزل کو دینا
نہیں بھولا تھا۔

آئزل نے کانپتے ہاتھوں سے ایک گولی میں منہ رکھتے
پانی پیا تھا۔پرنیاں کے کمرے سے جاتے ہی وہ گہری سانس بھرتی وہی کلین پر
چت لیٹی تھی۔

اس کی حالت ایک نفسیاتی مریض سے کم نہیں لگ رہی تھی۔

حمزہ نے پرنیاں کو سینے سے لگاتے تھپک کر اسے چپ کروانے کی کوشش کرتے اسے لیے باہر کی جانب بڑھا تھا۔ جہاں کیچن میں ہی اسے راحیلہ بیگم مل گئی تھی۔

"کیا ہوا بیٹا؟ یہ رو کیوں رہی ہے۔"
کچھ نہیں اماں جانی (سعد کی طرح اب وہ بھی انہیں اماں جانی کہنے لگا تھا) بس "
" بھوک لگی ہے۔ آپ پلیز مجھے دودھ گرم کر کے دے دیں۔
میں اسے دودھ پلا دیتی ہوں۔ تم جاؤ آرام کر لو بچے لگتا ہے تمہاری نیند پوری " نہیں ہوئی۔ پھر رات میں تم نے ولیمہ بھی اٹینڈ کرنا ہے۔" حمزہ کی آنکھوں کو دیکھتے راحیلہ بیگم نے پیار سے کہا تھا۔

کوئی بات نہیں اماں جان میں بس اب نہیں سوں گا۔ ویسے بھی ولیمہ سے پہلے " مجھے اور سعد کو ایک میٹنگ میں جانا ہے۔ آپ پلیز میرے کپڑے نکلوا دیجئے گا۔ "حمزہ ملازمہ کے ہاتھ سے دودھ کی بوتل لیتے بولا تھا۔

پھر پرنیاں کو دودھ پلاتے محبت سے بولا تھا۔

ارے رے میری لاڈو کو اتنی بھوک لگی تھی۔ بابا صدقہ جائے میری جان"""

پرنیاں کے ماتھے پر بوسہ دیتے وہ اسے لیے باہر لاونج میں بیٹھی بی بی جان کی جانب بڑھا تھا۔

راحیلہ بیگم نے محبت پاش نظروں سے اپنے اس بیٹے کو دیکھا تھا۔ جو کچھ ہی وقت میں انہیں بہت عزیز ہو گیا تھا۔

پرنیاں کو کچھ دیر کے لیے بی بی جان کو پکڑاتے (جو پیٹ پوجا کے بعد اب کھیلنے لگی تھی۔) حمزہ خود آئزل کو سوچتے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔

آئزل کا انداز اسے کہی سے بھی نارمل نہیں لگا تھا۔ تو کیا بہت کچھ ایسا تھا جو اس سے چھپا ہوا تھا۔

@@@@@

کمرے میں داخل ہوتے ہی اسکی نظر سکن اور سرخ رنگ کے امتزاج کا ہلکا پھلکا سہ سوٹ پہنے، الجھے بالوں کو گول مول کر کے جوڑے کی شکل میں ڈالے، بیزار سہ چہرہ لیے بیٹھی آئزل پر پڑی۔ جس کی نظریں ٹی وی سکرین پر جمی تھی۔

حمزہ پر سوچ نظروں سے اسے دیکھتا، خاموشی سے اپنے کپڑے نکالتا فریش ہونے چل دیا۔ بلیک فارمل سوٹ پہن کر بالوں کو سلجھا کر روئیل سی خوشبوئیں خود پر چھڑکتے وہ دوبارا اسے ڈریسنگ روم کی طرف گیا تھا۔ جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک نیوی بلوا فراق تھی جس کے گلے اور دامن پر کورے موتیوں کا کام کیا گیا۔

یہ لو آئزل جلدی سے تیار ہو جاو۔ پھر میں تمہیں ناشتہ کے لیے نیچے لے جاؤں" گا۔ آج آفس میں بہت اہم میٹنگ ہے۔ سو اس لیے میں ناشتہ پر ساتھ نہ دے

سکوں گا۔ معذرت" نارمل انداز میں حمزہ نے ہاتھ میں پکڑا سوٹ آئزل کی گود میں رکھا تھا۔ ریموٹ اس کے ہاتھ سے پکڑتے پھر خود ہی ٹی وی بند کر دیا تھا۔

اس سوٹ میں کیا خرابی ہے جو میں نے ابھی پہنا ہوا ہے۔ صاف ستھرا تو ہے۔" اور میں سب کے درمیان بیٹھ کر کھانا نہیں کھاؤ گی تم یہی پر منگوالو۔" حمزہ کو نظر انداز کرتے آئزل نے دوبارا سے ریموٹ پکڑنا چاہا تھا۔

" اس سوٹ میں کوئی خرابی نہیں ہے بس بات یہ ہے کہ مجھے اپنی بیوی کو ہلکے رنگ کے کپڑوں میں دیکھنا پسند نہیں ہے۔اس لیے آج سے تم شوخ رنگ پہنوں گی اور جہاں تک رہی کھانے کی بات تو ٹھیک ہے وہ ملازمہ سے کہہ کر یہی منگوا دیتا ہوں۔" حمزہ نے ریموٹ آئزل سے دور کیا تھا۔
اور سائیڈ ٹیبل پر پڑی اپنی گھڑی اُٹھاتے وہ پہننے لگا تھا۔

مجھے یہ چونچلے بالکل پسند نہیں ہے۔اور نہ ہی میں تمہاری پابند ہوں۔یہ مت "
سوچنا مسٹر حمزہ مصطفٰی کہ اب میں سانس بھی تمہاری مرضی سے لوں گی۔
خبردار مجھ پر رعب ڈالنے کی کوشش بھی مت کرنا"آئزل کو حمزہ کا نارمل انداز
چبھ رہا تھا۔اس لیے غصہ سے اٹھ کر چیخی تھی۔

آواز آہستہ مادم تمہارے غریب شوہر کے گھر کے کمرے ابھی ساؤنڈ پروف "
نہیں ہیں۔"آئزل کے چہرے کو ہاتھوں میں پکڑتے حمزہ نے اس کے ماتھے پر
بوسہ دیتے کہا تھا۔

یہ سب اتنا جلدی میں ہوا تھا کہ آئزل کی سرخی مائل آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی
تھی۔چہرے پر پسینہ آیا تھا۔ماتھے پر سلوٹے ابھری تھی۔

ایسے مت دیکھیں میڈم ورنہ یہ آپکا نکما شوہر آج کام پر نا جا پائے گا۔کہی ایسا نہ "
ہو سعد میری کسلمندی پر مجھے کام سے نکال دے کیونکہ کمپنی میں 55/شئیرز

سعد کے ہی ہیں۔"معصوم سہ چہرہ بناتے حمزہ نے آخر میں انگلی سے آئزل کے ماتھے پر پڑی سلوٹیں سیدھی کی تھی۔

آئزل ہوش میں آتی خون کے گھونٹ بھرتی غرائی تھی۔"آخر تم خود کو سمجھتے کیا ہو حمزہ مصطفیٰ؟تم اتنی آسانی سے اس رشتے کو قبول کیسے کر سکتے۔جبکہ میں اس رشتے پر ایک انچ راضی بھی نہیں ہوں۔نفرت کرتی ہوں میں تم "

میں ناچیز خود کو تمہارا کا شوہر نامدار سمجھتا ہوں۔اس رشتے کو قبول کرنے کا تو" سوال ہی فضول ہے کیونکہ یار سب کے سامنے تین دفعہ 'قبول ہے' کہہ کر ہی تو تمہیں یہاں لایا ہوں اور تمہارے راضی نہ ہونے کی بات بھی کوئی معنی نہیں رکھتی آخر تم نے بھی اعلانیہ "قبول ہے" کہہ کر اپنی مرضی ہی تو دی تھی۔"حمزہ نے مزہ سے کہتے گاڑی کی چابی پکڑتے اپنی جیب میں رکھی تھی۔

پھر آئزل کے قریب جھکتے گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔

جانتی ہوں محبت سے زیادہ نفرت طاقت ور ہوتی ہے۔یہ میری خوش بختی ہے"
" کہ تمہاری دل میں میرے لیے محبت سے زیادہ طاقتور جذبہ موجود ہے۔
آئزل حمزہ کی سرگوشی پر دھنگ رہ گئی تھی۔
اس حاضر جواب اور کانفیڈنس حمزہ کو دیکھتے آئزل بڑبڑائی تھی۔"تم ایسے تو
" نہیں تھے

ہاں میں ایسا نہیں تھا مگر ہو گیا ہوں کیونکہ دنیا بہت سفاک ہے اور یہاں دبے"
ہوئے لوگوں کی جگہ نہیں ہے۔"پہلی بار آئزل نے کل رات سے اب تک گفتگو
کے دوران حمزہ کے چہرے پر اتنی سختی اور کرختگی دیکھی تھی۔اس حمزہ کو تو وہ
پہلے کبھی نہیں جانتی تھی۔

وقت انسان کو سچ میں بدل کرر کھ دیتا ہے۔

ایسے دیکھو گی تو میں کہی جا نہیں پاؤں گا میڈم اس لیے چلو جاو تیار ہو جاو۔ بعد میں اپنے شوہر کو تسلی سے نہار لینا۔ یقین کرو یہ حمزہ مصطفیٰ تمہاری ایک نظر کرم پر جان تک وار دینے کو تیار ہے۔" حمزہ منٹوں میں چہرے کے تاثرات بدلتا بے شرمی سے آنکھ مارتے آئزل کے سامنے کورنیش بجالاتے بولا تھا۔

" زیادہ مجھ سے فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے. میں ہر گز چینج نہیں کروں۔ میں خود کو ایسے ہی پسند ہوں تو ایسے ہی رہوں گی۔ کسی کے لیے اب خود کو نہیں بدلوں گی۔ کیوں کہ لوگوں کی خواہشوں کو پورا کرنے کا میں نے ٹھیکا نہیں لے رکھا" آئزل اپنے خول میں سمٹی ہٹ دھرمی اور تلخی سے بولی تھی۔

حمزہ نے اسے دیکھتے گہری سانس بھری تھی۔ آئزل کو واپس زندگی کی طرف لانے کے لیے ایک لمبی محنت درکار تھی۔

ٹھیک ہے میں ناشتہ بھجواتا ہوں۔ اللہ حافظ "آئزل کے ماتھے پر ایک بار پھر بوسہ دیتے وہ تیزی سے باہر کی جانب بڑھا تھا۔

ٹھرکی انسان اب اگر تم میرے نزدیک آئے تو مار مار کر تمہارا بھوسہ بنا دوں گی۔ مفت کا مال سمجھ رکھا ہے۔ "آئزل تکیا حمزہ کی جانب تکیہ پھینکتے چیخی تھی۔

مفت کا نہیں ڈارلنگ قانوی اور شرعی ملکیت سمجھا ہے۔ "حمزہ آئزل کو چھیڑتے تیزی سے یہ جا وہ جا ہوا تھا۔

ہمدردی کا بخار کچھ زیادہ ہی سر چڑھ کر بول رہا ہے منحوس انسان کے، اس لیے مدر ٹیریسا کا جان نشین بن رہا ہے۔ کچھ دن بعد واپس اپنی اوقات پر آ جایئے گا۔" ماتھے پر جلتے حمزہ کے لمس کو مٹاتے آئزل تلخ کلامی کرتے واپس اپنے سابقہ حالت میں چلی گئی

@@@@@@

"میں نے کہا میری بیٹی تو مجھ سے ملنے نہیں آئی چلو میں ہی اس سے مل آتی ہوں۔ لگتا ہے ہم سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔ جو وہ سب سے روٹھی بیٹھی ہے" بی بی جان آئزل کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے بی بی جان بس کل کی تھکاوٹ تھی اسلیے آپ سے ملنے نہیں اسکی۔ آپ مجھے بلا لیتی خود کیوں آگئی۔" آئزل شرمندہ ہوتی ان کے ہاتھ پکڑتی ان کو لیے بیڈ پر بیٹھی تھی۔

"لو میں نے کہا اب کیا بچی کو تنگ کرنا خود ہی چلی جاتی ہوں اور یہ تم ایسے پھیکا رنگ پہن کر کیوں بیٹھی ہوں۔ بیٹا نئی نویلی دلہن ہو۔ تمہیں تو گہرے گہرے رنگ پہننے چاہیے۔ چلو اٹھو تیار ہو جاؤ "

"بی بی جان میرا دل نہیں چاہتا تیار ہونے کو ویسے بھی ان کپڑوں میں کوئی برائی نہیں ہے۔ "

"ہاں مانتی ہوں میری جان ان میں کوئی برائی نہیں ہے لیکن میں اپنی بیٹی کو سجے دھجے دیکھنا چاہتی ہوں۔ کیا میری گڑیا میرے لیے اتنا نہیں کرے گی؟" بی بی جان کے لہجے میں ایک مان تھا۔ جسِ وجہ سے آئزل چاہ کر بھی انکار نہیں کر پائی تھی۔

نہ نہ کرنے کے باوجود بی بی جان نے ائزل کو خوب تیار کروا دیا تھا۔

"اب لگ رہی ہو نا میری شہزادی" آئزل کے ماتھے پر بوسہ دیتا وہ واری صدقہ گئی تھی۔

سرخ ایمبرائیڈری والے سوٹ میں ہلکے پھلکے میک اپ پر غم زدہ آنکھیں لیے آئزل ایک حسین مورت لگ رہی ہے۔

" آئزل بیٹے زندگی بہتے دریا کی مانند ہے جس کی لہریں کبھی طلاتم مچاتی ہیں تو کبھی پر سکون ہو جاتی ہے۔ تمہاری زندگی کا آزمائش سے پر دور گزر چکا ہے اور ایک حسین دور کا آغاز ہوا ہے۔ حمزہ کو سچے دل سے قبول کرنا آئزل وہ تمہیں دنیا جہاں کی خوشیاں دے گا۔ "بی بی جان نے آئزل کو خود سے لگاتے سمجھایا تھا۔

آئزل کے دل نے بی بی جان کی بات پر دہائی دیتے کہا تھا۔

" لیکن میرے مردہ دل میں اب خوشیوں کی چاہ نہیں رہی بی بی جان۔ "

" بی بی جان اگر آپ لوگوں کا رومینس ہو گیا ہو تو کیا ہم بھی بھابھی جان سے مل سکتے ہیں۔ " دروازے میں کھڑا احمر شرارت سے بولا تھا۔

"ہٹ شریر! کچھ زیادہ ہی بد معاش ہو گیا ہے۔"بی بی جان احمد کی بات پر سرخ کندھاری انار بنی تھی۔

"ہاہاہابی بی جان آپ تو یوں شرما رہی ہیں جیسے مجھ میں آپکو ارتضیٰ آغا(بی بی جان کے شوہر) نظر آرہے ہوں۔"احمر کے اندر کا شیطانی جن جاگ چکا تھا۔

"توبہ توبہ گز بھر لمبی زبان ہے تمہاری احمر کرتی ہوں تمہارے باپ سے بات لڑکے کی شادی کرو۔ورنہ یہ تو سب کو آگے لگا لے گا۔"بی بی جان نے شرمائی سی بولی تھی

"جیو بی بی جان! صدقہ میں واری جاؤ بس جلدی سے مجھ کنوارے کے ہاتھ پیلے کروا دیں کیونکہ سعد لالا کے تو شادی کے کوئی ارادے نہیں لگ رہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے چکر میں آپ اپنے پڑپوتے دیکھنے سے رہ جائیں"

"استغفارِ احمر بی بی جان کا تو لحاظ کر لیا کرو۔بی بی جان یہ پکڑیں اپنی لاٹھی اور دیں احمر کی کمر میں دو چار" بی بی جان کی لاٹھی پکڑے افراح کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

" رب سے ڈرو جانم کیوں خود کو شادی سے پہلے بیوہ کرنا چاہتی۔۔۔۔۔"
احمر کی گوہر افشانی پر افراح چیختی ہوئی اسکی طرف دوڑی تھی۔
" احمر تم نہیں بچو گے آج مجھ سے"
بھابھی بچائیں مجھے۔۔۔۔"بھابھی کا لاڈلا بنتا احمر آئزل کے پیچھے ہوا تھا۔"

کمرے میں بی بی جان، آئزل اور راحیلہ بیگم (جو پرنیاں کو لے کر ابھی وہاں آئیں تھی) کے قہقہ گونجے تھے۔

وہ حسین لوگ تھے جنہوں نے آئزل کے سپاٹ چہرے پر برسوں بعد مسکراہٹ بکھیری تھی۔اتنے میں ملازمہ نے آکر پیغام دیا تھا۔

" بی بی جان دلہن بیٹی کے گھر والے آئیں ہیں۔"

@@@@@

"بھابھی جان مجھے یقین نہیں آرہا کہ یہ اعلیٰ شان گھر حمزہ کا ہے۔ایسا بھی کونسا خزانہ اسے مل گیا کہ دو سالوں میں وہ اتنا امیر ہو گیا" مینشن کے روعب کو دیکھتے مہک بیگم سیرت بیگم کے کان میں پھسپھسائی تھی۔

"سنا ہے کوئی بزنس شروع کیا ہے اس سعد نامی لڑکے کے ساتھ مل کر، مگر بھابھی سوچنے والی بات ہے کبھی کسی کا کاروبار اتنی جلدی بھی ترقی کی منزلیں نہیں چڑھا جیسے اس کا چڑھا ہے۔میں سنا ہے ایسے تو کالے گھندے والوں کا کام ہی ترقی کرتا ہے۔"سیرت بیگم کی بھی اپنی ہی راگ تھی۔

ہو سکتا ہے کالا دھندا ہی کرتا ہو بھا بھی ایسے لوگوں کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا" جن کے آگے پیچھے کوئی نہیں ہوتا بڑے بے وارے ہوتے ہیں۔ خیر چھوڑو ہمیں کیا" مہک بیگم نخوست سے سر جھٹکتے ہی بولی تھی۔

لوگ نہ تو کبھی آپ کی خوشی دیکھ کر خوش ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ناکامی میں آپ کو حوصلہ دے سکتے ہیں۔ وہ بس ایک طرف کھڑے تماشہ دیکھ تبصرہ ہی کر سکتے ہیں۔

بچاری آئزل!" سیرت بیگم نے آئزل کی قسمت پر افسوس کیا تھا۔"

ارے کاہے کی بچاری پوری منحوس لڑکی ہے پہلے میرے بیٹے احد کو مجھ سے" چھین لیا اور میرے چھوٹے بیٹے کو اپنے حسن کے جال میں پھنسا کر سب سے دور کر دیا۔ پیچھلے دو سالوں سے سب گھر والوں سے دور دیکھ نہیں رہی کیسے آئزل

آئزل کرتا پھرتا ہے اور یہ منحوس بھی بھائی بھائی کا راگ الاپتے میرے بچے کے پیچھے پڑی ہے۔ اچھا ہی ہوا منحوس کو ایسا کالے گھندے میں ملوث شخص ملا۔ اللہ کرے کے پولیس کے ہاتھوں پکڑا جائے اور مارا جائے۔ یہ منحوس لڑکی اسی لائق ہے۔ بھولے مت آپکی بیٹی کی قسمت بھی تو اسی نے اجڑی ہے۔" مہک بیگم سائم اور دادا حضور کے درمیان مطمئن بیٹھی آئزل کو دیکھتے زہر خندہ لہجے میں بولی تھی۔

ارے آپ دونوں نے تو ابھی تک کچھ کھانے کو لیا ہی نہیں ہے۔" سیرت بیگم" اس سے پہلے کے کچھ کہتی راحیلہ بیگم انہیں مخاطب کرتے بولی تھی۔

شکریہ لے رہے ہیں۔" اپنے قریب بیٹھتی راحیلہ بیگم کو دیکھتے مہک بیگم " شیریں لہجے میں بولی تھیں۔

"ویسے بہن جی برا نہ مانو تو ایک بات پوچھوں آپ لوگ کہاں سے ہیں اور حمزہ کو کب سے جانتے ہیں؟ میرا مطلب ہے کہ وہ جس طرح آپ سب میں گھل مل گیا ہے لگتا ہی نہیں ہے کہ وہ پرایا ہے۔" مہک بیگم ٹٹولنے کی کوشش کرتی بولی تھی۔

"بہن جی ہمارا تعلق تو پیچھے سندھ کے علاقہ سے ہے۔ میرے شوہر وغیرہ کا پھلوں کے امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار یہاں تھا تو ہمیں یہاں منتقل ہونا پڑا۔ پھر سعد نے کہا کہ وہ الگ فیلڈ میں پڑھنا چاہتا ہے تو آئی ٹی فیلڈ مین اس نے ایڈمیشن لے لیا۔ وہی اس کی ملاقات حمزہ سے ہوئی تھی۔
حمزہ نے میرے بیٹے کا اپنے شہر میں بہت خیال رکھا تھا۔ وہ آپ لوگوں کے گھر بھی گیا تھا ایک دو بار شاید تبھی سے وہ دونوں دوست ہے۔ پھر حمزہ اور سعد مل کر کاروبار کرنے لگے تو اسی وجہ سے وہ بچہ ہمارے اور قریب ہو گیا۔" سادہ دل راحیلہ بیگم بولنے لگی تو بولتی ہی گئی۔

جی گیا ہو گیا مگر ہمارے ہاں غیر مردوں کو صرف مہمان خانے تک ہی رکھا جاتا" ہے۔اسی لیے ہمیں نہیں پتہ تھا اس کا۔۔"مہک بیگم طنزیہ لہجے میں بولی تھی۔

ان کی بات کے مطلب کو سمجھنے کے باوجود راحیلہ بیگم اگنور کر گئی تھی۔

یہ آپکی بیٹی ہے؟"پرنیاں کے ساتھ کھلتی افراح کو پر سوچ نظروں سے دیکھتے" سیرت بیگم شیریں لہجے میں بولی تھی۔

" جی میری اکلوتی بیٹی ہے۔"
اچھا اس کا رشتہ وشتہ کہی کیا ہے؟ ویسے بھی اچھی شکل وصورت اور خوش" اخلاق لڑکیاں گھر کی زینت ہوتی ہیں۔ جس بھی گھر میں جائیں خوشیاں لاتی ہیں۔ "سیرت بیگم کو افراح اپنے بیٹے دائم کے لیے پسند آئی تھی۔ویسے بھی جدی پشتی رئیس اور اوپر سے پٹھانی خوبصورتی سے مالامال لڑکی سے کون کافر انکار کر سکتا ہے۔

جی یہ میرے جیٹھ کے بیٹے کی منگ ہے۔۔۔اچھا بہن مجھے تھوڑا کام ہے میں وہ" دیکھ لوں۔"راحیلہ بیگم کو اب وہ دونوں عورتیں عجیب لگی تھی۔اس لیے تھوڑا اکھڑ لہجے میں بولتی اٹھی تھی۔

ہمم نکھڑے تو دیکھوا تنی بھی خوبصورت بیٹی نہیں ہے"اپنی بے عزتی پر بمشکل" غصہ کو قابو کرتی سیرت بیگم نحوست سے بولی تھی۔

مہک بیگم سیرت بیگم کی حالت پر دبے لبوں سے مسکراتے چائے کا کپ منہ سے لگا گئی تھی۔

@@@@@

سائم لالا پھر آپ کب کھلا رہے ہیں پھر ہمیں اپنا ولیمہ ؟؟"احمر سائم کے" کندھے پر ہاتھ رکھتے شرارت سے بولا تھا۔

مقصد سامنے بیٹھی رومان کو چھیڑنا تھا جو افراح کے ساتھ گپے لگا رہی تھی۔

وہ تو تم بھول ہی جاؤ بیٹا؟" رومان کے چہرے کو فوکس میں رکھتے سائم نے" بے دردی سے آہستہ آواز میں تیر چلایا تھا۔

سائم کے ساتھ والے صوفہ پر ہونے کی وجہ سے رومان نے صاف سنا تھا۔اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

ابھی حمزہ کا ولیمہ تو کھالو۔میرا تو ابھی بہت وقت ہے۔"سائم نے احمر کو ٹالا تھا۔"

کیسی باتیں کر رہے ہیں بھائی آپ نے کہا تھا کہ اگر میں شادی کے لیے مان" جاؤں تو آپ رومان کی رخصتی کروالیں۔اب ایسے کیوں کہہ رہے ہیں۔"سائم کی بات پر ساتھ بیٹھی آئزل دھیمے لہجے میں صدمہ سے بولی تھی۔

ٹھیک ہے میری اماں کروالوں گا۔اب خوش"آئزل کے چہرے کی پریشانی پر" سائم نرمی سے بظاہر ہار ماننے کے انداز میں بولا تھا۔

ہاں خوش.."آئزل دھیمے سے مسکرائی تھی۔ "

دوسری طرف رومان جو پرنیاں کے رونے کی وجہ سے ان کی سرگوشی نہیں سن سکی تھی۔افراح کہ اسرار پر افسردہ چہرہ لیے اسکا باغیچہ دیکھنے اٹھی تھی۔

سائم نے سپاٹ چہرہ سے رومان کی افسردگی کو دیکھا تھا۔

@@@@@@

مار کی لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔سب لوگ ولیمہ کے لیے پہنچ چکے تھے۔صرف دلہا دلہن کا انتظار تھا۔جو کچھ دیر میں پہنچنے والے تھے۔

میرون پینٹ کوٹ اور بلیک شرٹ پہنے سعد آغا اپنی شخصیت کا روعب لیے تاتا اور والد صاحب کے ساتھ دروازے پر کھڑا اپنے جگری دوست کی شادی پر لوگوں کا ویلکم کر رہا تھا۔

اتنے میں پیچھے سے کسی نے پریشان سی آواز میں پکارا تھا۔

"سنیں پرنیاں کو بھوک لگی ہے۔آپ کے گھر کی میڈ کہاں ہے اس کے پاس اسکی دودھ کی بوتل تھی۔"کامنی سی لڑکی بلیک ایمبرائیڈری والی شارٹ شرٹ کے ساتھ شرارہ پہنے بالوں کو کلر ڈال کھلا چھوڑے نیوڈ سے میک اپ میں اپنے حسن سے بے پرواہ معصومیت سے استفسار کر رہی تھی۔

سعد نے اس غیر لڑکی کو شاید پہلی بار دیکھا تھا۔اسی لیے اسکے ہاتھ سے پرنیاں کو لینے کے لیے ہاتھ آگے بڑھاتے بولا تھا۔

"مس پریشانی کے لیے معذرت لائیں ہماری پرنیاں ہمیں دے ہم خود اس کا خیال رکھ سکتے ہیں۔"سعد نے بات تو آرام سے کی تھی مگر مقابل کو وہ بہت بری لگی تھی اس لیے تڑخ کر بولی

او بھائی صاحب ہم غیر نہیں بلکہ پرنیاں کی مریم خالہ (رومان کی چھوٹی بہن)" ہیں۔ ہمیں اپنی پری کو اٹھانے میں کوئی دقت نہیں۔ آپ سے ملازمہ کا پوچھا ہے وہ بتائیں زیادہ شوخے مت ہوں کیونکہ یہ بچی آپ سے زیادہ ہماری ہے۔" مریم کا چھوٹا سہ ناک غصہ سے سرخ ہو رہا تھا۔

سوری مریم جی غلطی کے لیے معافی چاہتا ہوں۔" سعد مریم کے غصہ کو دلچسپی" سے دیکھتے سر جھکاتے ہوئے بولا تھا۔

ٹھیک ہے معاف کیا اب وہ بتائیں جو پوچھا ہے۔" مریم ادائے بے نیازی سے" بولی تھی۔

سعد کا دل اسکی اس ادا کا سیر ہوا تھا۔ ایک عجیب سی خواہش ابھری تھی کہ کاش یہ سامنے کھڑی لڑکی اسے ہمیشہ حکم دیتی رہے اور وہ سر جھکا کر سنتا رہے۔

مریم کب سے وہاں کھڑی گپے ہانک رہی ہو۔ جس کام کے لیے بھیجا تھا وہ تو ہوا "
نہیں تم سے " روما ن کی آواز نے سعد کو ٹرانس سے نکالا تھا۔

آپی یہ بتا ہی نہیں رہے۔ غلطی میری نہیں ان کی ہے ان کو ڈانٹیے " مریم اپنی "
چھوٹی سی ناک پھلا بکر بڑی بہن کو شکایت لگاتے بولی تھی۔

سعد آغا کا دل تو اسکی ہر ادا پر واری صدقے جا رہا تھا۔ اپنی حالت سے گھبراتے وہ
مریم کے چہرے سے نظریں چراتے بولا تھا۔

معذرت رومان سسٹر آپ لوگ سامنے سے تھوڑا آگے جا کر بائیں جانب مڑ "
جائیے گا۔ وہاں پر ایک ٹیبل پر ملازمہ بیٹھی ہو گی۔ آپ اس سے لے سکتی ہے۔ "
سعد کی بات پر مریم رومان کے ساتھ اس جانب چلی گئی تھی۔

پیچھے معصوم سہ شہزادہ اچانک دل کی بگڑتی حرکتوں پر خود سے الجھتا دروازہ پر کھڑا رہ گیا تھا۔

@@@@@

گرے رنگ کی ایمبرائیڈری سے سجی شارٹ فراق کے ساتھ سلور ہی لہنگا زیب تن کیے۔ شاندار میک اپ لک میں بالوں کو میسی جوڑا بنائے ڈوپٹہ کو سلیکے سے سیٹ کیے۔ حمزہ کا ہاتھ پکڑے حال میں انٹر ہوتے آئزل کی تو جھپ ہی نرالی تھی۔

گرے رنگ کے ٹیکسیوڈ میں چہرہ پر محبت پالینے کا سرور اور آنکھیں میں دنیا جیت جانے کا عظم لیے ہمارے دلہن میاں بھی ہر کسی کی نظروں کا مرکز تھے۔
ایک روعب تھا جو حمزہ کی شخصیت سے نکلتا ماحول پر چھایا ہوا الگ رہا تھا۔

آئزل کے ساتھ اسٹیج کی طرف جاتے وہ رکا تھا۔اور سائم کی جانب دیکھ کر بولا تھا۔

سائم لاؤ میری بیٹی پکڑاو۔"حمزہ کی بات پر سائم نم آنکھوں سمیت مسکرایا، پھر" پر نیاں حمزہ کو پکڑاتے پیچھے ہٹا تھا۔

اب حمزہ کے ایک ہاتھ میں آئزل کا ہاتھ تھااور دوسرے میں اس نے پرنیاں کو اٹھایا ہوا تھا۔ایک مکمل حسین جوڑا جو نجانے کتنی آزمائشوں کے بعد بنا تھا۔

محبت نے اس شہزادہ پر فدا ہوتے ڈھیرے سے اسے حاسدوں سے محفوظ ہونے کی دعادی تھی۔جواب بھی انہیں دیکھ کر خوش نہیں تھے۔ مگر یہ دعا قبول ہوتی تھی یا نہیں اس پر قسمت نے نظریں چرائی تھی۔

اسٹیج پر آ گئے ہیں۔اب تو میرا ہاتھ چھوڑ دو۔" صوفہ پر بیٹھتے ہی حمزہ کے کان میں آئزل کی غصیلی آواز ٹکرائی تھی۔

"بیگم میں نے اپنی بیٹی کی ماما کا ہاتھ چھوڑنے کے لیے نہیں تھاما۔" چہرے پر دبی دبی سی مسکراہٹ لیے حمزہ آئزل کو چھیڑتے ہوئے بولا تھا۔

آئزل اس بات پر تپ بھی گئی تھی۔
"ٹھر کی انسان کمرے چلو پھر بتاتی ہوں۔یہ ہاتھ تھام کر تم نے کتنی بڑی غلطی کی ہے۔"

"ہائے جانم اب تو یہ غلطی کر چکا ہوں اب چاہے سزا ملے یا ثواب دونوں ہی منظور ہیں۔" حمزہ گھمبیر لہجے میں کی گئی سرگوشی آئزل کو پھر سے چند لمحوں کے لیے ساکن کر گئی تھی۔
وہ ایک ٹرانس کی صورت میں حمزہ کی آنکھوں میں دیکھے گئی تھی۔

کوئی کسی سے آج کے زمانے میں اتنی بے لوث محبت کیسے کر سکتا ہے۔"دل "
میں نے دھیرے سے آئزل کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

ہمدردی کا بخار منحوس کے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔اس لیے زیادہ مت سوچو""
دماغ نے فوراً تاویل دے کر رد کیا تھا۔

پرفیکٹ پکچر حمزہ لالا"کیمرہ چہرہ سے ہٹاتے نیلے رنگ کی پینٹ کوٹ پہنے بالوں"
کو خوبصورتی سے سجائے احمر صاحب حمزہ کے پاس آئے تھے۔

زندگی میں پہلی دفع کوئی درست کام کیا ہے تو نے چھوٹے"تصویر دیکھتے حمزہ"
نے اسے شاباشی دی تھی۔

نوازش سرکار"کورنیش بجالاتے احمر بولا تھا۔"

پھر اس کے بعد ملنے ملانے کا ایک سلسلہ شروع ہوا تو نجانے کتنی دیر بعد جا کر رکا تھا۔

حمزہ بھائی آپ نے آئزل کو آج مکلاوے کی رسم کے لیے ہمارے ساتھ جانے تو دینا نہیں ہے تو میں سوچ رہی تھی کہ ہماری جوتا چھپائی کی رسم کہی رہ نہ جائے اس لیے وہ یہی پر پورا کر لیتے ہیں۔اب جلدی سے جوتے اتار کر دیں دیں پلیز "مریم اور حیا (سائم کی بہن) حمزہ کے پاس آتے معصومیت سے بولی تھیں۔

ایسے ہی دیں دیں۔لالا کوئی ضرورت نہیں ہے انہیں کچھ بھی دینے کی "احمر" جلدی سے میدان میں کودا تھا۔خلاف توقع افراح بھی احمر کی حمایت میں بولی تھی۔

بالکل احمر ٹھیک کہہ رہا ہے۔"قریب کھڑی افراح کی حمایت پر احمر دل پر ہاتھ رکھتے بولا تھا۔

سوہنے ایک تو آج اس نیلی فراق میں اتنے کمال دے لگ رہے اور اوپر سے " میری سائیڈ لیتے تو آج دل لوٹ رہے ہو۔

شودے انسان میری بہن سے فلرٹ کرنے سے کبھی تو باز آجایا کرو" سعد احمر کے سر پر تھپڑ لگاتے احمر اور افراح کے درمیان میں آ کھڑا ہوا تھا۔"اور حمزہ یار اگر کوئی اتنے پیار سے جوتا مانگ رہا ہے تو دے دو پیسے میں دے دوں گا۔"سعد مریم کی حمایت میں اترا تھا۔

سعد کے ساتھ کھڑے احمر اور حمزہ نے چھوٹی آنکھیں لیے کھڑے اس مہمان بنتے سعد کو گھورا تھا۔

کباب میں ہڈی نہیں ہڈا بنے کھڑے سالے صاحب چلو میں تو آپ کی بہن پر "

لائین مار رہا ہوں۔ مگر آپ کس خوشی میں مخالف پارٹی کی سائیڈ لے رہے ہیں۔

"احمر کی زبان میں کھجلی کوئی تھی۔

سعد گڑ بڑا کر احمر کی کمر میں مکا جڑتے آہستہ آواز میں بڑ بڑایا تھا۔

"شودہ میری عزت کچرے میں ملا کر ہی چھوڑے گا "

اگر میری جانم کے آپ بھائی نہ ہوتے تو کبھی آپ کا اتنا تشدد برداشت نہ کرتا"

میں"احمر منہ بسورتہ حمزہ کے قریب ہوا تھا۔اور اسکے کان میں پھسپھسایا تھا۔

لالا مجھے آپکے دوست سعد سے اچھی وائیبز نہیں رہی تھی۔ان کی گھر جا کر ہم "

نے خبر لینی ہے۔"احمر حمزہ سے کہتے دوبارا سے مریم لوگوں کی طرف متوجہ ہوا

تھا۔

جبکہ زیرے لب مسکراتا حمزہ اپنی یار کے حال دل پر مسکرادیا تھا۔

حمزہ بھائی یہ کیا بات ہوئی اب جو اگر میری دو چھوٹی بہن آپ کے پاس رسم کے "
لیے آ ہی گئی ہیں تو آپ نے ان کے پیچھے یہ شرارتی بندر لگا دیا ہے۔ پیسے دیں اور
معاملہ ختم کریں پلیز" کب سے احمر کو مریم لوگوں سے الجھتے دیکھ رومان آخر کار
خود اسٹیج پر چڑھ آئی تھی۔

آئزل کے ساتھ والے صوفہ پر بیٹھے سائم نے آئیبرو اچکاتے رومان کو دیکھتا تھا۔
جو پیچ کلر کی شارٹ شرٹ اور کیپری میں ہلکے ہلکے میک اپ کے ساتھ آج اسے
اپنی اپنی سی لگ رہی تھی۔

شاید یہ اثر آئزل کی اب باتوں کا تھا جو رومان کے افسردہ ہو کر افراح کے ساتھ
جانے پر کی تھی۔

بیگم زرا یہ پاکٹ سے وائلٹ تو نکالنا۔ میں ہلا تو پرنیاں اٹھ جائے گی" حمزہ آئزل کی طرف جھکتے ہوئے بولا تھا۔

انداز ایسا تھا کہ نجانے کونسا مسئلہ فیسہ گورس ہے جو آئزل کی مدد کے بنا حل نہیں ہونا۔

جانے کیدوں سانوں چھڑیاں نوں وی بڑی لبے دی۔ کدی تے ایسی وی" شوخے ہواں گے (ہمیں بھی کبھی بیوی ملے گی۔ ہم بھی کبھی ایسے ہی شو ماریں گے)۔"احمر نے شرارت سے حمزہ کو دیکھتے لائین کسی تھی۔

حمزہ میرا ہاتھ چھوڑدو اور خود اپنے ہاتھ سے نکال لو" آئزل دانت پیستے بولی تھی۔

یہ ہاتھ تو اب نہیں چھوٹے گا بیگم" حمزہ آئزل کو آنکھ مارتے شرارت سے بولا" تھا۔آئزل خود پر ضبط کرتی حمزہ کا وائلٹ نکالتی بولی تھی۔

"یہ لو یہ تمہاآخری اور پہلا کام کر رہی ہوں۔اب میں تمہارا مزید کوئی کام نہیں کروں گی۔ "

"بیگم اب جب وائلٹ نکال ہی لیا ہے تو جتنے تمہارا دل کرتا ہے اتنے پیسے وائلٹ سے نکال کرا نہیں دے بھی دو پلیز۔"حمزہ نے ابھی کے تھوڑا اونچے لہجے میں درخواست کی تھی۔پوری ینگ جنریشن نے حمزہ کی دریادلی پر ہوٹنگ کی تھی۔

جبکہ آئزل نے حیرت سے اپنے ساتھ بیٹھے سائیکو کو دیکھا تھا جو لمحہ بالمحہ اسے اپنے رویے سے حیران کر رہا تھا کہ آج کے زمانے میں جہاں شوہر حاکمیت دیکھاتا ہے وہاں وہ شخص کے بیوی کے سامنے جھکتا اسے ملکہ بنا رہا تھا۔
دادا حضور اپنی آئزل کے نصیب میں لکھے اس شخص کی محبت پر نم آنکھوں سے مسکرا دیے تھے۔

@#@@@

"سب کے سامنے یہ محبتیں جتا کر آخر تم ثابت کیا کرنا چاہتے ہو کہ جیسے یہ شادی، مرتی ہوئی خالہ کی خواہش پر اس کی طلاق یافتہ بیٹی، جو ایک بچے کی ماں ہے سے نہیں ہوئی۔ بلکہ تم نے اپنی محبوبہ سے کی ہے۔" کمرے میں داخلہ ہوتے ہی حمزہ کو آئزل کی سپاٹ چبھتی ہوئی آواز نے خوش آمدید کہا تھا۔

""ماننا پڑے گا تمہارے آئی کیو لیول کو بیگم بہت جلد اصل بات تک پہنچ گی۔"" حمزہ اسے خاطر میں نہ لاتے مسکرا کر بولا تھا۔

""یہ مسکرا کس خوشی مں رہے ہو میں نے لطیفہ نہیں سنایا۔ جواب مانگا ہے۔"" آئزل حمزہ کی بات پر دھیان دینے کی بجائے اس کے لہجے پر تپی تھی۔

بیگم ویسے حیرت ہے ابھی میرے ساتھ رہتے رہتے ہوئے۔ تمہیں جمعہ جمعہ "
آٹھ دن بھی نہیں ہوئے، دماغ ابھی سے ایک سو اسی کی سپیڈ سے چلنے لگا ہے۔ "
حمزہ کپ بورڈ سے اپنا سلیپنگ سوٹ نکالتے ایک بار پھر پٹڑی سے اترتے بولا
تھا۔

کیا بدتمیزی ہے حمزہ تم میری ہر بات کا الٹ جواب کیوں دے رہے "
ہو۔" آئزل چڑ کر کہتے حمزہ کی طرف بڑھی تھی۔

اور یہ اٹکا آئزل کا پاؤں کارپٹ میں اور یہ گئی وہ حمزہ کی باہوں میں

ماشاءاللہ چشمہ بدور" ولیمہ کے میک اپ لک میں آئزل کی دمکتے مکھڑے کو جی "
بھر کر دیکھتے حمزہ نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔

آئزل جو پہلے جھٹکے سے نہیں نکلی تھی کہ حمزہ کی حرکت پر آنکھیں پھاڑے سن سی اسے دیکھے گئی تھی۔

"مرد کا لمس ایک عورت کے لیے اتنا پاکیزہ اور محبت سے لبریز کیسے ہو سکتا ہے؟" آئزل کا دل زور سے دھڑکا تھا۔

" یہ سب دھوکا ہے۔ آئزل بے وقوف اس دھوکے میں پڑ کر یہ مت بھولو کہ بھی احد کی طرح ایک مرد ہی ہے۔ مرد صرف نفس کا بھوکا ہوتا ہے۔ حمزہ بھی ویسا ہی ہے۔ جیسے احد تھا نفس کا بھوکا۔۔۔" آئزل کے دماغ نے چیخ کر اسے حقیقت میں پٹکا تھا۔

آئزل غصہ سے ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی تھی، پھر حمزہ کی محبت لٹاتی آنکھوں کو نفرت سے دیکھ غرائی تھی۔

نفس پرست شخص موقع ملتے ہی آ گئے نا اپنی اصلیت پر، مگر جان لو اب میں " پہلے والی کمزور سی آئزل نہیں ہوں جس کو جب دل چاہا تم توڑ کر رکھ دو۔" آئزل اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی۔

آئزل کے وہ سخت لفظ حمزہ کے چہرہ پر کسی تازیانہ کی طرح لگے تھے۔ حمزہ کی محبت پر ایسے رکھ کر تھپڑ مار گیا تھا۔ وہ تڑپ کر سی بھی نہ کہہ سکا۔

آئزل واش روم میں بند ہو گئی تھی۔

سپاٹ چہرہ اور لہو رنگ آنکھیں لیے حمزہ مٹھیاں بھینچتے پاس پڑے صوفہ پر بیٹھتے چلا گیا تھا۔

حمزہ عزت نفس کسی بھی چیز سے عزیز نہیں ہوتی وہ لڑکی ابھی تمہیں گالی دے " کر گئی ہے اور تم نامردوں کی طرح بیٹھے ہو دو حرف بھیج کر اسے فارغ کیوں نہیں

کر دیتے۔ وہ تو تم سے محبت تو دور تم پر یقین بھی نہیں رکھتی۔" حمزہ کے دماغ نے اس کا تمسخر اڑایا تھا۔

"حمزہ نہیں! تم آئزل کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔ آئزل محبت ہے تمہاری جو پہلے ایک شخص کی بیوفائی اور نامردانگی سے اس حالت میں پہنچی ہے۔ تم اسے بیچ راستے نہیں چھوڑ سکتے۔" دل نے تاویلیں دی تھیں۔

"راستے میں انہیں چھوڑا جاتا ہے جو ساتھ چل رہے ہوں۔ اور تم تو پہلے ہی اس راستے کے تنہا مسافر ہو۔ جتنا تم اس راستے پر مزید چلو گے اتنا تم خود کو تکلیف پہنچاؤ گے۔" دماغ دل کے مقابلے پر اترا تھا۔

"ہر کسی کو محبت میں منزل نصیب ہو ایسا ممکن نہیں ہے اور آئزل نے تمہیں اس راستے پر نہیں چلایا تم خود اس سفر پر نکلے ہو اس لیے آئزل کو قصوروار مت ٹھہراؤ۔ یک طرفہ محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔"

"یک طرفہ محبت کا یہ مطلب نہیں کہ تم بے غیرت بن کر خود پر محبوب کے ناجائز الزام برداشت کرتے نامرد بنے بیٹھے رہو۔" دماغ کی اس تاویلیں پر حمزہ چیخ اٹھا تھا۔

"بکواس بند کرو۔خاموش ہو جاؤوووو۔۔۔" حمزہ نے پوری شدت سے ساتھ رکھے سائیڈ ٹیبل پر پڑا واز اٹھ کر زمین پر دے مارا تھا۔

واش روم سے فریش ہو کر نکلتی آئزل نے ڈر کر سینے پر ہاتھ رکھا تھا۔اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے حمزہ کو دیکھا تھا۔

جو آئزل کو نظر انداز کرتے کمرہ سے چلا گیا تھا۔

@@@@@

لان کی ٹھنڈی ہوا میں چہل قدمی کرتا حمزہ کسی بھی طرح اپنے اندر لگی آگ کو بجھانے چاہتا تھا۔ جو رفتہ رفتہ اس کے وجود کو خاک کرنے کے درپر تھی۔

"کیسے ہو حمزہ؟" اپنے پیچھے سے آتی رومان کی آواز سن کر حمزہ پلٹا تھا۔

جو نجانے کب وہاں آکھڑی ہوئی تھی۔
فاروقی ولہ کے لوگ ولیمہ کے بعد یہی رک گئے تھے۔ کیونکہ اتنی رات میں واپسی کے سفر پر حمزہ نے انہیں جانے نہیں دیا تھا۔

"ٹھیک ہوں تم سناؤ" حمزہ نے لان کے تاریخی حصہ کی جانب بے خیالی دیکھتے، خود کو کمپوز کیا تھا۔
شاید وہ آج بھی خود کو رومان سے نظریں ملانے کے قابل نہیں سمجھتا تھا۔

ٹھیک لگ تو نہیں رہے ؟ ویسے اب تو تمہیں خوش ہو جانا چاہیے آخر تم نے اپنی" محبت کو پا لیا ہے۔" رومان کا لہجہ طنزیہ نہیں تھا مگر پھر حمزہ کو وہ کسی تازیانہ کی مانند لگا تھا۔

طنز کرنے آئی ہوں ؟" حمزہ نے رومان کی طرف دیکھا تھا۔ جو روشنی میں آتے" ہی اس کی اجڑی حالت دیکھ ششدر سی بول ہی نہ سکی" خیر اگر کرنے بھی آئی ہو، تو حق رکھتی ہو۔ میں تمہارا مجرم جو ٹھہرتا ہوں۔ لیکن یقین جانوں ماضی میں جو ہوا وہ سب حادثاتی طور پر ہوا تھا میں نے کچھ بھی جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔ اس لیے خدارا مجھے معاف کر دو۔ تمہاری یک طرفہ محبت کو ٹھکرا کر میں سب کچھ پانے کے بعد بھی ننگے پاؤں تپتی ریت پر چل رہا ہوں۔" جھکے کندھوں، چہرہ پر حزن و ملال لیے کھڑے اس شہزادہ نے رومان کے سامنے ہاتھ باندھے تھے۔

رومان کی آنکھوں سے سیال بہنے لگے تھے۔

حمزہ ہاتھ مت جوڑو میں اس قابل نہیں ہوں۔"حمزہ کے ہاتھوں کو پیچھے "
کرتی وہ بھرائے لہجے میں بولی"مجھے تم سے محبت نہیں تھی ہاں تم میری پسند
ضرور تھے مگر یقین جانو یہ سب اسی دن ختم ہو گیا تھا جس دن میری زندگی میں
"سائم آیا تھا۔میں نے تمہیں کبھی بد دعا نہیں دی جانتے ہو کیوں؟

رومان کے سوال پر حمزہ خاموش ہی رہا تھا تو وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولی"
کیونکہ اگر اس دن تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاتے تو شاید آج ہم ایک ناکام رشتے کو
گھسیٹ رہے ہوتے۔
آج میں خوش ہوں۔وجہ وہ شخص ہے جو تمہاری وجہ سے میری زندگی میں آیا
ہے۔میں سائم سے بے انتہا محبت کرتی ہوں حمزہ اور یہ محبت میرے لیے باعث
فخر ہے۔جانتی ہوں وہ ماضی کی گئی میری غلطیوں کی وجہ سے مجھ سے بدگماں ہے
وہ یا شاید نفرت بھی کرتا ہے مگر پھر بھی وہ میری عزت کرتا ہے۔جتاتا نہیں ہے
مگر دیکھائی دیتا ہے۔
" ہاں مگر ایک غلطی مجھ سے ہوئی ہے۔

وہ دونوں ایک ہی طرح کے تھے جو طرفہ محبت کے عذاب کو جھیل رہے تھے۔

"میری بدعا آئزل کو تباہ کر گئی حمزہ تم نہیں جانتے کہ اس دن دی جانے والی میری بدعا نے آئزل کی زندگی تباہ کر دی۔
اسے ڈپریشن کی مریضہ بنا دیا ہے۔ مردوں سے اعتبار اٹھ چکا ہے۔ ہر وقت اس کے سر میں درد رہتا ہے یہاں تک کہ اپنی معصوم بیٹی کو دیکھ اسے ماضی کی ہر تلخی یاد آتی ہے تو اس کے سر کا درد بڑھ جاتا ہے۔
اس کا دل کمزور ہو چکی ہے۔ یہاں تک کہ انجائنا کا اٹیک ہو چکا ہے۔" رومان کی آخری بات پر حمزہ ششدر سہ اس کا منہ دیکھتا رہ گیا تھا

"حسد بہت بری شہ ہے حمزہ اور مجھ گناہگار کے ایک لمحے کے حسد نے آئزل کو تباہ و برباد کر دیا۔ ہو سکے تو تم اسے کبھی کوئی تکلیف نہ دینا حمزہ وہ معصوم ہے۔
ایک ظالم مرد نے اس معصوم سی چڑیا کو بے دردی سے توڑا ہے۔ خدارا اا گروہ

کبھی کوئی غلطی بھی کرے تو تم اسے معاف کر دینا۔اس کا دل بہت کمزور ہو چکا ہے حمزہ" رومان یہ کہتے ہی وہاں سے چلی گئی تھی۔

غم و ملال کی تصویر بنا کھڑا وہ شہزادہ کئی لمحے تک ہل نہ سکا تھا۔

ایک اور شخص تھا جس پر آج ایک دیوانی کی محبت آشکار ہوئی تھی اور کچھ فاصلے پر اندھیرے میں کھڑا وہ ہل تک نہ سکا تھا۔ہاں وہ سائم ابرار تھا جو رومان سائم ابرار کی محبت پر ساکن کھڑا تھا

اگر حمزہ مصطفٰی اپنے محبوب کی تکلیف پر آنسوں بہا رہا تھا۔
تو سائم ابرار اپنے محبوب کو اتنے عرصے تکلیف دینے پر ساکن تھا۔

قسمت پھر سے پلٹا کھا چکی تھی۔ نجانے اب کیا ہونے والا تھا؟

@@@@@

حمزہ کمرہ میں واپس آیا تو اس کی سیدھا نظر بیڈ پر سکڑی سمٹی لیٹی آئزل پر پڑی۔
جس کے پاؤں سے خون رس رہا تھا۔

حمزہ بے چینی سے بیڈ کے قریب گیا تھا۔ شاید کمرے میں بکھرے کانچ کا کوئی زرا
اس کے پاؤں میں چبھ گیا تھا۔
فرسٹ ایڈ باکس لاتے وہ آئزل کے قریب بیڈ پر بیٹھا تھا۔ اور اس کا پاؤں پکڑے
بینڈ تج کرنے لگا تھا۔

سسس۔۔۔"آئزل سسکی تھی۔"
ششش بس ہو گیا" آئزل کی پنڈلی کو لبوں سے چھوتے حمزہ نرمی سے بولا تھا۔"
اٹھ کر بیڈ کے دوسری جانب آتے اس نے پیچھے سے آئزل کو باہوں میں بھرا
تھا۔

"آئم سوری آئزل آئم ریلی سوری تمہیں سب سے زیادہ سمجھنے کا دعویدار تمہیں آج تک شاید سمجھ ہی نہ پایا ہے۔" نم آنکھوں کو آئزل کے بالوں میں چھپاتے حمزہ بڑبڑایا تھا۔

"لیکن یقین جانو اس حمزہ مصطفیٰ نے صرف تمہاری روح سے عشق کیا ہے۔ کبھی جسم کی چاہ نہیں ہوئی مجھے اس لیے خدارا میرے کسی عمل کو نفس پرست نہ سمجھو۔ بہت محبت کرتا ہوں۔ آج سے نہیں سالوں سے جب سے میری آنکھوں نے ہوش سنبھالا ہے۔ صرف تمہیں چاہا ہے۔ تمہاری خوشی چاہی ہے۔ میں نفس پرست نہیں ہوں پارٹنر۔۔۔ میں احد جیسا نہیں ہوں۔ خدارا میری محبت کو پھر سے شک کی نگاہ سے مت دیکھنا۔" حمزہ کے لہجے میں التجاء تھی۔ آئزل کی آنکھ سے ایک آنسوئں چپکے سے بہہ نکلا تھا۔ تو کیا وہ جاگ رہی تھی؟

کس طرح چھوڑ دوں اے یار میں چاہت تیری

میرے ایمان کا حاصل ہے محبت تیری

جانے کیا بات ہے جلووں میں ترے جان جہاں

یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

اب نگاہوں میں جچے گا نہ کوئی رنگ و جمال

میری آنکھوں کو پسند آگئی رنگت تیری

اپنی قسمت پہ فرشتوں کی طرح ناز کروں

مجھ پہ ہو جائے اگر چشم عنایت تیری

@@@@@

"حمزہ یار یہ محبت کیا ہوتی ہے؟" پر سوچ انداز میں ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھے بیٹھے سعد نے حمزہ سے سوال کیا تھا۔

حمزہ نے اسے ایسے دیکھا اس کے سر پر سینگ نکل آئیں ہوں

ایسے کیوں دیکھ رہو یار جنرل نالج کا سوال ہی تو پوچھا ہے "سعد گڑبڑا کر اپنی کرسی پر سیدھا ہوتے بولا تھا۔

"تیرے جیسے انسان کے لیے جس کا سارا دن کمپوٹرز میں گزرتا ہے اسکے لیے Love is "Loss Of Valuable Energy." ہے "

حمزہ کا انداز سراسر مذاق اڑانے والا تھا۔

"ہاہاہا لیم جوک بالکل بھی ہنسی نہیں آئی۔ زیارہ دانت نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔"سعد منہ پھلاتے بولا تھا۔

"او میرے جھلے یار سچ سچ بتا یہ آج تجھے محبت کا خیال کیسے آیا؟"حمزہ فائل بند کر کے سعد کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہوا تھا۔

و۔۔۔وہ تجھ جیسے مجنوں کو سارا دن دیکھتا رہتا ہوں کہ کیسے تو آئزل بھابھی کی"
لاکھ نفرت و بیزاری کے باوجود ان کے آگے پیچھے ان کے نکھرے اٹھاتا رہتا
ہے۔

تو بس اسی لیے پوچھا کہ یہ آخر محبت بلا کیا ہے؟
کہی یہ کوئی خطرناک بیماری تو نہیں جو انسان کو بے بس کر دیتی ہے۔" سعد نے
معصومیت سے پوچھا تھا۔

زمہ دار، سلجھا ہوا، شریف النفس سعد آغا آج محبت کی بات کرتے بہت ہی پیارا
لگ رہا تھا۔

سچ بتاؤ تو میں خود نہیں جانتا کہ اصل میں محبت کیا ہے؟" حمزہ کی بات پر سعد"
نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ مگر بولا کچھ نہیں

محبت ایک احساس ہے۔ جس کے بہت سے روپ ہیں جیسے بندے اور رب کی "
محبت، ماں باپ کی بچوں سے محبت بہن بھائیوں کی آپس میں محبت، شوہر کی بیوی
سے محبت بیوی کی شوہر سے محبت، دوست کی دوست سے محبت یعنی ہر رشتہ کی
محبت کی ڈیفی نیشن مختلف ہے۔
محبت اگر مل جائے تو انسان مکمل ہوتا ہے اگر نہ ملے تو لوگ اسے مجنون، ہیر
رانجھا، سوہنی مہینوال جیسے نام سے یاد رکھتے ہیں۔ مگر جانتے ہو سب سے تکلیف
دہ محبت کونسی ہوتی ہے؟"حمزہ نے سعد سے پوچھا تھا۔

سعد نے کسی بچے کے جیسے سر نفی میں ہلایا تھا۔

یک طرفہ محبت "حمزہ کے اس لفظ پر سعد ساکن ہوا تھا۔ دل زور سے دھڑکا"
تھا۔
دماغ نے سرگوشی کی تھی۔

" سعد آغا کہی تم بھی یک طرفہ محبت کا شکار تو نہیں ہو گئے۔ "

دماغ کی تاویل پر سعد کا چہرہ سپاٹ ہوا تھا۔ سعد کے چہرہ کو دیکھتا حمزہ نرمی سے مسکراتے بولا تھا۔

ٹینشن مت لے۔ تیرا یار تیری محبت کو یک طرفہ نہیں بننے دیتا اور یقین رکھ " جس کو تو نے چاہا ہے وہ میری سب سے معصوم اور کھرے دل کی بہن ہے وہ تیری محبت کبھی ریجکٹ نہیں کرے گی" حمزہ مسکراہٹ دباتے واپس فائل کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

ا۔۔ایسا کچھ نہیں ہے حمزہ تو غلط سمجھ رہا ہے۔" سعد ہکلا کر کہتا منمنایا تھا۔ "

کیسا کچھ ؟" حمزہ سعد کی حالت سے لطف اندوز ہوتے اس کی بات پکڑ گیا تھا۔ "

زیادہ شوخا ہونے کی ضرورت نہیں ہے حمزہ مصطفٰی مانا تو محبت کے معاملہ میں " مجھ سے زیادہ ایکسپرینس ہے اور ابھی تو مجھے خود بھی پکا نہیں کہ میں محبت کرتا ہوں۔اس لیے چپ رہ" سعد نے حمزہ کے منہ پر ہاتھ رکھتے التجاء کی تھی۔

حمزہ کو اپنے دوست پر بے انتہا پیار آیا تھا جو محبت کے تازہ وار سے گھائل بولا یا بولا یا پھر رہا تھا۔

سعد آغا یک طرفہ محبت بہت جان لیوا ہے میرے یار یہ انسان کو اندر سے " دھیرے دھیرے کاٹتی ہے۔ایسے کہ لہو بھی نہ نکلے اور تڑپ تڑپ کر انسان مر بھی جائے۔میری دعا ہے کہ رب تجھے ایسی یک طرفہ محبت میں کبھی مبتلاء نہ کرے" حمزہ سنجیدگی سے سعد کو گلے لگاتے کہا تھا۔

وہ شہزادہ خود اس نامعلوم منزل کا مسافر تھا۔جو اب تک تنہا بھٹک رہا تھا۔

شادی کو ایک ہفتہ ہونے کو آیا تھا۔ آئزل اس رات کے بعد سے حمزہ سے مکمل قطع تعلق کیے ہوئے تھے۔

@@@@@

صبح صبح ہمارے کیچن میں کیا کر رہی ہو؟" فریزر سے پانی نکالتے سائم نے " چولہے کے سامنے کھڑی رومان کو گہری نظروں سے دیکھتے سنجیدہ لہجے میں پوچھا تھا۔

دن کے دس بج رہے ہیں۔ بڑی ماں میری ماما کے ساتھ پڑوس میں افسوس" کرنے گئی ہیں۔ اس لیے میں دادا حضور کے لیے دلیا بنا رہی ہوں۔" نظروں کی تپش پیٹھ پر برداشت کرنے کے باوجود رومان ڈھیٹ بنی کھڑی رہی۔

کل رات دیر تک کام کرنے وجہ سے صبح جلد آنکھ نہ کھل پائی۔ ایسا کرو میرے" لیے بھی دو روٹیاں سینک دو۔ بھوک لگی ہے۔" حکم کیا گیا تھا۔

میں تو پکا دوں گی۔ مگر آپ بتائیں آج اس گری ہوئی لڑکی کے ہاتھ کی روٹیاں" کھالیں گے؟" رومان سائم کی آنکھوں میں دیکھتی سپاٹ لہجے سے بولی تھی۔

بیوی ہو میری، میرا حکم ماننا فرض ہے تمہارا فضول سوال جواب مت کرو۔"""
سائم رومان کی آنکھوں سے چھلکتی ماضی کی تلخ یادوں سے پیچھا چھڑاتے لہجے کو مضبوط کرنے کی جدوجہد میں بولا تھا۔

سائم کو اپنا دل ہر گزرتے دن کے ساتھ بدلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ آج کل وہ خود سے الجھا الجھا رہنے لگا تھا۔اب سامنے سراپا سوال کھڑی لڑکی کی بات پر وہ نظریں نہیں ملا پا رہا تھا۔

ہاں صرف اپنے حقوقِ یاد رہتے ہیں آپکو میرے حقوقِ و فرائض کون ادا کرے" گا۔" سائم کے دل کی حالت سے انجان رومان نے تلخی سے شکوہ کیا تھا۔

اپنے حقوق چاہیے تمہیں..."رومان کی بات پر گہری نظروں سے اسے دیکھتے" سائم اس کے قریب آیا تھا۔

رومان کی دھڑکن بے ترتیبی ہوئی تھی۔ساکن سی وہ ایک ٹرانس کی سی کیفیت میں سامنے کھڑے اس شہزادے کو دیکھے گئی تھی۔

سائم کے دل نے مقابل کھڑی اس حسینہ کی نم پلکوں کو چھونے کی خواہش کی تھی۔سائم رومان کی جانب جھکا تھا۔

بہت جلد تمہارے تمام حقوق پورے ہونگے۔رخصتی کی تیاری کرلو۔"زور سے آنکھیں میچی کھڑی رومان کے کان میں سرگوشی کرتے سائم دھیرے سے مسکرایا تھا۔

رومان کی پلکوں پر پھونک مارتے وہ تیزی سے کیچن سے نکلا تھا۔

سائم کے جاتے ہی رومان نے بے یقینی سے اپنے ساتھ ہوئے حادثہ کو سوچا تھا جو اسے صرف سائم کی سزا کا کوئی نیا طریقہ لگا تھا۔اس لیے سر جھٹکتی بڑبڑا کر چولہے کی جانب متوجہ ہوئی جہاں دلیا نیچے لگ چکا تھا۔

" وہ تمہیں سزا دینا کا کوئی نیا طریقہ ڈھونڈ رہا ہے۔اس لیے خوش فہم مت ہو۔"

@@@@@

تم کیا جانو محبت کے م کا مطلب

مل جانے تو خوش نصیب

نہ ملے تو دل جلے

" میرا پیارا بچہ بولو دا جان ارے میرا پیارا میٹھا پرنیاں تو بہت اچھا بچہ ہے یہ تو اپنے بڑے دادا کو دا جان بولے گا۔ہاں بولو دا جان دا جان "پرنیاں کو گود میں لیے بیٹھے

سعد کے تایا جان محبت سے اس کی ٹھوڑی پکڑتے اس سے بلوانے کی کوشش میں تھی۔

پرنیاں باجی دا جان کی محبت میں کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔

بابا جان آپ کا وقت ختم ہوا اب میری باری چلیں جلدی سے مجھے دیں "احمر" بے صبری سے کہتا ان کے ساتھ بیٹھا تھا۔

کیوں بھئی اب آئزل اپنی عینی کے پاس آئے گی۔میں ابھی یونی سے واپس آئی ہوں۔"احمر اور افراح آس پاس ہوں اور جنگ نہ ہو یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔

بابا جان آپ انصاف کریں۔دیکھیں پہلے جو آیا ہے۔اسی کا حق بنتا ہے نا"احمر" نے پرنیاں کو پکڑنا چاہا تھے۔

نہیں یہ پرنیاں فیصلہ کرے گی کہ وہ کس کے پاس جانا چاہتی ہے۔ دیکھتے ہیں وہ" کس کے پاس آتی ہے۔" افراح نے بھی ہاتھ پھیلائے تھے۔

احمر کے بابا ان کے بچپنے پر مسکرا رہے تھے۔

پرنیاں میڈم انہیں نخرے دیکھتی اپنے داجان (احمر کے بابا) کی گردن میں منہ چھپاتی چوری چوری انہیں دیکھ رہی تھی۔

پری میری جان دیکھو افراح عینی تمہارے لیے چاکلیٹس لائی ہے۔ اب جلدی" "سے میرے پاس آجاؤ

نہیں پری لاڈو اس چڑیل کے نہیں اپنے چاچو کے پاس آؤ۔ میں تمہیں اپنی" " بائیک پر گھمانے لے کر جاؤ گا۔

دونوں جانب سے خوب مسکے لگائے جا رہے تھے۔

"میری پری تمہاری پھٹی بائیک پر کبھی نہیں بیٹھے گی۔اس لیے اپنی فضول سی آفر اپنے پاس رکھو۔" افراح نے احمر کی بائیک کی شان میں گستاخی عظیم کی تھی۔

"افراح مانا وہ تمہاری سوتن ہے مگر میں تمہیں اپنی پہلی بیوی کے بارے میں ایسا گستاخی ہر گز نہیں کرنے دوں گا۔" احمر افراح کے بال کھینچتے وہاں سے بھاگا تھا۔ کیونکہ وبال جان کو وہ خود دعوت دے چکا تھا۔

"احمر میں تمہیں گنجا کر دوں گی۔" غصہ سے اپنی جوتی اتار کر اس بھاگتے بندر کے پیچھے لپکی تھی۔

لاونج میں طوفان آگیا تھا۔
پرنیاں تالیاں مارتی کھلکھلا رہی تھی۔

دوسرے صوفہ پر بیٹھی بی جان کی جھولی میں سر رکھے لیٹی آئزل آنکھیں بند کیے اپنی بیٹی کی قلقاریاں سن رہی تھی۔

پیچھے کہی ماضی کا ایک منظر اس کی آنکھوں میں تازہ ہوا تھا۔

"کیوں ہر وقت اس محسوس کو گود میں لیے بیٹھے رہتے ہیں۔ یہ میرے احد کی تباہی کی وجہ ہے اور آپ اس کے لاڈ اٹھا رہے ہیں۔" ابرار صاحب کی گود میں بیٹھی پرنیاں کو دیکھتے مہک بیگم چیخی تھی۔

"زبان سنبھال کر بات کرو مہک بیگم یہ ہمارا خون ہے۔ یہ تو اتنی معصوم ہے اور تم اسے الزام دے رہی ہو۔" ابرار صاحب کا غصہ بھی عود آیا تھے۔

یہ معصوم نہیں دائیں ہے یہ اس کا سایہ گھر پر پڑتے ہی ہمارا آشیانہ اجڑ گیا ہے۔" میرا احد گھر بدر ہو گیا ہے۔ چھوٹے بھائی صاحب دنیا سے چلے گئے دادا حضور اپاہج ہو گئے ہیں۔ یہ اور اسکی ماں پورے گھر کی خوشیاں کھ گئی ہیں۔" مہک بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اڑ کر اس بچی کا گلہ دبا دیتی۔

دور سیڑھیوں میں کھڑی آئزل یہ منظر دیکھتی وہی کھڑی رہ گئی تھی۔

بس کرو ہر وقت یہ باتیں کر کے دماغ خراب کر دیا ہے میرا۔۔۔گھر میں سکون" نام کی چیز نہیں ہے۔" پرنیاں کو صوفہ پر لیٹاتے ابرار صاحب غصہ سے باہر چلے گئے تھے۔

پرنیاں رونے لگی تھی۔

رونا بند کرو منحوس۔۔۔۔او ملازمہ ادھر آؤ اسے چپ کرواؤ۔" پرنیاں کو" نفرت سے دیکھتے مہک بیگم نے ملازمہ کو بلایا تھا۔

ملازمہ کی جگہ دور کھڑی رومان بھاگتی ہوئی آئی تھی۔اور پرنیاں کو سینے سے لگائے چپ کروانے لگی تھی۔

مہک بیگم سر جھٹک کر وہاں سے چلی گئی تھی۔آئزل سپاٹ نظروں سے دیکھتی رہ گئی تھی۔

"ماضی چاہے جتنا بھی تکلیف دہ ہو۔اسے بھول کر آگے بڑھو آئزل ورنہ زندگی گزارنا مشکل ہو جائے گا۔"بی جان آئزل کے آنسوں کو دکھ سے دیکھتے بولی تھی۔

"بھولنا ہی تو مشکل ہے بی جان"آئزل کے لہجے میں بے بسی تھی۔"

مشکل ہے نا ممکن نہیں ہے۔ جانتی ہو آزمائش تو ولیوں اور پیغمبروں کو بھی آئی "ہے تو پھر ہم کون ہوتے ہیں جو اس سے بچ سکتے ہیں۔ بالکل تم تو خوش نصیب ہو جس کو رب نے اپنی آزمائش کے لیے چنا ہے۔ یقیناً وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے۔ تبھی تو تمہیں اس تکلیف میں مبتلا کیا ہے۔ اپنے پیارے لوگوں کو ہی وہ تکلیف میں مبتلا کرتا ہے کیونکہ ان لوگوں کے لیے اس نے آخرت میں ایک بڑا انعام رکھا ہوا ہوتا ہے۔ "بی جان آہستہ آہستہ اس کا سر تھپکتے اسے سمجھا رہی تھی۔

میں تو بہت گناہگار ہوں بی جان پھر وہ مجھ سے محبت کیسے کر سکتا ہے۔ "آئزل" کے لہجے میں غم ہی غم تھا۔

وہ رب رحیم ہے میری جان وہ بہت مہربان ہے۔ وہ تو ہر بندے سے لوٹ "محبت کرتا ہے۔ بس یہ بندہ ہے جو نہیں سمجھتا۔ وہ تو کہتا ہے میرے بندے تم ایک قدم بڑھاؤ میں دس قدم بڑھاؤں گا۔

اس لیے اٹھو اور میرے ساتھ مغرب کی نماز پڑھو۔ میری جان وہ تمہارے ایک قدم کا منتظر ہے۔ ان شاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" بی جان کی پر نور شخصیت میں کچھ تو ایسا تھا کہ آئزل مقناطیسی انداز میں ان کی جانب کھینچ جا رہی تھی۔

پھر وہی ان کے ساتھ ان کے کمرے میں آئزل نے نجانے کتنے عرصے بعد رب کے خضور حاضری دی تھی۔

بہار کی آمد کا وقت ہوا چلتا تھا۔ ہوائیں مسکرا اٹھی تھی۔ کیونکہ خوشیاں دستک دینے کو تھی۔

@@@@

رات کے دس بجے گئے تھے۔ حمزہ کی تکلید میں چلتی آئزل اپنے مینشن میں داخل ہوئی تھی۔ وہ لوگ سارا دن بی جان کے ہاں گزارتے، رات کے وقت وہ اپنے

ہاں واپس آتے تھے۔بی جان کے ہاں حمزہ اور آئزل کو بڑے بہو اور بیٹے کا فتنہ ہی دیا جاتا تھا۔

راحیلہ بیگم تو اپنی بہو کے لاڈ اٹھاتے نہیں تھکتی تھی۔

ہر شخص بہت محبت بھرے انداز سے ملتا تھا۔

ان کو دیکھ کر اکثر آئزل سوچتی تھی کہ

" یہ دنیا جہاں اپنے بھی آج کل مفاد پرست بنے ہوئے ہیں۔وہاں یہ کس قسم کے بے لوث اور محبت کرنے والے لوگ ہیں جو ایک غیر کو اپنے کلیجہ بنائے محبت دے رہے ہیں۔ "

مگر وہ بھول جاتی تھی کہ جیسے پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتی ویسے ہی دنیا کے تمام لوگوں کے ظرف برابر نہیں ہوتے۔

" کیا سوچ رہی ہو آئزل " بالکونی میں بیٹھی آئزل کے ساتھ بیٹھتے حمزہ نے نرمی سے استفسار کیا تھا۔

آئزل کو اپنی کمرے کی یہ جگہ بہت پسند تھی اس لیے ہمیشہ وہی پائی جاتی تھی۔

آج حمزہ خلاف معمول اس کے پاس آکر بیٹھا تھا۔

کبھی کبھی غیر بھی اپنوں سے عزیز کیوں ہو جاتے ہیں۔ "حمزہ کو خود سے سوال" کرتی آئزل آج معمول سے زیادہ پُر سکون دیکھائی دے رہی تھی۔

کیونکہ کبھی کبھی اپنے بھی غیر ہو جاتے ہیں اس لیے۔۔۔ "آئزل کی بات کو" اپنے انداز میں موڑتے حمزہ نے اپنے کندھوں پر رکھی چادر آئزل پر اوڑائ تھی۔

کالی شلوار سوٹ میں ماتھے پر بکھرے بالوں اور تھکاوٹ سے سرخ ہوئی آنکھوں والا وہ خوبرو شہزادہ آئزل کو اپنے لیے ٹھنڈا سایہ دار شجر جیسا لگا تھا۔

بے ساختہ وہ حمزہ کی آنکھوں سے نظریں چرا گئی تھی۔

آئزل کیا تم آج بھی سمجھتی ہو کہ ماضی میں تمہارے ساتھ ہوئے ہر ظلم کا ذمہ" دار میں ہوں "حمزہ کا لہجہ تکلیف زدہ تھا۔

زندگی کا ایک لمبا عرصہ میں نے ہر کسی کو اپنے غم کے لیے ذمہدار مانا ہے۔"

میری بربادی نے مجھے ہر لمحہ بے چین رکھتا تھا۔ اوپر سے لوگوں کی باتیں مجھے رات میں سونے نہیں دیتی تھی۔ جب وہ یہ کہتے تھے کہ یہ منحوس ماں باپ کو کھا گئی، یا یہ کہ اس میں ہی کوئی کمی تھی جو اس کا شوہر اسے چھوڑ گیا۔ "آنسوں قطرہ قطرہ آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

"آج رب کے حضور سر بسجود ہوتے ہوئے مجھے ایک عجیب سہ سکون ملا ہے اور میں نے اس بات پر صبر کر لیا ہے کہ جو ہوا وہ میری آزمائش تھی۔اس میں کسی کا کوئی قصور نہیں تھا۔"آئزل نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔

حمزہ نے بے ساختہ اسکے آنسوئں صاف کرتے،اسے سینے سے لگایا تھا۔

"حمزہ بابا نے اپنے آخری وقت میں تمہیں بہت یاد کیا تھا۔وہ تم سے معافی مانگنا چاہتے تھے۔مگر تم پاس کیوں نہیں تھے؟میں نے اور ماما نے تم سے رابطے کی بہت کوشش کی تھی۔ہمیں تمہارے سہارے کی ضرورت تھی حمزہ بابا کے مرنے کے بعد دنیا کے تمام دروازے ہم پر بند کر دیے گئے تھے۔"حمزہ کے سینے سے لگی آئزل ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

حمزہ اسے بولنے دینا چاہتا تھا۔

"جانتے ہو ماما مرنے سے پہلے مجھے بتا کر گئی تھیں کہ اس واقع میں تمہارے ساتھ بھی اتنی ہی زیادتی ہوئی جتنی میرے یار ومان کے ساتھ ہوئی تھی۔ تم پلیز ماما کو معاف کر دو حمزہ پلیز وہ تم سے معافی مانگنا چاہتی تھی۔" آئزل حمزہ کے سینے سے سر اٹھاتے ہاتھ باندھ کر بولی تھی۔

"آئزل میری جان ایسے مت کرو۔" آئزل کے ہاتھوں کو لبوں سے لگاتے حمزہ نم آنکھوں سے بولا تھا۔

"بلکہ مجھے معاف کر دو۔ میں اس لمحہ تم لوگوں کے پاس نہیں تھا جب سب کو میری ضرورت تھی۔ میں نے تم لوگوں سے اپنے رابطے ختم کر لیے اس کے لیے معافی مانگنا ہوں۔ یہ تو سائم کا بھلا ہو جو ایک بزنس ڈیل میں مجھ سے ملا اور اس نے مجھے خالہ جانی کا پیغام دیا کہ وہ آئزل کو میری امان میں دے کر گئی ہیں اور میں تم تک پہنچا۔ اپنی کوتاہیوں کے لیے میں معافی مانگتا ہوں آئزل" حمزہ آئزل کے ہاتھوں پر سر رکھے افسردگی سے بولا تھا۔

"حمزہ تم بہت اچھے ہوں ہم نے تمہارے ساتھ بالکل بھی اچھا نہیں کیا۔ میرا اور تمہارا تو مضبوط اور دوستی کا رشتہ تھا مگر پھر بھی میں نے تمہیں غلط سمجھا اور تم سے لڑی میں بہت بری ہوں نا حمزہ" آئزل بھرائے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

"میری پارٹنر کو بری مت کہو آئزل" حمزہ نم آنکھیں صاف کرتے رعب ڈالتے بولا تھا۔

حمزہ کے انداز پر آئزل روتے روتے ہنس دی تھی۔ حمزہ نرم آنکھوں سے اسے دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔

"کیا مجھے میری پیاری سی پارٹنر واپس مل سکتی ہے؟" حمزہ کے سوال پر آئزل نے آنسوؤں صاف کرتے سر ہلایا تھا۔

حمزہ نے فرحت جذبات سے جھک کر آئزل کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔

آئزل ہچکچا کر پیچھے پڑی تھی۔

حمزہ مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے۔"آئزل کے گریز پر حمزہ اپنے بالوں میں" ہاتھ پھیرتے دوسری طرف دیکھتے محض ہنکار بھر سکا تھا۔

حمزہ میں جانتی ہوں ماما کی آخری خواہش کے احترام میں تم نے مجھ سے شادی کی" ہے اور میں بھی دادا حضور کے دباؤ میں اس رشتے سے منسلک ہو گئی ہوں۔ مگر تمہیں اس رشتے سے کچھ نہیں مل سکتا۔ میں ڈپریشن کی مریضہ ہوں، دل کی بیماری میں مبتلا ہوں۔ مجھے اب شادی شدہ زندگی کی خواہش نہیں ہے اور نا ہی میں تمہاری زندگی تباہ ہونے دے سکتی ہوں۔ تم دوسری شادی کر لو حمزہ" آئزل کی بات پر حمزہ نے تکلیف سے اسے دیکھا تھا۔

آخر یہ ایسے فطور اس لڑکی کے دماغ میں آتے کہاں سے تھے۔ وہ اسے دو پل خوش نہیں ہونے دیتی تھی۔ اب بھی حمزہ کے جذبات کو ہمدردی میں تول رہی تھی۔

حمزہ مٹھیاں بھینچتے اسے سنتا رہا جو ابھی مزید کہہ رہی تھی۔

لیکن پلیز تم مجھے طلاق مت دینا۔ میں دادا حضور کو مزید تکلیف نہیں دے" سکتی۔ میں تمہاری دوسری بیوی کو کچھ نہیں کہوں گی۔ گھر کے کسی ایک کمرے " تک ہی محدود رہوں گی۔ گھر کے سارے کام کروں گی۔

اتنی مہان بننے کی ضرورت نہیں ہے آئزل میرے گھر میں ملازم ہیں جو کام کر" سکتے ہیں اور دوسری بیوی کا خیال دماغ سے نکال دو۔ تم ہی میری پہلی دوسری تیسری اور چوتھی بیوی ہو۔" حمزہ اسے یہ سب کہنا چاہتا تھا۔ مگر کمرے سے آتی ہرنیاں کی آواز پر وہ لب بھینچ کر اٹھا تھا۔

فلحال تو میں اتنا چاہتا ہوں کہ تم اپنی بیٹی کی طرف قدم بڑھاؤ وہ معصوم بھی اسی" قدر مظلوم ہے جتنی تم تھی۔ باقی باتیں بعد میں کریں گے۔" حمزہ نے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔

ہر چیز ایکسیپٹ کرنے میں وقت لگتا ہے حمزہ" آئزل آنکھیں چراتے بولی تھی۔"

حمزہ افسوس سے سر ہلاتے اندر بڑھا تھا

کیا ہوا میری جان کو؟ نینی نہیں کرنی میری پری نے" حمزہ پرنیاں کو گود میں لیے" محبت سے بولا تھا۔

وہ پٹ آنکھیں کھولے اپنے باپ کو نہارنے لگی تھی۔

بابا سے باتیں کرنی ہے میری جان نے، لیکن پری بیٹا آپ کے بابا کو تو کچھ بھی نہیں آتا۔۔۔اوہو یہ تو مسئلہ ہو گیا" حمزہ پرنیاں کو لیتے کمرے میں چکر لگانے لگا تھا۔

پرنیاں باپ کے چہرے کے تاثرات دیکھتی کھلکھلانے لگی تھی۔
حمزہ بھی کھل کر مسکرایا تھا۔پھر یونہی کمرے میں ٹہلتے ٹہلتے وہ اسے سینے سے لگائے نجانے کون کون سی داستانیں سناتے سلانے لگا تھا۔

پرنیاں کبھی شرارت سے اس کے چہرے پر ہاتھ مارتی تو کبھی کھلکھلانے لگتی یونہی کرتے کرتے وہ گنودگی میں جاتی پھر سے سو گئی تھی۔ بالکونی سے حمزہ اور آئزل کو چوری چوری دیکھتی آئزل کے چہرے پر نافہم تاثرات تھے۔

@@@@@@

"دادا حضور بابا جان آپ اب میری شادی کی تیاریاں کریں۔اگلے ہفتے میں رومان کو رخصت کروا کر یہاں لے آوں گا۔"ناشتہ کی ٹیبل پر بیٹھے سائم نے سپاٹ لہجے میں سب تک اپنا پیغام پہنچایا تھا۔

حیا کے سوا باقی سب گھر والے اس وقت ناشتہ پر موجود تھے۔حیا پہلے ہی یونی جا چکی تھی۔

"بیٹا جی سب فیصلہ خود کر لیا ہے تو اطلاع دینے کی بھی کیا ضرورت تھی تم شادی والے دن بتا کہ آجائے دلہن لانی ہے۔"ابرار صاحب نے اس اچانک اطلاع پر طنز کیا تھا۔

دادا حضور خاموش ہی رہے البتہ ان کا چہرہ بہت مطمئن تھا۔

"اوہو ابرار صاحب آپ بھی نہ، کبھی تو میرے بچہ سے خوش ہو جائیں۔میں صدقہ جاؤ آج تو صبح صبح اس نے مجھے خوش کر دیا ہے۔میری دلی مراد پوری ہونے جا رہی ہے۔"مہک بیگم شوہر کو ڈپٹتی بیٹے کے ماتھے پر بوسہ دیتے بولی تھی۔

"یہ خوش ہونے والی حرکتیں کرے تو خوش ہو بھی جاو۔اب تم ہی بتاؤ یہ بیٹھے بٹھائے رخصتی ہوتی ہے بھلا"ابرار صاحب چڑ کر بولے تھے۔

"ہاں ہوتی ہے ناں پہلے بھی ہوئی تھی تو اب بھی ہو سکتی ہے۔اگر آپ نے نہیں جانا تو ٹھیک ہے میں خود ہی لے آؤں گا۔دلہن لانے جانا ہے کوئی جنگ تھوڑی کرنی ہے۔"سائم کی بے نیازی نے باپ کو آگ لگائی تھی۔

ابرار صاحب کا بس نہ چل رہا تھا کہ کہہ دیں"گندی اولاد نہ مزہ نہ سواد"خود پر ضبط کرتے کھانا کھانے لگے۔جبکہ باقی سب اس بحث پر مسکرا دیے تھے۔

"میں آج ہی بھابھی صاحب کو اطلاع کرتی ہوں۔ بہت سے کام پڑے ہیں۔ میں تو دھوم دھام سے اپنی بہو لاؤں گی۔" مہک بیگم کی تو ایڑھی زمین پر نہیں لگ رہی تھی۔

تیزی سے ناشتہ کے برتن سمیٹتے وہ بڑبڑا رہی تھی۔
سائم اور ابرار صاحب آفس جانے کے لیے اٹھے تھے۔ دادا حضور باہر نرم دھوپ سینکنے کے لیے ویل چیئر گھما رہے تھے۔ جب مہک بیگم کی پکار کر وہ سب رکے تھے۔

"ابرار صاحب اگر آپ اجازت دیں تو کیا احد کو بھی شادی پر بلالوں۔ وہ بڑا بھائی ہے سائم کا" مہک بیگم کے لہجے میں منت تھی۔

کوئی ضرورت نہیں ہے اپنی خوشیوں میں گرہن لگوانے کی" ابرار صاحب سختی سے بولے تھے۔

"کیسے باتیں کر رہے ہیں، وہ گھر کا بڑا بیٹا ہے۔ آپ اس کے لیے ایسے لفظ کیسے استعمال کر سکتے ہیں۔ ویسے بھی جس وجہ سے آپ نے میرے بیٹے کو گھر سے بے دخل کیا تھا۔ اب وہ رخصت ہو گئی ہے۔ اب تو اس گھر کے دروازے اس پر کھول دیں۔" مہک بیگم غمگیں ہوئیں تھی۔

وہ ماں کا دل رکھتی تھی، ایسے کیسے اپنے بیٹے سے منہ موڑ سکتی تھی۔

"اس نے کبھی بڑے بیٹا ہونے کا حق ادا نہیں کیا بلکہ اس گھر کی تباہی کی وجہ وہی شخص ہے۔ میرے بھائی اور بھابھی کا قاتل ہے۔ بابا جان (دادا حضور) کے غرور اور آئزل کی ذات کی تباہی کا سبب ہے اور تم چاہتی ہو ایسے شخص کو میں اپنے گھر میں جگہ دوں۔ نہیں مہک بیگم ایسا نہیں ہو گا۔ اور اگر تم نے میرے فیصلہ کے

خلاف جانے کی کوشش کی تو میرا امر امنہ دیکھنا" ابرار صاحب یہ کہتے باہر گاڑی کی جانب بڑھے تھے۔

جہاں سائم پہلے ہی جا کر بیٹھ چکا تھا۔
دادا حضور خاموش تماشائی بنے چپ چاپ دیکھتے رہ تھے۔

فاروقی ویلہ کا نظام پچھلے چند سالوں میں بدل چکا تھا۔اب یہاں دادا حضور خاموش اور باقی سب اپنی لڑائی لڑتے نظر آتے تھے۔

ایک شخص اس خاندان کو تباہ کر گیا تھا۔

@@@@@@@

بہت خوش لگ رہی ہو؟ کوئی خاص بات "ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بالوں کو" سیٹ کرتے حمزہ نے غور سے آئزل کے دمکتے چہرہ کو دیکھا تھا۔

"ہاں بہت خوشی کی بات ہے۔ صبح سائم نے مجھے فون پر بتایا ہے کہ وہ آج گھر والوں سے رومان کی رخصتی کی بات کرے گا۔" حمزہ کو اس خبر پر سچ میں خوشی ہوئی تھی۔

"گزرے چند سالوں میں سائم نے خود پر ہر خوشی حرام کرلی تھی۔ کیونکہ وہ میرے ساتھ ہوئے ظلم کا خود کو اپنے گھر والوں کو برابر کا شریک سمجھتا تھا۔ میں نے بہت بار اسے منانے کی کوشش کی مگر وہ میری سنتا نہیں تھا۔ مگر اب میری شادی کے بعد وہ خود بھی آگے بڑھ رہا ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔" آئزل کی آنکھیں خوشی سے دمک رہی تھی۔

"سنیں میں شادی سے ہفتہ پہلے وہاں جاؤں گا۔ اپنے ہاتھوں سے اپنے بھائی کی شادی کی تیاریاں کروں گی۔" یہ بات حمزہ کو خاص پسند نہیں آئی تھی۔

اس لیے فورا بولا" بالکل نہیں بیگم ہم صرف شادی والے دن جائیں گے۔ میں اتنے دن اپنی بیٹی اور بیوی کے بغیر نہیں رہ سکتا "

حمزہ نے پر نیاں کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔ پھر اسے اٹھائے باہر کی جانب بڑھا تھا۔

یہ کیا بات ہوئی بھئی، میرے بھائی کی شادی ہے اور میں غیروں کی طرح جاو۔" نہیں بالکل نہیں "حمزہ کے پیچھے کمرے سے باہر آتے آئزل لڑاکا انداز میں بولی تھی۔

بیگم میرا کمرہ میری پری کے بغیر سونا ہو جائے گا۔ سمجھا کرو میں کیسے رہوں " گا۔" سیڑھیاں اترتے حمزہ مظلومیت سے بولا تھا۔

آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے زندگی کے پہلے تیس سال آپ اپنی پری کے " ساتھ رہے ہیں "آئزل کو ان باپ بیٹی کی محبت سے چڑ ہوئی تھی۔

حمزہ زیرِ لب مسکرایا تھا۔

پھر پلٹتے ہوئے آئزل کی آنکھوں میں دیکھتے بولا تھا

"پری کے ساتھ تو نہیں لیکن اس کی ماما کے ساتھ ضرور رہا ہوں۔ پہلے ہی ایک عرصہ اس سے دوری برداشت کی ہے۔ مگر اب مزید میں اسے خود سے دور نہیں جانے دے سکتا" حمزہ کا گھمبیر لہجہ آئزل کا دل دھڑکا گیا تھا۔

آئزل حمزہ سے فاصلہ بڑھانے کے چکر میں لڑکھڑائی تھی۔ حمزہ نے ایک ہاتھ سے پرنیاں۔ کو سنبھالتے دوسرے سے تیزی سے آئزل کو پکڑا تھا۔

آئزل حمزہ کے سینے سے آلگی تھی۔

میں باقی ماندہ زندگی اپنی بیوی اور بیٹی کے اتنے قریب ہو کر رہنا چاہتا ہوں بیگم "

"حمزہ کے گھمبیر لہجہ میں کہی گئی بات پر آئزل مسمرائز ہوئی تھی۔۔

حح۔۔۔ حمزہ تم تو ایسے بات کر رہے ہو جیسے ہماری محبت کی شادی ہوئی ہے۔"""

تیزی سے حمزہ سے فاصلہ برقرار رکھتے آئزل بولی تھی۔

دیکھو میں نے کل رات بھی کہا تھا کہ تم دوسری شادی۔۔۔۔"آئزل کا"

دوسری شادی نامی پھر سے شروع ہوا تھا۔

حمزہ کے ماتھے پر سلوٹیں پڑی تھی۔

ٹھیک ہے اتنی ہی تم میری دوسری شادی کروانا چاہتی ہو تو اب لڑکی تم خود ہی "

ڈھونڈ کر لاؤ گی۔"غصہ سے کہتے حمزہ اسے وہی چھوڑتے پرنیاں کو لیے بی جان

کے گھر کی جانب چل دیا تھا۔ جہاں ڈائینگ ٹیبل پر سب ان کا انتظار کر رہے تھے۔

نجانے کیوں آئزل حمزہ کے جواب سے خوش نہیں ہوئی تھی۔ دل میں ایک عجیب سہ احساس جاگا تھا۔ جس وہ کوئی نام نہیں دے سکی تھی۔ اس لیے سر جھٹکتی دونوں گھروں کے درمیان موجود دروازے سے خود بھی ان کے پیچھے چل دی

@@@@@

"بی جان دیکھیں نا حمزہ مجھے فیصل آباد نہیں جانے دے رہا۔ میرے بھائی کی شادی ہے اور یہ نخرے کرر ہا ہے۔" آئزل نے بی جان کو شکایت لگائی تھی۔

ڈائینگ ٹیبل پر بیٹھے سب لوگوں نے ان کے تعلق میں آئی تبدیلی کو محسوس کیا تھا۔ احمر اور سعد کے چہروں پر شرارتی مسکراہٹ تھی۔ حمزہ تو ایسے لاتعلق سہ بیٹھا تھا جیسے وہاں ہو ہی نا

"آئزل میری چندا بی جان واری جائے پہلے تو میری یہ بات دھیان سے سنو بیٹا کہ حمزہ تمہارا شوہر ہے۔احترام سے مخاطب کرتے ہیں مزاجی خدا کو، ورنہ رب ناراض ہوتا ہے بیٹے "آئزل کو پیار سے سمجھایا تھا۔

"اور جہاں تک بات ہے تمہارے جانے کی تو ایسے کیسے نہیں جانے دے گا۔ یہ اگر تمہیں نہ لے کر جائے گا تو میں خود تمہیں احمر کے ساتھ بھیجوں گی۔"بی جان کی اگلے بات پر حمزہ کا نوالہ گلے میں پھنسا تھا۔
آئزل سمیت سب کے چہروں پر مسکراہٹ بکھری تھی۔

"بی جان یہ غلط ہے آپ یہ بھی تو سنیں آئزل پورے ایک ہفتہ کے لیے جانا چاہتی ہے۔ میں اسے خود شادی والے دن لے جاؤں گا۔ لیکن آپ پہلے نہیں بھیجیں گی۔"حمزہ بیچارگی سے بولا تھا۔

ہاہاہا حمزہ لالا آپ کا حال تو مجھ سے بھی برا ہے۔"احمر کی شرارتی بات پر آئزل کا" چہرہ سرخ ہوا تھا تو وہی حمزہ ڈھیٹ بنا مسکراتے بولا تھا۔

بیٹا یہ تو وقت ہی بتائے گی۔۔۔فلحال اپنی یہ گیارہ گز لمبی زبان بند رکھو اور" خبردار جو اگر تم اپنی بھابھی کو کہی لے کر گیا"ائزل کا چہرہ اس بات پر اتر گیا تھا۔

آئزل بھابھی ٹینشن مت لیں حمزہ نہیں تو میں آپکو لے جاؤں گا۔"محبوب کے" دیدار کی خواہش آنکھوں میں لیے بیٹھا سعد بہت فرمابرداری سے بولا تھا۔

سعد آغا یہ آخری بار تیرا تیرے سسرال چکر ہو گا۔زیادہ بھابھی کا چمچہ مت بن" "حمزہ سعد کے کان میں غرایا تھا۔

احمر نے لب دبائے تھے۔کیونکہ ایک وہی تھا جو یہ بات سن سکا تھا۔

"ٹھیک ہے سعد بھائی میں آج ہی شادی کی تیاریاں شروع کرتی ہوں اتوار کو ہم چلیں گی۔"آئزل پرجوش سی بولی تھی۔

"وو۔۔وہ بھابھی مجھے یاد آیا ہمارا تو ایک پراجیکٹ آ رہا ہے۔میں نہیں جا سکتا۔" آپ ایک کام کریے گا کہ حمزہ کے ساتھ ہی چلے جایئے گا۔

"میں خوب سمجھ رہی ہوں۔زیادہ ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔میں آپ کے ساتھ ہوں۔"احمر نے اس سچویشن پر لب دبائے تھے۔سعد اچھا پھنسا تھا

بچارے کو محبت میں نجانے کتنے پاپڑ بیلنے پڑ رہے تھے۔

"میں جا رہا ہوں آفس۔۔۔حمزہ تو خود دیکھ لے۔سوری بھابھی میں دوست سے دغا نہیں کر سکتا۔"سعد الجھا سا وہاں سے اٹھا تھا۔

بڑے سب بچوں کو دیکھ مسکرا رہے تھے۔

"ٹھیک ہے بیگم یہ ڈسکاشن ہم بعد میں کریں گے۔ فلحال میں جا رہا ہوں۔ خدا حافظ میری بیٹی کا خیال رکھنا۔" سب کے سامنے ائزل کے ماتھے پر بوسہ دینے کے بعد حمزہ پرنیاں کو پیار کرتے اٹھا تھا۔

آئزل شرم سے سرخ پڑتی وہی بیٹھی رہ گئی تھی۔ احمر اور افراح کی شرارتی نظریں آئزل کو مزید پزل کر رہی تھی۔
جبکہ بی جان آئزل کے ماتھے پر چھوتے دیتے بولی تھی۔

"سدا سہاگن رہو میری بیٹی اللہ نظر بد سے بچائے" آئزل کے سرخ چہرے کو دیکھتے بی جان نے بلائیں لیں تھی۔

پھر احمر اور افراح بھی اپنے اپنے کام سے اٹھے تھے۔ سعد کے بابا اور تایا جان بھی کام پر نکلے تھے۔

آئزل نے راحیلہ بیگم کے ساتھ مل کر گھر کے کام کروانے لگی تھی۔

@@@@@

بی جان ابھی گلریز بھابھی کا گاؤں سے فون آیا تھا۔اطلاع دے رہی تھی کہ وہ" اور ان کی فیملی شام تک پہنچ جائیں گے۔"راحیلہ بیگم نے باہر لان میں آئزل کے پاس بیٹھی بی جان کو مہمانوں کی آمد کا بتایا تھا۔

جو بی جان کے بڑے بھائی کے اکلوتے بیٹے کی بیوی تھی۔

ارے یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔ تم ایسا کرو کہ ملازمہ سے کہہ کر اچھے اچھے " کھانے بنوالو۔اتنے سالوں بعد میرا بھائی میرے گھر آرہا ہے۔انتظام لاجواب ہونا چاہیے۔"بی جان کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا تھا۔

راحیلہ بیگم جی اچھا کہتی اٹھی تھی۔ خاموش سامع بنی بیٹھی ائزل نے تجسس سے پوچھا تھا۔

"کون آرہا ہے بی جان ؟"

بڑے بھائی دلیر اغا اور ان کا اکلوتا بیٹا مسعود آغا اپنی پوری فیملی کے ساتھ بہت "عرصے بعد ارہا ہے۔ گاؤں میں تو ہم سب اکٹھے رہتے تھے۔ مگر پھر کام کے سلسلے میں ہم یہاں آگئے تو بہت عرصے بعد اب وہ آرہے ہیں۔ "

" اور کون کون ہے ان کی فیملی میں بی جان"

مسعود اور اس کی بیوی کے دو ہی بچے ہیں بڑا بیٹا بلال جو کہ ہمارے سعد کا ہم عمر " ہے لیکن ماشاءاللہ سے ایک بیٹی کا باپ ہے۔ لیکن ہمارے سعد کو دیکھ لو مجال ہے جو یہ لڑکا شادی کی بات بھی کر جائے۔ (بی جان نے تاسف سے سر جھکایا تھا۔

بلال سے چھوٹی سندس ہے۔ جو تمہاری ہی ہم عمر ہو گی۔ بہت ہی چنچل اور پیاری بچی ہے۔ قدرت نے اس کے ساتھ بھی کچھ اچھا نہیں کیا شادی والے دن فائرنگ کے دوران وہ اچانک قتل ہو گیا۔ بچاری اسی دن اجڑ گئی۔ آہ۔۔۔ مگر مسعود اب اس کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ اور کسی اچھے رشتے کی تلاش میں ہی وہ یہاں آرہے ہیں۔ "بی جان نے تفصیل بتائی تھی۔

آئزل کے دماغ میں حمزہ کے صبح والے الفاظ گونجے تھے۔

ٹھیک ہے پھر دوسری شادی کے لیے تم ہی کوئی لڑکی ڈھونڈ دو"۔"

کیا کرنے والی تھی اب وہ کملی لڑکی ؟؟؟

@@@@

روماں آپی آپکو پتہ ہے باہر کیا بات ہو رہی ہے۔ "پرجوش سی مریم روماں کے" کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولی تھی۔

"میرے کان انسانوں کے کان ہیں چمگادر کے نہیں جو کوسوں دور کی آواز بھی سن سکیں" رومان دھرم سے دروازہ کھول کر مریم کے اندر آنے پر غصہ سے بولی تھی۔

"کیا ہے یار آپی کبھی تو اپنی یہ سڑی شکل اچھی کر لیا کرو" مریم نروٹھے لہجے میں بولی تھی۔"میں آپ کو ایک اچھی خبر سنانے آئی تھی۔ مگر لگتا ہے کہ آپ کو کوئی دلچسپی نہیں "

"اچھا بس بس زیادہ ڈرامے مت کرو تمہیں پتہ تو ہے جب میں ناول پڑھتے وقت ڈسٹرب ہو تو مجھے ایسے ہی غصہ آتا ہے۔" رومان ناول بند کرتے ہوئے مکمل طور پر اسکی طرف متوجہ ہوئ تھی۔

نہیں رہنے دیں اب میں نہیں بتانے والی ویسے خبر ہے آپکے فائدے کی ہی" تھی۔پر شاید آپکو انٹرسٹ نہیں" مریم نے اب کے تھوڑا نخرہ دیکھایا تھا۔

مجھ سے مار نہ کھالینا مریم یہ فضول کا سسپین پھیلانا بند کرواور وہ اچھی خبر بتاؤ" کیونکہ اب تو اس مینشن میں اچھی خبر مدتوں بعد ہی سنائی دی جاتی ہیں۔" رومان کی بات پر مریم نے لب بھینچے تھے۔

لیکن میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ اب جو خبر میں سنانے جارہی ہوں۔وہ" یقیناًآپ کادل باغ باغ کردے گی" مریم بہن کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے تھوڑا شوخ ہوکر بولی تھی۔

اچھااور یہ خبر کونسی ہے؟" رومان بہن کی بچگانا حرکت پر زیرے لب مسکرایا" تھی۔

آپکی شادی کی خبر آپی "مریم کی بات پر رومان ایک دم ساکن ہوئ تھی۔ """

ہائے میں بہت خوش ہوں آپی بالآخر سائم لالا نے رخصتی کے لیے کہہ ہی دیا۔وہ بھی اگلے ہفتہ کو، مجھے تو ٹینشن ہو رہی ہے کہ اتنی جلدی وہ بھی مختلف فنکشن کے ڈریسسز کیسے بنے گے، پالر سے اپائنٹمنٹ بھی لینی ہے۔اف اف اتنے کام ہیں آپی "خوشی سے پاگل ہوتی مریم ہر چیز انگلی پر گن رہی تھی۔

جس کی شادی تھی وہ اس خبر پر کاٹو تو لہو بدن ایسے بیٹھی تھی۔دماغ میں ایک خیال شدت سے گردش کرنے لگا تھا۔

توکیا وہ ہرجائی سچ میں مجھے ایک نئے طریقے سے مجھے تکلیف دینے کی تیاری کر رہا ہے ؟"ایک باغی آنسوں رومان کی آنکھوں سے نکلا تھا۔پھر وہ سپاٹ ہو گئی تھی۔

مریم کمرے میں داخل ہوتی حیا کو دیکھتے بہن پر غور ہی نہ کر سکی تھی۔

غور تو گھر کا کوئی فرد بھی نہ کر سکا تھا۔ کیونکہ جب سائم ابرار فاروقی نے کہہ دیا تو مطلب اب سب ہو کر رہنا تھا۔

@@@@@

السلام وعلیکم! کیسا گزرا دن؟" سعد کے پیچھے لاونج میں داخل ہوتے حمزہ کا" استقبال تو آج بہت ہی نرالے انداز میں کیا گیا تھا۔

وعلیکم السلام بیگم! لگتا ہے آج مجھ معصوم کی جان لینے کا ارادہ ہے۔" فدا ہوتی" نظروں سے آئزل کو دیکھتے، جو سرخ رنگ کے کامدار سوٹ میں میک اپ اور جیولری کے ہتھیاروں سے لیس کھڑی حمزہ پر بجلیاں گرا رہی تھی۔ حمزہ نے اس کے چہرے کو چھوا تھا۔

کوئی دیکھ لے گا تو کیا سوچے گا۔۔۔"ائزل سرخ پڑتی ایک دم پیچھے ہوئی تھی۔"

پھر اطلاع دینے کے ساتھ حمزہ کو اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے بولی تھی۔

"گھر میں مہمان آئے ہوئے ہیں۔بی جان کب سے آپ لوگوں کا انتظار کر رہی ہیں۔آئیں پہلے سلام کر لیں"آئزل کا انداز کچھ الگ سہ تھا۔حمزہ نے سر جھٹکتے خیال کو رد کرتے ایک دم ائزل کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکتے ہوئے کہا تھا۔

"ایک منٹ بیگم یار مجھے فریش تو ہو لینے دو۔سچی میں بہت تھکا ہوا ہوں۔اور ویسے بھی بی جان کے مہمان سعد کا انتظار کر رہے ہونگے۔میں کونسا کوئی خاص ہوں جس کا وہ انتظار شدت سے کر رہے ہونگے۔

ویسے بھی ابھی میں صرف اپنی بیٹی سے ملنا چاہتا ہوں۔"حمزہ نے کہتے ساتھ ہی افراح کے کمرے کی طرف قدم بڑھائے تھے۔پر نیاں زیادہ تر وہی پائی جاتی ہے۔

لیکن حمزہ یہ کرٹسی کے خلاف ہے۔بی جان لوگ ہمیں اتنی اہمیت دے رہے ہیں تو ہمیں بھی ان کا خیال رکھنا چاہیے" آئزل نے پھر سے اسے روکا تھا۔

"بیگم یاران مخلص لوگوں کی محبت کی وجہ سے، میں اس گھر سے جڑا ہوں خاندان سے نہیں۔ حقیقت میں میں ابھی بھی ایک لاوارث ہی ہوں۔ تو تم کیوں ضد کر رہی ہو کہ میں اب اس گھر کے مہمانوں کے معملات میں دخل دوں۔ ٹھیک ہے سلام کرنا ہے نا تو میں اپنی گڑیا سے ملنے کے بعد بھی کرلوں گا۔" حمزہ نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

آئزل کو نجانے کیوں حمزہ کی بات بری لگی تھی۔
لیکن وہاں کوئی اور بھی تھا جس کی آنکھیں حمزہ کی بات پر تکلیف سے سرخ ہوئی تھی۔وہ تیزی سے وہاں سے ہٹا تھا۔

آئزل حمزہ کے قریب ہوتے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتی بولی تھی۔

ایسا تو مت کہیں حمزہ میں، بابا اور ماما جانی ہمیشہ آپکا حوالہ تھے، ہیں اور رہیں گے""

آئزل کی بات پر حمزہ نے نثار ہوتے اس نادان لڑکی کو دیکھا تھا۔

جو اس کی ایک تکلیف تو برداشت کر نہیں پا رہی تھی، مگر دوسری شادی جیسی بڑی بڑی باتیں کرتی تھی۔ حمزہ نے اپنے سینے پر رکھے آئزل کے ہاتھ پر بوسہ دیتے گھمبیر لہجہ میں کہا تھا۔

"بیگم یار مانا ہم لاونج کے خالی حصہ میں ہیں اس وقت مگر یہاں بھی کوئی آسکتا ہے۔ اس لیے باقی کارو مینس کمرے کے لیے رکھیں۔ ابھی اپنی بیٹی کو مل لوں۔" حمزہ کی آنکھیں شرارت سے چمک رہی تھی۔

شرمندہ سی آئزل تیزی سے پیچھے ہٹی تھی۔

حمزہ لب دباتے سیڑھیاں چڑھتے افراح کے کمرے کے باہر پہنچ چکا تھا۔

پیچھے اپنی اچانک عجیب سی ہوتی حالت کو سنبھالتی آئزل تیزی سے کیچن میں گھسی تھی۔اور راحیلہ بیگم کا ہاتھ بٹانے لگی تھی۔

@@@@@@

السلام و علیکم !"بیٹی سے خوب سارا پیار کرنے کے بعد حمزہ فریش ہو کر سیدھا" کھانے کی میز پر پہنچا تھا۔جہاں بیٹھے سب لوگ اسی کے منتظر تھے۔

وعلیکم السلام آگی میرے بیٹا کو ہماری یاد ؟"بی جان حمزہ کے ماتھے پر حسب" معمول بوسہ دیتے بولی تھی۔

معذرت بی جان آپ تو جانتی ہیں گھر آتے ساتھ مجھے پرنیاں کو دیکھنے کی عادت" ہے۔اس لیے بیٹی سے ملنے کے بعد میں فریش ہونے چلا گیا تو وقت لگ گیا۔ انتظار کروانے کے لیے بہت بہت معذرت چاہتا ہوں۔"حمزہ نے بی جان کے خلوص پر سر ہم کیا تھا۔

کوئی بات نہیں بچے خیر ان سے ملو یہ میرے بڑھے بھائی اور اس کے گھر والے " ہیں۔"بی جان نے ٹیبل پر بیٹھے کچھ نئے چہروں کی طرف اشارہ کیا تھا۔

جو اشتیاق سے سیفد کرتے پجامے میں ملبوس اس خوبرو مرد کو دیکھ رہے تھے۔

السلام علیکم امید کرتا ہوں آپ کا سفر خیرت سے گزرا ہو گا آغا جان !"حمزہ بی جان کے بھائی دلیر آغا کے سامنے سر جھکاتے ادب سے بولا تھا۔

دلیر خان کی آنکھیں نجانے کیوں اس خوبرو جوان کو دیکھ چمک رہی تھی۔ان کے لبوں پر نرم سی مسکراہٹ تھی۔چہرہ بی جان کی طرح پر نور اور روعب دار تھا۔ یقیناً جوانی میں ان کا بہت روعب رہا ہو گا۔

حمزہ نے مسعود صاحب اور بلال کو بھی سلام کیا تھا۔پھر معمول کے مطابق راحیلہ بیگم سے سر پیار لیتا وہ آئزل کے ساتھ بیٹھا تھا۔

سب لوگ ہلکی پھلکی باتوں میں کھانا کھانے لگے تھے۔

آئزل کی نظریں مسلسل حمزہ اور سندس پر تھی۔حمزہ نے سندس کی جانب ایک بار بھی نہیں دیکھا تھا۔مگر آئزل کو سندس کی نظروں میں حمزہ کے لیے ستائش نظر آئ تھی۔وہ بار بار جب حمزہ بولتا اسکی جانب دیکھتی تھی۔

آئزل نمونی کے الٹے دماغ نے کام کیا تھا۔اس لیے حمزہ سے بولی تھی۔

حمزہ وہ سندس کے سامنے پڑا اسالن کا باول پکڑا یئے گا۔"وہ حمزہ کی توجہ سندس کی" طرف کروانا چاہتی تھی۔

بھابھی میں پکڑا دیتی ہوں۔"سندس کے ساتھ بیٹی افراح ڈونگا اسے پکڑاتی بولی" تھی۔

آئزل بچاری کچی سی ہوگئی تھی۔اس لیے حمزہ کے کان کے قریب ہوتی پھسپھسائی تھی۔

"میں نے آپکو پکڑانے کا کہا تھا۔افراح کو نہیں"

" تم تو ایسے کر رہی ہو جیسے پہلے افراح نے تمہارا کوئی کام نہیں کیا "

" اوفو حمزہ"

حمزہ کی جان میری بھرجائی جان باقی باتیں یار آپ کمرے میں جا کر کرلینا۔"

ابھی کھانا تو کھالو"قریب بیٹھے احمر نے ان دونوں کو شرارت سے ٹوکا تھا۔

ائزل کا چہرہ شرم سے سرخ پڑا تھا۔حیاء سے حمزہ بھی کچاسہ ہوگیا تھا۔

سب لوگوں نے ان دنوں کی حالت سے خوب لطف لیا تھا۔ سندس بھی دلچسپ نظروں سے اس کیوٹ سے کپل کو دیکھ رہی تھی۔

جبکہ آئزل میڈم کو نئی سوچ لاحق ہو گئی تھی۔

نہیں یہ غلط ہمارا اتنا لوئی ڈوی کپل ان کے سامنے نہیں رکھنا چاہیے بلکہ اس" رشتے کی حقیقت سب پر واضع ہونی چاہیے تاکہ سندس اور حمزہ کے رشتے کی بات چل سکے "اف ایک تو یہ لڑکی بھی اگر حمزہ ابھی اپنی محترمہ کے نادر خیالات سن لیتا تو یقینا کچھ کر بیٹھتا۔

احمر بچہ تم بھی بھائی بھابھی پر غور کرنے کی بجائے کھانے پر توجہ دو تو شاید وہ" لوگ بھی جلدی کھانا کھالیں۔"بی جان احمر کو گھرکتے ہوئے بولی تھی۔

جو ڈھیٹ ابنِ ڈھیٹ دانت نکالے اب افراح کو غور رہا تھا۔ افراح کے اس ولایتی بندر کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

@@@@@@

"بابا کی جان میری لاڈو میری پری بولو 'بابا' با۔۔۔ باہاں ہاں بولو بابا" پرنیاں کے منہ سے بابا سننے کی شدید خواہش لیے حمزہ بیڈ پر اسے بیٹھائے بار بار یہی دہرا رہا تھا۔

پرنیاں میڈم جو ابھی صرف 'اوں 'اں' ہی کرتی تھی۔ باپ کی کوششوں پر کبھی اس کے چہرے پر لات مارتی تو کبھی ہاتھ، اب بھی میڈم نے بابا تو کہنا دور یہ دے ماری لات۔

اچھا تو میری پہلے باب نہیں کہنا چاہتی بلکہ ماما کہنا چاہتی ہے۔" حمزہ پرنیاں" چہرے پر بوسہ دیتے بولا تھے۔

"بدلہ میں پرنیاں میڈم نے لب ہلائے تھے اور بولی تھی "ما۔۔۔
حمزہ تو حمزہ جائے نماز تہہ کرتی آئزل کے ہاتھ بھی ساکن ہوئے تھے۔ آنکھوں میں نمی اتری تھی۔ بے یقینی کی حالت میں اس نے پرنیاں کو دیکھا تھا۔

حمزہ تو نثار گیا تھا اپنی بیٹی کے

میں صدقہ میری جان نے پہلی بار کوئی لفظ بولا ہے۔ آئزل تم نے سنا ہماری" پرنیاں نے کیا بولا، پری بیٹا اک بار پھر سے بولا ماما ہاں بولا ماما" حمزہ نم آنکھوں سے مسکراتے پرنیاں کو اٹھائے آئزل کے قریب آتے ہوئے بولا تھا۔

دونوں میاں بیوی مسکرا رہے تھے۔ آئزل نے پہلی بار اپنا ہاتھ بیٹی کے چہرے پر رکھتے اس کے لمس کو محسوس کیا تھا۔ پرنیاں اپنی بڑی بڑی آنکھیں کھولے آئزل کو دیکھنے لگی تھی۔

آئزل شدت سے رو دی تھی۔ حمزہ نے دھیرے سے اپنے ایک بازو کے گھیرے میں آئزل کو لیا تھا۔

بیٹی کے چہرے کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے وہ آج کھل کر روئی تھی۔

پرنیاں آئزل کی جانب لپکی تھی۔

آئزل نے کپکپاتے ہاتھوں سے بیٹی کو پہلی بار تھاما تھا۔ جا بجا اس کے چہرے پر شدت سے بوسہ دینے لگی تھی۔

پرنیاں آئزل کی اچانک محبت پر گھبرا کر رونے لگی تھی۔

حمزہ نے بمشکل اسے سنبھالا تھا۔ اور پرنیاں کو اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔

حمزہ نے پرنیاں کو دودھ کی بوتل دیتے بیڈ پر لیٹاتے سلایا تھا۔ پھر دوسری سائیڈ پر بیٹھی سوچوں میں گم آئزل کے قریب بیٹھتے بولا تھا۔

آئزل میں جاننا چاہتا ہوں کہ ڈھیر سال ہماری بیٹی سے بیزاری کے پیچھے کیا کوئی" ڈر تھا؟" حمزہ کی بات پر آئزل نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

دور ایک ماضی کا منظر آئزل کی آنکھوں میں چلنے لگا تھا۔

تمہاری زندگی کی تباہی کی وجہ میں نہیں یہ بچہ ہے آئزل کمال، یہ منحوس بچہ" ہے جس نے تم سے تمہارے ماں باپ چھینے ہیں اور تمہاری ماں کی بیماری وجہ بھی یہی ہے کیونکہ اگر تم اتنی جلدی پریگنینٹ نہ ہوتی تو نہ ہی کمال چاچا مجھ پر ہاتھ اٹھاتے اور نہ ہی تمہیں طلاق دیتا" آئزل کے بال ہاتھوں میں جکڑے آئزل کے بڑھے ہوئے پیٹ کو نفرت سے دیکھتے بولا تھا۔

آئزل تکلیف سے چیخی تھی۔

نفسیاتی مریض احد اس کے بالوں کو مزید کھینچتے چیخا تھا۔
بولو تمہیں اس بچہ سے نفرت ہے۔ یہ بچہ صرف فسادی اور گرہن ہے۔""
دماغی مریض بنا وہ شخص اپنا ڈر آئزل کے اندر انڈیل کر اسے اس بچہ سے نفرت کروا رہا تھا۔
بچہ ۔۔۔ نفرت ہے ۔۔۔ "آئزل سسکتے ہوئے بولی تھی "فسادی، گرہن" ہے ۔۔۔" جیسے جیسے وہ کہہ رہی تھی۔ آنسوں ٹوٹ کر بکھر رہے تھے۔
"گڈ شاباش اب یہ بولو کہ تم منحوس ہوں"
میں منحوسسس ۔۔۔۔ س ہوں "آئزل کا جسم تکلیف میں ڈوب رہا تھا۔ اسے" نہیں یاد پڑتا تھا کہ اس قید میں کتنے گھنٹے ہو گئے ہیں۔
اسے دھیرے دھیرے لیبر پین شروع ہو رہا تھا۔
بولو مجھے خوش ہونے کا حق نہیں ہے، محبت میرے لیے نہیں ہے۔ "احد کا" پاگل پن سر چڑھ کر بول رہا تھا۔

"مج۔۔۔۔مجھے۔۔۔" دو لفظ کہتے کہتے ائزل ہانپنے لگی تھی۔احد نے رکھ کر آئزل کی کمر میں مارا تھا۔وہ تکلیف سے دوہری ہوتی منمنائی تھی۔

"پیپ۔۔۔پلیز مجھ۔۔۔مجھے چھوڑ۔۔۔دو۔۔۔تم جیسا کہو گے میں۔۔۔ویسا کرونگی۔۔۔مجھ پر رحم کرو۔۔۔میں پراپرٹی کے پیپر پر سائن تک کرنے کو تیار ہوں۔۔۔مجھ پر رحم کرو" آئزل نے رحم کی بھیگ مانگی تھی۔

اس کی حالت بگڑتی جارہیتھی۔

"پیپرز پر سائن تو میں تم سے کروا کر رہوں گا لیکن یہ سب تو تمہاری سزا ہے مجھے میرے خاندان سے توڑنے کی، مجھے دادا کی جائیداد سے عاق کروانے کی، مجھ سے زبردستی نکاح کرنے کی اور یہ منحوس بچہ پیدا کرنے کی۔۔۔" ہر چیز کا ذمہ دار آئزل کو قرار دیتے،اس نے آئزل کے سامنے پراپرٹی پیپرز پھینکے تھے۔

اتنے میں باہر سے پولیس کے ہارن کی آوازیں آنے لگی تھی۔زندگی و موت کے بیچ جھولتی آئزل سے زبردستی سائن لیتے احد وہاں سے نو دو گیارہ ہو گیا تھا۔

تکلیف کہ دہانے پر کھڑی آئزل شاید اس روز دنیا سے منہ موڑ لیتی مگر سائم ابرار نے اس روز بھائی ہونے کا پورا حق ادا کرتے وقت پر بہن کو ڈھونڈ لیا تھا۔

آئزل پر ہوئے ظلم پر حمزہ چہرہ نیچے کرتے رو رہا تھا۔ جبکہ آئزل مزید کہہ رہی تھی۔

جانتے ہو اس روز میں جس تکلیف سے گزری تھی مجھے لگا تھا کہ میں مر جاؤں "گی۔ مگر میں اتنی ڈھیٹ ہڈی نکلی کے دو دن بے ہوش رہنے کے بعد پھر سے جی اٹھی تھی۔ مجھے خود سے نفرت ہوئی تھی کہ آخر میں منحوس مر کیوں نہیں گئی۔ مجھے اپنی بیٹی کو دیکھتے احد کا خوف محسوس ہوا تھا۔ اس لیے میں نے اٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔ جب جب میں اسکے قریب جاتی مجھے تکلیف کے وہ لمحہ یاد آتے جو میں بھول جانا چاہتی تھی۔" آئزل کے آنسوں تھم چکے تھے یوں جیسے اندار کا غبار نکل کر بہہ کر ہر چیز صاف ہو گئی تھی۔

جبکہ حمزہ کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی تھی۔ اس نے آئزل کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے۔

"مجھے معاف کر دو آئزل میں ہی وہ شخص تھا جس نے احد کو ڈھونڈ کر واپس گھر بھیجا تھا تاکہ تم لوگوں کی رخصتی ہو جائے، تم خوش رہو، یقین کرو میری نیت میں فتور نہیں تھا۔ میں بس تمہیں تکلیف سے بچانا چاہتا تھا۔ مگر انجانے میں تمہیں سب سے زیادہ تکلیف کی وجہ بن گیا۔ مجھے معاف کر دو آئزل خدارا معاف کر دو"

حمزہ کی حالت قابل رحم تھی۔ وہ آئزل کی گود میں سر رکھے سسک رہا تھا۔ آئزل کا دل اس کی حالت پر تڑپ اٹھا تھا، یہ تو وہ شخص تھا۔ جس نے اسے اسکے ماضی کی تکلیفوں سے نکلنے میں مدد دی تھی جو اس کا سب بڑا غمگسار تھا۔

"حمزہ یہ سب میری قسمت میں لکھا تھا۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں پلیز چپ کر جاو۔" حمزہ کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے آئزل نرمی سے بول رہی تھی۔

حمزہ بے خودی سے اٹھتے آئزل کے چہرے کے ہر حصے پر اپنے لمس سے مسیحائی کرتے بس یہ بولے جارہا تھا۔

"میں اس شخص سے تمہاری ہر تکلیف کا بدلہ لوں گا آئزل، میں تمہارے اور اپنی بیٹی کے مجرم کو کبھی نہیں بخشوں گا۔"

حمزہ کی محبت میں بھیگتی آئزل بس مسمسرائز آج اس شہزادہ کے عزت اور محبت سے بھرپور ہر لمس پر خود کو معتبر محسوس کرتی ہر چیز بھلاتی جا رہی تھی۔

محبت بہت مہربان ہو رہی تھی اس شہزادہ پر جس کو اپنے محبوب کی محبت کے یہ چند انمول لمحے ملے تھے۔

"حمزہ۔۔ح" اس سے پہلے کے حمزہ مزید آگے بڑھتا آئزل کی کپکپاتی آواز پر ہوش میں آیا تھا۔اور آئزل کی ہچکچاہٹ کو دیکھتے وہ خود کو بمشکل قابو کرتے پیچھا ہٹا تھا۔

وہ مرد تھا چاہتا تو زبردستی آئزل سے اپنا حق لے سکتا۔مگر نہیں اس نے آئزل کی خواہش کو اول جانا تھا۔

اس لیے سوری کہتے وہ کمرے سے ہی نکل گیا تھا۔

پیچھے وہ جھلی لڑکی پہلے خود شوہر کو روک کر اب اس کے روٹھ جانے کے خیال سے خود سے الجھ رہی تھی۔

@@@@@

حمزہ وہ آپ کل رات کے لیے مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں "آفس کے لیے تیار ہوتے حمزہ کے پیچھے آکر نروس نیس سے انگلیاں مڑوڑتی آئزل بولی تھی۔

" آئزل میں روایتی مرد نہیں ہوں۔ میرے لیے میری خواہش سے بھی اوپر میری بیوی کی خوشی سے ہے۔اس لیے ایسے فضول خیالات کو دل میں جگہ مت دو "گھمبیر لہجے میں آئزل کے قریب جھکتے حمزہ نے سرگوشی کی تھی۔

" جانے یہ شخص پہلے ہی اتنا پیار تھا یا اب مجھے لگنے لگا ہے۔ لیکن کیوں؟ "فریش سہ حمزہ کو مسمرائز آنکھوں سے دیکھتے آئزل کے دل نے سرگوشی کی تھی۔

اس کی حالت سے بے خبر حمزہ آئزل کے ماتھے پر بوسہ دیتے بولا تھا

" اللہ حافظ بیگم دعا کرنا آج بہت اہم میٹنگ ہیں۔ ہم کامیاب ہو جائیں "آئزل کے بعد حمزہ اب پرنیاں کو پیار دینے بڑھا تھا۔

" لاحولا آئزل تم کیسے حمزہ کو دیکھ رہی تھی۔ شرم کرو اور وہ بہت اچھا ہے تم اس کے لائق نہیں بلکہ جلدی سے اس سندس کا پوچھو "دماغ کی تاویل پر آئزل تیزی سے ہوش میں آتے بولی تھی۔

ان شاءاللہ کامیابی آپ کے ہی قدم چومے گی۔ حمزہ مجھے آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنی تھی۔"آئزل حمزہ کے پیچھے پیچھے جاتے ہوئے بولی تھی۔

جو حسب عادت پرنیاں کو اٹھائے نیچے کی جانب جارہا تھا۔

معذرت بیگم ابھی ہم تھوڑا جلدی میں ہے۔ناشتہ بھی نہیں کریں گے۔ تم ذرا" ہماری پری کو ادھر لے جاؤ اور دونوں کا خیال رکھنا۔آ کر بات کریں گے۔ خدا حافظ" باہر سے سعد کی گاڑی کا ہارن سنتے حمزہ نے افرا تفری میں ایک بار پھر آئزل کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔

اور پرنیاں کو پکڑاتا خود باہر کی جانب۔ بڑھا تھا۔

آئزل اس حفاظت کی دعائیں کرتی،اصل بات رہ جانے پر دل مسوس کر کے رہ گئی تھی۔

@@@@

اس شخص کی ڈیڈ باڈی دیکھنی ہے مجھے "اندھیرے کمرے میں جلتے اس واحد" بلب کے نیچے نقاب پوش شخص کے سامنے ایک تصویر کی گئی تھی۔

کوئی خاص وجہ ؟" نقاب پوش شخص نے پوچھا تھا۔ "

تمہیں مارنے کے پیسے دیے جائیں گے سوال پوچھنے کے نہیں" مقابل نے غصہ" سے کہا تھا۔

دیکھو صاحب میرے کام کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے۔میں بغیر وجہ کے قتل" نہیں کرتا۔اگر تم مجھ نہیں بتائیں گے تو میں یہ کام نہیں کروں گا۔جاؤ کسی اور سے کروالو۔" وہ نقاب پوش اکڑ کر بولا تھا۔

مقابل اپنی مٹھیوں کو بھینچ کر بولا تھا۔

بس یہ سمجھ لو کسی کا غرور، اعتماد، اس کی طاقت بس کچھ تباہ و برباد کرنا ہے۔اور "
" میرا خیال ہے یہ وجہ قتل کے لیے کافی ہو نگی

بے فکر رہو صاحب لوگوں کی طاقت کو چھیننا میرا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ تمہارا" کام ہو جائے گا۔بدلہ میں تم میراانعام تیار رکھنا" نقاب پوش خباثت سے ہنستے ہوئے بولا تھا۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے مل جائے گا۔" مقابل نے جان چھڑانے والے انداز میں" کہا تھا۔

@@@@@@

بی جان پر نیاں پتہ نہیں کیوں رو رہی ہے۔"پر نیاں کو گود میں اٹھائے رونی" صورت لیے آئزل وہاں آئی تھی۔

آئزل کی حالت پر راحیلہ بیگم سمیت گلریز بیگم اور مینہ (بلال کی بیوی اور مسعود کی بہو) بھی مسکرائی تھی۔

تو بیٹا اسے بھوک لگی ہو گی۔دودھ کب دیا تھا۔"بی جان نے پر نیاں کو آئزل" سے لیتے پوچھا تھا۔

ابھی دس منٹ پہلے ہی دیا تھا۔"آئزل کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔کیا کشش" تھی اس لفظ"ماں"میں کہ آئزل کے دل کے گرد جمی ٹھنڈی برف پگھل کر ایک ممتا سے بھرا ہوا دل ابھر کر آیا تھا۔

یقیناً اس میں اس شہزادہ کا بھی ہاتھ تھا جس کی محبت آئزل کے لیے اب حیات تھی۔

ہو سکتا ہے اس نے پیمپر خراب کر لیا ہو۔"بی جان پر نیاں کو چیک کرتے بولی" تھی۔ مگر ایسا کچھ نہ دیکھ کر انھوں نے پر نیاں کے پیٹ پر ہلکا سہ دباؤ ڈالا تھا۔

دباؤ بڑھنے سے پر نیاں رونے لگی تھی۔

راحیلہ بیگم گرائپ واٹر لاو۔ بچی کے پیٹ میں درد ہے۔"بی جان کی بات آئزل" کی آنکھوں میں آنسوں آ گئے تھے۔

آئزل بچی مت بنو بیٹے! یہ سب تو بچوں کے ساتھ معمولی بات ہے "آئزل کو" خود سے لگاتے بی جان اس کی پیٹھ تھپتھپاتے پیار سے بولی تھی۔

بی جان یہ آج پہلے دن میرے پاس تھی اور دیکھیں پہلے دن ہی درد میں مبتلا ہو" گی۔ میں سچ میں بہت منحوس ہوں "آئزل غمزدہ ہوئی تھی۔

کبھی کبھار اس کی نفسیات پھر سے بہت پیچھے پہنچ جاتی تھی۔

اگر منحوس جیسا کچھ ہوتا تو یقیناً میں آپ سے زیادہ منحوس میں ہوتی آئزل"" سندس کمرے میں داخل ہوتی آئزل کی بات سنتے بولی تھی۔

سندس کو دیکھ آئزل نے سیدھے ہوتے آنسوں صاف کیے تھے۔

ہماری قسمت میں جو لکھا ہے وہ ہو کر رہتا ہے، انسان کا اس میں کوئی عمل دخل" نہیں ہوتا۔امید کرتی ہوں کہ آپ جیسی اچھی اور پیاری لڑکی میری بات ضرور سمجھے گی۔"سندس آئزل کا ہاتھ تھپتھپاتے محبت سے بولی تھی۔

شکریہ "آئزل نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔ذہن کی تانے بانے بن رہا تھا۔"

وہ کس لیے ؟"سندس نے پوچھا تھا"

"اتنی اچھی ہونے کے لیے"

ہاہاہا یار ائزل تم کتنی معصوم یار، حمزہ اور تمہاری جوڑی ایک دم پرفیکٹ ہے۔"""

سندس نے کھلکھلاتے ہوئے کہا تھا۔

سندس کی بات پر احساس کمتری کی ماری آئزل لب بھینچے گئی تھی۔دماغ اس بات کا اختلاف کرتے بولا تھا۔

حمزہ صرف تمہارے جیسی لڑکی کے ساتھ اچھا لگ سکتا ہے سندس، تم بہت" " اچھی ہو تم حمزہ کی زندگی میں رنگ بھر دو گی لیکن میں شاید اسے تباہ کر دو گی۔

کیا ہوا کیا سوچنے لگی؟ کیا حمزہ یاد آ گئے۔"سندس ائزل کو شرارت سے دیکھتے" بولی تھی۔

"ایسا نہیں ہے۔" آئزل سندس کی شرارتی آواز پر پزل ہوئی تھی۔

"ویسے کیا تم مجھے اپنی شادی کی تصویریں دکھاؤ گی؟ بی جان بتا رہی تھی کہ تم بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔" سندس نے اشتیاق سے پوچھا تھا۔

"ہاں ضرور آؤ چلو ہمارے پورشن میں چلتے ہیں۔" آئزل تو پہلے ہی موقع کی تلاش میں تھی اس لیے فوراً سے سندس کو لیے اٹھی تھی۔

پرنیاں راحیلہ بیگم کی گود میں سو چکی تھی، اس لیے بی جان نے اسے وہی اپنے پاس رکھ لیا تھا۔

"پرنیاں بہت خوبصورت بچی ہے۔ جس نے اپنے باپ حمزہ اور ماں آئزل دونوں کی خوبصورتی چرائی ہے۔" کمرے سے باہر آتے سندس بولی تھی۔

"پرنیاں حمزہ کی بیٹی نہیں ہے۔ وہ میرے پہلے شوہر کی اولاد ہے۔" اگر ابھی حمزہ آئزل کی بات سن لیتا تو یقیناً کچھ کر بیٹھتا۔

"وٹ؟ ناٹ ایٹ آل بی جان تو کہہ رہی تھیں کہ وہ تم دونوں کی بیٹی ہے۔"" سندس نے حیرت سے آئزل کو دیکھا تھا۔

اس کے چہرے پر شاک کے تاثرات تھے۔

@@@@@

"میری پیاری بہنیاں بنے گی دلہنیاں اوہواوہو" رومان کے کمرے میں موبائل پر پکڑے ڈریس ریسرچ کرنے کے ساتھ ساتھ مریم لہک لہک کر گا رہی تھی۔

"مریم کیا ہے یار تم اپنی یہ پھٹے ڈھول جیسی آواز کے کہی اور جا کر سر نہیں بکھیر سکتی" رومان نے چڑ کر کہا تھا۔

"میری آواز کی قمیت

تم کیا جانو رومان جانی

یہ کہہ کر تم میرے جذبات کی بے عزتی نہیں کر سکتی رومان آپی ابھی تو تمہاری شادی کی خوشی میں میں نے ڈھول تاشے نگاڑے ہر چیز بجانی ہے وہ بھی اسی کمرے میں بیٹھ کر۔۔۔ہائے نجانے پھر مجھے آپ کے ساتھ یوں موج مستی کرنے کا موقع کب ملے" مریم کی ڈرامے بازی عروج پر تھی۔

"میں ساتھ والی گھر میں دو قدم پر جا رہی ہوں۔لنڈن نہیں جو یوں ڈرامے لگا رہی ہو۔ویسے تم تو بہت خوش ہو گی کہ شکر ہے رومان سے جان چھوٹی کب سے

میرے راستے کا ٹرک بن کر بیٹھی ہوئی تھی۔"رومان کو آج کل چڑچڑاہٹ ایک عجیب دورا پڑا ہوا تھا۔

ٹرک نہ آپی میں تمہیں ٹرک نہیں سمجھتی تھی۔۔۔توبہ توبہ بڑی بہن کو کون کافر ٹرک سمجھتا ہے۔تم تو بس میرے راستے کی بلڈوزر تھی جو اتنے دھیرے سے چل رہی تھی کہ مجھ بچاری کی شادی کا موضوع ہی نہیں چھڑ رہا تھا۔"

سنجیدگی سے کہتے آخر میں مریم شرارتی ہوئی تھی۔رومان نے غصہ سے اسکی جانب تکیا پھینکا تھا۔جو نشانہ پر نہ لگا تھا۔اس لیے ہاتھ میں چپل پکڑے اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

مریم کی بچی تمہارا قتل مجھ سے ہی ہو گا" مریم دانت نکالتی آگے آگے، غصہ سے پھولی ناک لیے رومان پچھے پیچھے دوڑ رہی تھی۔

وہ مریم کو پکڑنے میں اتنی مگن تھی کہ سامنے سے آتے سائم کو نہیں دیکھ سکی تھی اور یہ لگی وہ سیدھا سائم کے اندر،ہاتھ میں پکڑا جوتا ہوا میں اچھالا تھا،رومان اور سائم کی نظریں اوپر کی جانب اٹھی تھی۔جوتا سیدھا رومان کے چہرے پر لگنے کے لیے نیچے آیا تھا۔جسے سائم نے راستے میں کیچ کر لیا تھا۔

چھوٹی بچی ہو کیا جو یوں بھاگ رہی ہوں" سائم کی غصیلی آواز سنائی دی تھی"

کیوں بھاگتے کی بھی کوئی عمر ہوتی ہے؟" رومان ناک چڑھا کر بولی تھی۔ "

سائم نے حیرت سے رومان کی لمبی زبان کو دیکھا تھا۔

مشرقی لڑکیاں یوں اچھلتی کودتی اچھی نہیں لگتی" سائم لب بھینچے بولا تھا۔ "

یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ ہر پابندی مشرقی لڑکیوں پر عائد ہوتی ہیں اور مرد" آزاد گھوم سکتا ہے۔ مطلب حد ہے ٹیپکل سوچ کا، میں ایسی کوئی ٹیپکل سوچ نہیں رکھتی اس لیے ابھی وقت ہے شادی سے انکار کر دیں۔ ورنہ بعد میں بھی یہی کہنا پڑے گا مشرقی لڑکیاں شوہر کے آگے سے زبان درازی نہیں کر سکتی۔ سن لیں تب مزید زبان درازی کروں گی" سائم کو دھمکیاں دیتے رومان غصہ سے واک آؤٹ کر گئی تھی۔

سائم تو جنگلی بلی بنی رومان کو دیکھتا رہ گیا تھا۔

دور کھڑی مریم کھلکھلا کر ہنستے ہوئے بولی تھی۔

"سائم بھائی آپکی تو خیر نہیں ہونے والی ہاہاہا"

@@@@@

"ہماری شادی کو بمشکل چند ماہ ہی ہوئے ہیں۔ میری پہلی شادی میرے تایازاد سے ہوئی تھی۔ مگر پھر کچھ کلیشز تھے جن کی وجہ سے طلاق ہو گی۔ میری ماما نے مرتے وقت اپنی آخری خواہش میری اور حمزہ کی شادی بتائی تھی اس لیے ہماری شادی ہوئ ورنہ ایسی تو کوئی اور بات نہ تھی۔" سندس کو اپنے کمرے میں لیے داخل ہوتی آئزل نے سچ جھوٹ ملا کر کہانی بتائ تھی۔

"مگر حمزہ کو دیکھ کر تو لگتا ہے کہ جیسے یہ محبت کی شادی ہے۔اس کی آنکھوں میں صاف محبت دیکھائی دیتی ہے۔" سندس کنفیوژ سی تھی۔

"حمزہ میری خالہ کا بیٹا ہے بچپن سے ہم ساتھ پلے بڑھے ہیں۔ حمزہ نے ہمیشہ مجھے سپورٹ کیا ہے۔اتنی ایفیکشن ہونا تو پھر ایک نیچرل سی بات ہے۔" آئزل مکمل طور پر اپنے رشتے کو بے معنی ثابت کرنے کے درپے تھی۔

اچھا" سندس محض اتنا ہی بول سکی تھی۔ پھر وہ دونوں ویڈنگ البم دیکھنے لگی تھی۔

ماشاءاللہ دلہن تو دلہن یہاں تو دلہا بھی بہت خوبرو لگ رہا ہے۔" سندس کی آنکھوں میں نظر آتی ستائش کو آئزل نے صاف محسوس کیا تھا۔

جو بھی ہے آئزل آئی مسٹ سے تم بہت لکی ہو اتنا کئیرنگ شوہر قسمت والوں کو ملتا ہے۔" سندس کے لہجے میں ایک حسرت تھی۔

خوش قسمت تو تم بھی بن سکتی ہو۔" آئزل دھیرے دھیرے موضوع کی طرف آتے بولی تھی۔

کیا مطلب؟" البم کے صفحے پلٹتی سندس نے بے دھیانی میں پوچھا تھا۔"

حمزہ تمہارا شوہر بھی ہو سکتا ہے سندس" بالآخر بلی تھیلی سے باہر آئی تھی۔"

سندس پھٹی آنکھوں سے اس جھلی کو دیکھتی کھڑی ہوئی تھی۔ جو اپنی خوش نصیبی کسی اور کی جھولی میں ڈالنے کو تیار بیٹھی تھی۔

دماغ خراب ہے تمہارا آئزل ہوش میں تو ہو جانتی ہو کیا بول رہی ہو؟" سندس" کا لہجہ بہت سخت تھا۔

کچھ غلط اور انوکھی بات تو نہیں کہی میں نے، بس تمہاری اور حمزہ کی خوشی ہی تو" سوچی ہے۔ دیکھو سندس ابھی بہت کچھ ہے جو تم میرے بارے میں نہیں جانتی یقین کرو میں اور حمزہ کبھی ایک ساتھ خوش نہیں ہو سکتے" آئزل نے سمجھانا چاہا تھا۔

اور تم کون ہوتی ہو یہ کہنے والی کہ میری اور حمزہ کی خوشی کس میں ہے۔""
سندس نے نفرت سے پوچھا تھا۔

"سندس مجھے غلط مت سمجھو دیکھو یار میں تو بس۔۔۔۔"
تم مجھے سنو آئزل تم نے کیا مجھے کوئی آوارہ لڑکی سمجھا ہوا ہے۔جو تمہارے" شوہر پر ڈورے ڈال کر اسے تم سے چھین لے گی۔اگر ایسا ہے تو تم بتو قوف عورت ہو یا دماغی طور پر ہلی ہوئی ہو" سندس غصہ سے کہتی باہر کی جانب بڑھی جب آئزل کی بات پر اس نے اسے بے یقینی سے دیکھا تھا۔
سندس ہم جیسی طلاق یافتہ یا بیوہ لڑکیوں کے لیے یہ معاشرہ جس قدر ظالم ہے" اسے یونہی اپنی مسکراہٹ کے نیچے تم ہمیشہ نہیں چھپا پاؤ گی۔اس لیے میری آفر پر سوچنا ضرور کیونکہ تمہارے ماں باپ نے آج نہیں تو کل تمہاری کسی سے شادی کرنی ہی ہے۔اور جو رشتے ہم جیسیوں کے لیے آتے ہیں۔اس سے بھی تم واقف ہو۔تو بس سوچ لینا ابھی تو میں تمہیں حمزہ کی آفر کر رہی ہو۔کیا پتہ ہیرے کو ٹھکرا کر کل تمہیں کیا ملے" آئزل بے دردی سے بولی تھی۔

اس وقت وہ دماغی طور پر ایک مفلوج عورت لگ رہی تھی۔ جس پر سندس کو بیک وقت غصہ اور ترس دونوں آیا تھا۔

@@@@@@

جی السلام وعلیکم کس سے بات کرنی ہے۔؟" ریسیپشن پر کھڑی لڑکی نے" ریسیور اٹھاتے پوچھا تھا۔ دوسری طرف سے کچھ کہا گیا تھا جس پر وہ لڑکی بولی تھی۔

جی ویٹ کیجئے میں ابھی آپ کی کال آفس میں ملاتی ہوں۔" کچھ دیر بعد کال" ملائی جا چکی تھی۔

یس حمزہ اسپیکنگ!" حمزہ نے ریسیور کان سے لگایا تھا۔ آج وہ بہت فریش موڈ" میں لگ رہا تھا۔

تمہاری بیوی پاگل ہے۔ اسے جا کر کہی داخل کرواؤ اسے علاج کی سخت" ضرورت ہے۔" ریسیور سے کہی گئی بات پر حمزہ کے ماتھے پر سلوٹیں پڑی تھیں۔

ایکسکیوزمی! اپنے مشورہ اپنے پاس رکھو اور تم کون ہو؟ اور میری بیوی سے "
"تمہارا کیا لینا دینا

فلحال تو کوئی لینا دینا نہیں ہے مگر تمہاری بیوی کے جو عظم ہے اس سے ان "
شاءاللہ ان قریب ماہ بدولت کی سوتن ہو نگی" حمزہ کا چہرہ توہین سے سرخ پڑا تھا۔

شٹ اپ مائینڈ یور لینگویج! مس وٹ ایور اگر تو یہ پرینک کال کی ہے تو یقین "
جانو میرے ہاتھوں سے تمہیں قتل ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا" حمزہ کا غصہ عود
آیا تھا۔

آئم ناٹ مس وٹ ایور میرا نام سندس ہے۔ مجھے کوئی شوق نہیں کرا یرے "
غیرے سے مذاق کرنے کا" سندس کے ماتھے پر بھی بل نمودار ہوئے تھے۔

کون سندس؟" حمزہ نے اپنے ارد گرد سوچ دوڑائی تھی فوری طور پر اسے کوئی "
سندس یاد نہیں آئی تھی۔

واہ تالیاں کیا بات ہے شوہر کو وہ لڑکی سندس یاد نہیں ہے جس نے صبح بی جان "
کے ہاں اس کے ساتھ بیٹھ کر ڈائینگ ٹیبل پر کھانا کھایا تھا۔ اور بیوی میڈیم مجھے

دھمکیاں دیتے ہیں۔ کہ اسکے شوہر سے شادی کر لوں۔" سندس پھٹ ہی پڑی تھی۔

حمزہ کے چہرے پر پتھریلے تاثرات بنے تھے۔ معاملہ بہت گھمبیر محسوس ہوا تھا۔ اس لیے اپنے لہجے پر قابو پاتے بولا تھا

مس سندس کیا آپ مجھے تفصیل سے معاملہ بتائیں گی کہ بات کیا ہے؟ میں آپ کی پھیلیاں سمجھ نہیں پا رہا" سندس نے خود پر قابو پایا تھا۔ پھر دھیرے دھیرے بتانے لگی تھی۔

حمزہ جی آئزل نے آج مجھے آپ سے شادی کا پرپوزل دیا ہے۔ نہیں بلکہ اس نے" مجھے آپکی آفر کی ہے۔

کیونکہ آئزل کے مطابق وہ آپ جیسا انسان ڈیزو نہیں کرتی۔ اور میرے جیسی لڑکی کو آپ سے اچھا لڑکا مل نہیں سکتا۔ سو مجھے آپ سے شادی کر لینی چاہیے۔ مجھے نہیں پتہ شاید آپ اپنی بیوی کے اشارے کے غلام ہونگے مگر میں کوئی ایری غیری لڑکی نہیں ہوں۔ مانا کہ میں اپنی رخصتی والے دن ہی بیوہ ہوں گی تھی۔ مگر اس میں میرا کوئی قصور نہیں، میں اچھی لائف ڈیزور کرتی ہوں۔ اپنی مرضی

کے شوہر کے ساتھ سو اس لیے اس سے پہلے کہ آپکی بیوی یہ فساد ہمارے بڑوں کے کانوں میں پھونکے اور تماشا لگائے اس پر قابو پا لیں۔"

سندس کی بات جیسے جیسے حمزہ کے کانوں میں پڑ رہی تھی، اس کا چہرہ سپاٹ ہوتا جا رہا تھا، آنکھیں لہو رنگ ہو رہی تھی، ذلت آمیز توہین پر اسے لگ رہا تھا کہ اس کے دماغ کی کوئی نس پھٹ جائے گی۔

حمزہ نے اپنی حالت پر قابو پاتے سندس سے معذرت کے چند الفاظ کہتے ایک درخواست کی تھی اور فون بند کر دیا تھا۔

فون تو بند ہو گیا تھا مگر دن ڈھلنے کے ساتھ ساتھ حمزہ کی ذات دھیرے دھیرے تاریکی میں جا رہی تھی۔

@@@@@@

"بھابھی آئیں شوپنگ پر چلتے ہیں۔ سندس کو او وٹنگ بھی کروالائیں گے۔ جب سے وہ آئی ہے ہم کہی گئے نہیں ہیں۔" افراح آئزل کو بلانے آئی تھی۔

"ہاں چلو چلتے ہیں میں بھی پرنیاں کے کچھ کپڑے لانے کا سوچ رہی تھی۔ جانا کس کے ساتھ ہے۔" آئزل فوراً سے تیار ہوئی تھی۔

ایک ہی تو اس گھر میں ویلا نکما نکھٹو ہے جسِ کوئی کام نہیں سوائے فضول کی گفتگو"
کے وہی ہمیں لے کر جائے گا۔"افراح نے ڈرامائی انداز میں اپنا ہاتھ ہوا میں
لہرایا تھا۔

آئزل کو اس کے انداز پر ہنسی آئی تھی۔

اچھا میڈم رکو! میں چادر لے آؤ۔اکٹھے ہی چلتے ہیں۔"افراح کو کہتے آئزل نے"
کپ بورڈ سے اپنی چادر پکڑی تھی۔

اچھے سے چادر خود پر پھیلاتی وہ افراح کے ساتھ بی جان کے گھر آئی تھی۔جہاں
آئزل کو آتے دیکھ سندس کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔لب بھینچے وہ بولی تھی۔

افراح میرے سر میں درد ہے میں نہیں جاؤں گی۔"سندس کی بات پر افراح"
نے اچھنبے سے اسے دیکھا تھا

ہیں ہیں ابھی تو آپ بہت پر جوش تھی باہر جانے کے لیے اور اب آپکو نہیں"
جانا"

ہاں میں ہر ایرے غیرے کے ساتھ باہر نہیں جاتی"بغیر لحاظ کے سندس نے"
آئزل پر طنز کیا تھا۔

سندس آپی ! یہ آئزل بھابھی ہیں ایری غیری نہیں" افراح کو سندس کی بات بری لگی تھی۔ آئزل جانتی تھی کہ یہ اس کی بات کا رد عمل ہے۔

سندس آئم سوری اگر تمہیں میرا لہجہ غلط لگا ہو تو میں تمہارا بھلا ہی چاہتی تھی۔" آئم سوری پلیز غصہ تھوک دو۔" آئزل نے نم آنکھوں سے سندس کی بازو پر ہاتھ رکھا تھا۔

سندس نرم دل لڑکی تھی آئزل کے آنسوؤں اس کا غصہ بہہ لے گئے تھے۔ اس لیے آئزل کا ہاتھ تھپتھپاتے وہ بولی تھی۔

آئزل سچ کہوں تو تمہاری بات پر مجھے ابھی بھی غصہ ہے مگر شاید میں تمہیں" سمجھ نہیں پا رہی یا وہ بات بہت غیر متوقع تھی اس لیے میں سنبھل نہیں۔ خیر اٹس اوکے مگر یار تم ابھی یہ بات کسی سے ڈسکس نہیں کرو گی۔ میں تمہیں سوچ کر بتاؤ گی۔" سندس کے جواب پر آئزل کو خوش ہونا چاہیے تھا مگر اسے اپنے اندر گھرے سناٹے گونجتے سنائی دیے تھے۔

سندس نے تو یہ بات اپنی جان چھڑانے کے لیے کہہ دی تھی کیونکہ اگر یہ بات بڑوں کے کانوں تک پہنچ جاتی تو جانے انہوں نے کیسا رد عمل دینا تھا۔

تھینکیو سندس جیسے تم کہو گی سب ویسے ہی ہو گا۔"آئزل منٹوں میں چہرے پر"
آیا تاریخ سایہ چھپاتے بظاہر مسکرا کر بولی تھی۔

ان دونوں کو ہونک بنی دیکھی افراح معصومیت سے بولی تھی۔

" کیا کچھ ہوا ہے سندس آپی اور آئزل بھابھی"

افراح کی بچی اب اگر تم لوگوں گاڑی میں نہ بیٹھے تو باقی کا پتہ نہیں مگر میں" تمہارے سرخ گلابوں کو توڑ دوں گا۔ایک تو مجھ معصوم کو زبردستی شاپنگ پر گھسیٹ رہی ہو اور اب گھر میں ہی اتنا وقت لگائے جا رہی ہو۔"احمر کی آواز پر جواب دینے کے لیے آئزل کے کھلتے لب بند ہوئے تھے۔

سندس اور آئزل کھلکھلا دی تھی۔

افراح مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی تھی۔پھر کچھ دیر بعد گاڑی میں بیٹھتی وہ شاپنگ مال پہنچ چکی تھی۔

کافی دیر کی کھجل کھواری کے بعد (کیونکہ خریداری کے نام پر انہوں نے صرف پرنیاں کے چند ڈریسسز لیے تھے) وہ لوگ رات گئے واپس آئے تھے۔

آئزل کا تو تھکاوٹ سے برا حال تھا۔ افراح اور سندس اس کی نسبت اب بھی بہت فریش لگ رہی تھیں۔

آ گئے بچے! کیسی رہی آؤٹنگ؟" راحیلہ بیگم نے ان سب کو صافہ پر گرنے کے انداز میں بیٹھتے پوچھا تھا۔

بہت زبردست" "کمال" "بہت بورنگ" آئزل، سندس اور افراح تینوں نے الگ رائے دی تھی۔

راحیلہ بیگم مسکرا دی تھی۔

" چلو پھر تم سب فریش ہو جاؤ پھر ہم ڈنر کرتے ہیں۔"

میرا تو پیٹ بھرا ہوا ہے۔ فوڈ کورٹ سے کھانا کھایا تھا۔ اس لیے میں اب آرام کروں گی۔" آئزل شاپنگ بیگ اٹھاتے ہوئے بولی تھی۔

ٹھیک ہے حمزہ کو بھی دیکھ لینا بیٹا آج وہ کھانے پر بھی نہیں آیا سعد بتا رہا تھا کہ حمزہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ آج آفس میں بھی بہت خاموش اور پریشان سہ لگا تھا اسے" راحیلہ بیگم نے آئزل کو ہدایت دی تھی۔

جس کی ذات یہ بات سن کر پریشان ہوئی تھی۔ تیز تیز قدم اُٹھاتے وہ اپنے پورشن کی جانب بڑھی تھی۔

جہاں ایک طوفان اس کی زندگی میں آنے کے لیے پر تول رہا تھا۔

@@@@@@@@

حمزہ آپکی طبیعت تو ٹھیک ہے؟ یوں اندھیرا کیے کیوں لیٹے ہیں؟" آئزل نے بتی" جلاتی تھی۔

ہاتھ میں پکڑے چند شاپنگ بیگ صوفہ پر رکھتے وہ حمزہ کے قریب آئی تھی۔ پھر اس کی بازو پر ہاتھ رکھتے فکر مندی سے بولی

حمزہ سو رہے ہیں کیا؟" آئزل کے چہرے سے اضطراب جھلک رہا تھا۔ عجیب سی" حالت تھی۔

حمزہ نے آئزل کا ہاتھ اپنی بازو سے بے دردی سے ہٹایا تھا۔

سرخ آنکھوں پر بازو رکھتے وہ دھیمی آواز میں غرایا تھا۔

"یہاں سے چلی جاؤ آئزل کمال ورنہ آج میں حقیقت میں کچھ ایسا کر بیٹھو گا کہ وہ عمل تمہیں تکلیف دے گا"

حمزہ کی لفظوں پر دھیان دینے کا تو موقع ہی نہیں ملا تھا وہ تو حمزہ کے اتنے شدید رد عمل پر بے یقین تھی کہ آنسوں فوراً اس کی آنکھ سے نکلے تھے۔

حمزہ!" آنسوں سے لرزتی آواز میں آیزل اس زخمی شیر کو بلانے کی غلطی کر بیٹھی تھی۔

"میرے بازو پیچھے کرنے پر تمہارے آنسوں نکل آئے آئزل بیگم مگر حیرت ہے تم میرے دل میں کھنجر گھونپتی ہو۔ مجھے دوسروں کے سامنے ذلیل کرتی ہو۔ میری بولی لگاتی ہو مجھے سر بازار ننگا کرتی ہو اور پھر توقع کرتی ہوں کہ میں تم سے نرمی سے بات کروں۔" حمزہ کی سرخی مائل آنکھیں آئزل کو اپنی روح میں دھنستی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

آنسوں رک چکے تھے۔ کچھ برا ہونے کا احساس شدت سے جاگا تھا۔

"حمـ۔۔۔ حمزہ۔۔۔ لیکن ہوا کیا ہے؟" آئزل نے ہکلاتے ہوئے پوچھا تھا۔

قتل ہوا ہے حمزہ مصطفیٰ کے دل کا، اسکی محبت کا، اسکی روح کا، "حمزہ آئزل کو" پیچھے دھکیلتے چیخا تھا۔

آئزل دھک سے رہ گئی تھی۔ آنسوؤں کی برسات پھر سے شروع ہوئی تھی۔

اس کی حالت قابل رحم تھی۔ بالوں کو ہاتھوں میں جکڑے وہ زور سے چیخا تھا۔

ہاں مار دیا تم نے آئزل کمال! آج تم نے خود اپنے ہاتھوں سے میری محبت کا" قتل کیا ہے، تم نے آج کسی کے سامنے مجھے پلیٹ میں رکھی چیز کی طرح پیش کیا ہے۔ کیوں آئزل؟ کیوں ایک غیر لڑکی کے سامنے اپنے شوہر کو پیش کیا تم نے؟ کیا میں اتنا گیا گزرا ہوں کہ میرا ساتھ تمہیں چبھتا ہے۔ بتاؤ مجھے آئزل کے میں تمہاری محبت کے قابل نہیں کیا؟ بتاؤ آئزل کیا مجھ جیسا لاوراث شخص سب کی طرح تمہاری بھی ٹھوکروں پر ہے۔ جسِ تم جب چاہو کسی کہ بھی سامنے پھینک دو"حمزہ پاگل ہونے کے قریب تھا۔

آئزل منہ پر ہاتھ رکھتے اپنی ہچکیوں کا گلہ گھونٹتے نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔

اس نے کب سوچا تھا کہ وہ سامنے بیٹھے خوبرو اور نرم خو شخص کو اس حالت میں دیکھے گی۔

ہمت کرتے وہ حمزہ کے ایک بار پھر قریب آئی تھی۔اور بغیر کچھ کہے حمزہ کی آنکھوں پر باری باری لب رکھنے لگی تھی۔
یہ عمل وہ کیوں کر رہی تھی؟ شاید اس بات سے وہ خود ناواقف تھی۔
آج یہ لمس حمزہ کو سکون نہیں دے رہا تھا۔بلکہ کسی تازیانہ کی طرح لگ رہا تھا۔
اس لیے آئزل کو پیچھے کرتے اس کی بازو کو زور سے پکڑے اپنے قریب کرتے استفسار کرنے لگے گا۔

"آئزل کیا میں تمہیں گھر میں پڑی ایک بیکار چیز لگتا ہوں۔ جس کی آج تم نے سندس کے سامنے پیشکش کی ہے؟"
آئزل نے اپنے سوکھے لبوں کو تر کرتے کہنا چاہا تھا۔

حمزہ۔۔۔حمزہ تم بہت اچھے ہو۔ تم اچھی پارٹنر ڈیزرو کرتے ہو۔۔۔ میں نے بس" "تمہیں خوشی دینے کی کوشش کی تھی۔

تم کون ہوتی ہو یہ فیصلہ کرنے والی کہ میری خوشی کس میں ہے آئزل" حمزہ" نے سخت لہجے میں استفسار کیا تھا۔

حمزہ۔۔ حمزہ تم جانتے ہو میں تمہیں کوئی خوشی نہیں دے سکتی" آئزل سسکی" تھی۔ خود ترسی کی انتہا میں تھی۔

حمزہ کے ماتھے پر موجود سلوٹوں میں اضافہ ہوا تھا۔

ہاں ٹھیک کہاں تم جیسی خود ترسی کی شکاری، کم عقل، ماضی کے غموں پر ہر " وقت ماتھا پیٹنے والی ناشکری عورت جس کو اپنی نعمتیں نظر نہیں آتی وہ کبھی خوش نہیں ہو سکتی۔" حمزہ کی بات پر آئزل نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

حمزہ نے جھک کر آئزل کی آنکھوں کو شدت سے چھوا تھا۔ کیونکہ اس کمبخت دل کا ایک حصہ ایسا بھی تھا جو تکلیف دینے والے کی تکلیف پر اب تڑپ رہا تھا۔

حمزہ کے لمس کو آئزل نے شدت سے محسوس کیا تھا۔ سکون کی ایک گہری لہر تھی جو اس کے رگ و پہ میں سمائی تھی حمزہ جلدی ہی اس سے یہ سکون چھینتے پیچھے ہٹتے سپاٹ لہجے سے بولا تھا۔

فکر مت کرو۔ جلد ہی تمہاری خواہش پر عمل کروں گا۔ اور اب ہر حال میں" دوسری شادی کروں گا۔ تمہاری ہی پسند کی بیوی لاؤں گا۔ جس سے مجھے سکون حاصل ہو گا۔ جو مجھے سکون دے گی۔ نا کہ تمہاری طرح میری تکلیف کا باعث بنے گی۔ "حمزہ کی اطلاع پر آئزل ششدر رہ گئی تھی۔

حالانکہ یہی تو وہ چاہتی تھی۔ پر اب اتنی تکلیف کیوں تھی اسے؟

رومان کی رخصتی کے فنکشن سے آتے ہی میں بی جان سے سندس اور اپنی شادی" کی بات کروں گا۔ اب تمہارے لیے اتنا تو کر ہی سکتا ہوں کہ جس لڑکی کو تم نے میرے لیے پسند کیا ہے اسے ہی اپنی ہم سفر بناؤ۔ مجھے یقین ہے کہ بی جان کبھی اس رشتے سے انکار نہیں کریں گی۔ اگر کیا بھی تو میں منالوں گا۔ آخر میری کسی بات سے وہ انکار جو نہیں کر سکتی "

حمزہ یہ کہتے ہی بیڈ سے اٹھا تھا۔اور سن کھڑی آئزل کے قریب سے گزرتے اچانک رک کر اس کی کمر میں ایک بازو ڈالتے گھمبیر لہجے میں سرگوشی کی تھی۔

سوتن کی خواہش تمہاری اپنی تھی جانم تو ایسے افسردہ منہ مت بناؤ جیسے اس" کہانی کا ولن میں ہوں جو تم پر ظلم کر رہا ہے۔اور پانچ منٹ میں میری بیٹی کو کمرہ میں لے آؤ ورنہ۔۔۔۔۔۔۔" وہ چند پل رکا تھا۔پھر آئزل کے چہرہ کے قریب ہوتے ہی اس نے پھونک ماری تھی۔

اپنی پہلی بیوی سے حق وصول کرنے میں مجھے دیر نہیں لگے گی"حمزہ کی " حرکت پر آئزل نے پھٹی آنکھوں سے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

وہ شخص تو نرم خو اور احترام والا تھا۔آئزل کی ایک غلطی نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا۔

@@@@@@

یونیورسٹی کے دروازے سے باہر نکلتے اس کی نظر سامنے موجود شخص پر گئی تھی۔ چہرے پر خوف لرزہ تھا۔وہ تیزی سے اپنا چہرہ چھپاتی قریب ہی کھڑی اپنی گاڑی میں بیٹھی تھی۔جب اس کے کانوں میں شرارتی آواز گونجی تھی۔

"کیا ہوا چڑیل آج کیا جن دیکھ لیا ہے جو تم ایسے بھیگی بلی بنی ہو؟" احمر کی آواز پر افراح نے پھٹی نظروں سے پلٹ کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے احمر کو دیکھا تھا۔

"ا۔۔۔احمر تم کیوں لینے اگئے؟" افراح اٹک اٹک کر بولی تھی۔

"میں نہیں تو اور کیا تمہیں مہاراجہ اندر نے لینے آنا تھا" احمد تڑخ کر بولا تھا۔

"نہیں تمہیں ایسے نہیں آنا چاہیے تھا احمر" افراح کی آنکھوں میں پہلے بار آنسوں آئے تھے۔

احمر نے تڑپ کر گاڑی روکی تھی۔

"احمر کی چڑیل یونی میں کوئی بات ہوئی ہے؟ سچ سچ بتاؤ کس نے تمہیں کچھ کہا ہے؟" گاڑی روکتے احمر پیچھے بیٹھی افراح کے پاس آتے بے چینی سے بولا تھا۔

ویسے تو ہر وقت لڑتے رہتے تھے۔ مگر ایک دوسرے کی تکلیف پر وہ یونہی بے چین ہوتے تھے۔

"ا ا حمر۔۔۔احمر وہ" نجانے کیا بات تھی کہ افراح اتنی خوفزدہ تھی اس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔

"افراح اگر تم نے مجھے اب اصل بات نہ بتائی تو سچ کہہ رہا ہوں ابھی واپس یونی کی طرف گاڑی موڑ دوں گا اور یونی میں تہلکا مچ جائے گا۔ میں چھوڑوں گا نہیں اسے جس نے میری چڑیل کو میرے علاوہ تنگ کرنے کی ہمت کی ہے۔" احمر غصہ میں آگیا تھا۔

"نن۔۔۔ نہیں احمر تم تم واپس نہیں جاؤ گے۔ وہ دیکھ لے گا تمہیں وہ تمہیں کچھ کر دے گا۔ پہلے ہی وہ تمہارے پیچھے ہے۔ میں تمہیں واپس نہیں جانے دوں گی۔" افراح نے تیزی سے احمر کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے اسے روکا تھا۔

احمر سنجیدہ ہوا تھا۔ کچھ کچھ معاملے تک پہنچ چکا تھا وہ۔۔۔

"افراح وہ شخص چاہے کچھ بھی کر لے مجھ تک یا ہمارے گھر کے کسی بھی فرد تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر اس نے ایسا کیا تو بہت سخت قیمت چکانی ہو گی۔ اس لیے پر سکون رہو وہ گیدڑ صرف دور سے ڈرا سکتا ہے اور کچھ نہیں کر سکتا" احمر نے افراح کے ہاتھ نرمی سے خود سے ہٹاتے اسے پر سکون کیا تھا۔

پھر اپنی ٹون میں واپس آتے شرارت سے بولا

"ویسے حیرت ہے بندریا آج میری بڑی فکر ہو رہی ہے۔ کہی مجھ سے محبت تو نہیں ہو گئ؟"

"زیادہ خوش فہم ہونے کی ضرورت نہیں ہے بھن مانس تم سے محبت کرتی ہے میری جوتی" افراح چند لمحوں پہلے کی ہوئی اپنی حرکت پر شرمندہ ہوتے تیزی سے احمر سے فاصلہ بڑھاتے تڑخ کر بولی تھی۔

"ہاہاہا بھن مانس کی بھن مانسیا ایک دن تو تم مجھ سے ہی محبت کرو گی۔ لکھ لو میرے بچے تمہیں ہی اماں پکاریں گے" احمر کی لمبی زبان فراٹے بھرنے لگی تھی۔

افراح چیخ کر اسے گاڑی سے باہر دھکا دیتے بولی تھی۔

"زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہاتھی کہی کہ جا کر گاڑی چلاؤ ورنہ بڑے بابا سے کہہ کر تمہیں خوب جوتے پڑاؤ گی۔ پھر روتے رہنا اپنے بچوں کو جو تمہیں ہی کوس رہے ہونگے"ا

شرافت سے ڈرائیونگ سیٹ پر آتے حمزہ شرارت کرنا نہیں بھولا تھا۔

کوس تو وہ اپنی ماما کو بھی رہے ہونگے "توبہ توبہ اس لڑکے کی زبان نہیں کھائی" تھی۔افراح کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا تھا۔

چڑیل اور اسکا بندر سارے راستے یونہی منہ ماری کرتے گئے تھے۔

مگر آخر کون تھا جس سے بی جان کے خاندان کو خطرہ تھا؟

@@@@@@@

جیسے مرنے کے بعد انسان واپس نہیں آتا ویسے منہ سے نکلے الفاظ واپس نہیں اتے، آئزل کے ساتھ بالکل ایسے ہوا تھا۔رات حمزہ کی دھمکی پر سن پڑتی وہ دوسرے کمرے میں بند ہوگئی تھی۔

عجیب تھی پہلے خود دوسری شادی کے لیے کہا اور پھر ساری رات حمزہ کے فیصلے سے ہوتی تکلیف پر الجھتی رہی۔ صبح بھی حمزہ کے جانے کے بعد بھی وہ کمرے سے نہیں نکلی۔

بی جان کو تشویش ہوئی تھی۔ تشویش تو باقی سب کو بھی ہوئی تھی کیونکہ حمزہ آج صبح بھی ناشتہ پر نہیں آیا تھا۔ سیدھا اپنے آفس چلا گیا تھا۔

پرنیاں کو بھی انہوں نے خود کہہ کر بلوایا تھا۔

بی جان نے آخر کار راحیلہ بیگم کو آئزل کا پتہ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔

"آئزل بچہ خیریت آج تم اور حمزہ ہمارے ہاں نہیں آئے کیا ہم سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟"

"نہیں ایسی تو بات نہیں ہے بس مجھے لگا کہ ہم کچھ زیادہ ہے آپکے گھر رہتے ہیں۔ آپکے مہمان بھی کیا سوچتے ہونگے۔ بس اسی لیے میں نہیں آئی اور حمزہ کو کچھ ضروری کام تھا۔ اس لیے شاید ملے بغیر چلے گیے ہیں۔" آئزل نے نظریں چراتے جھوٹ گھڑا تھا۔

اوہو میرا پیارا بچہ تم اور حمزہ مجھے اپنے بچوں کی طرح عزیز ہو یقین جانو میں نے " تمہیں اپنے گھر کی بڑی بیٹی کا درجہ دیا ہے اور تم یوں کہہ کر پرایا کر رہی ہو۔ چلو میرے ساتھ اب بی جان تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔" راحیلہ بیگم اسے زبردستی اپنے ساتھ لے آئی تھی۔

سب نے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ گلریز بیگم بھی بہت پیار سے ملی تھی۔ بلال کی بیوی کافی دیر آئزل کے ساتھ بیٹھی باتیں کرتی رہی تھی۔
کچھ دیر بعد شرمندہ سی سندس آئزل کے قریب آئی تھی۔

آئزل تمہارے اور حمزہ کے درمیان کوئی جھگڑا تو نہیں ہوا؟ یقین کرو میرا ایسا" کچھ مقصد نہیں تھا میں تو بس غصہ میں تھی۔ اس لیے فون کر کے حمزہ پر سارا غصہ نکال گئی۔ مگر آج صبح میں تمہارے پاس جا رہی تھی تو راستے میں حمزہ ملے۔۔۔" سندس کی بات پر آئزل بے تابی سے بولی

انہوں نے کچھ کہا؟"آئزل کی لہجے میں ایک بے قراری سی تھی۔ جسِ سندس نے صاف محسوس کیا تھا۔

"آئم سوری آئزل مجھے لگتا ہے میری وجہ سے تم دونوں کا رشتہ خراب ہو رہا ہے۔ یقین کرو میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔"سندس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ وہ لوگ اس وقت ایک الگ تھلگ حصہ میں موجود تھی۔اس لیے کوئی دھیان نہیں دے پایا۔

"آئم سوری تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے سندس میں ہی تمہیں بیچ میں گھسیٹ لائی۔ "آئزل نے نم آنکھوں سے کہا تھا۔

سندس نے محبت سے اس کے آنسوئں صاف کرتے کہا تھا۔

"سچ آئزل مجھے پتہ ہے اس کے پیچھے تمہاری خلوص نیت ہی تھی۔ ایسا مت کہو۔ جانو تو کل سے آج تک میں تمہاری بات کو بہت سوچا ہے حمزہ ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ وہ بہترین ہمسفر ہو گا۔اور پھر آج صبحِ حمزہ نے مجھے پرپوز بھی کیا ہے۔ مجھے

امید ہے ہم اچھی سہیلیاں بن کر رہیں گی۔" سندس کی آخری بات پر آئزل کے چہرے کا سارا خون نچوڑ گیا تھا۔

سندس کی آنکھوں سے جھلکتی وہ چمک آئزل کو تاریخی میں پھینک گئ تھی۔
اچانک ہی اس پر ادراک ہوا تھا۔ "نہیں یہ غلط ہے حمزہ صرف میرا ہے۔ صرف اور صرف میرا ہے۔۔۔" دل کی اس پکار پر آئزل کو ارد گرد کی ہوا ختم ہوتی محسوس ہوئی تھی۔

وہ تیزی سے ماتھے سے پسینہ صاف کرتے اٹھی تھی۔
مم۔۔مجھے کچھ کام ہے سندس میں چلتی ہوں۔" آئزل اٹھتے ہوئے وہاں سے " فرار ہوئی تھی۔

اس کے جاتے ہی سندس جاندار طریقہ سے مسکراتے بڑبڑائ تھی۔

پاگل لڑکی اپنے دل کا حال ہی نہیں جانتی! کوئی بھی اسے دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ "یہ حمزہ سے محبت کرتی ہے۔ مگر نہیں اسے تو مدر ٹریسا بننے کا شوق ہے۔ پر کوئی نئی حمزہ نے بھی ٹھیک طریقہ ڈھونڈا ہے تمہیں پٹری پر لانے کا۔۔۔ نکما اتنا کچھ ہونے کے باوجود تم سے محبت کرتا ہے۔ آہ۔۔۔ کاش کے وہ شہزادہ سچ میں مجھ سے محبت کر پاتا۔۔۔ پر خیر میں کسی کی چیز پر نظر نہیں رکھتی اس لیے شکر کرو بچ گئی ہو۔ اب تو بس دیکھنا ہے کہ یہ مزدار سہ کھیل کتنے دن چلتا ہے۔ " آخر تو تم اپنے منہ سے اپنی محبت کا اقرار کرو گی۔

پیاری لڑکی آئزل کی خوش قسمتی پر مسکرائی تھی۔

@@@@@

کیا بات ہے حمزہ رات کے اس وقت تم اپنے کمرے کی بجائے یہاں کیوں" کھڑے ہو؟" چاند کو تکتے حمزہ کے کندھے ہاتھ رکھتے احمر کے بابا نے اسے مخاطب کیا تھا۔

دیکھ رہا تھا کہ یہ چاند بھی میری طرح کتنا تنہا ہے۔لاکھوں کی بھیڑ ہے اسکے قریب مگر پھر بھی وہ تنہا ہے۔اسکی اپنی کوئی پہنچان نہیں ہے۔وہ بھی اپنے مرکز سے الگ ہو چکا ہے۔شاید مری طرح اس کے اپنے بھی اسے نہیں رکھنا چاہتے۔" حمزہ کی بات پر انہوں نے دکھ سے اسے دیکھا تھا۔

ان کی آنکھیں نم سی ہوئی تھی۔

"میرا نظریہ تم سے الگ ہے حمزہ مجھے یہ چاند کبھی تنہا نہیں لگا کیونکہ رب نے اسے تنہا رہنے ہی نہیں دیا۔وہ حادثاتی طور پر اپنے گھر سے الگ ہوا پھر اپنے مدار کے گرد ہی وہ گھومنے لگا۔ایک چیز اگر اس سے چھین لی گئی تو رب نے اس کے بدلہ ڈھیروں تارے پیدا کر دیے۔جو ہمہ وقت اس کے قریب رہتے ہیں۔اس کی قدر کرتے ہیں۔تو اس حساب سے تو وہ خوش قسمت ترین ہوا کہ جس کو رب نے بہتر لے کر بہترین سے نوازا" احمر کے بابا نے حمزہ کے کندھے کو تھپتھپایا تھا۔

حمزہ نے پہلی بار انہیں بہت غور سے دیکھا تھا۔ایک انجانی سی کشش محسوس ہوئی تھی۔

کیا ہوا ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟"احمر کے بابا نے پوچھا۔"

کیا میں آپکے گلے لگ سکتا ہوں"وہ خوبرو شہزادہ انہیں ایک معصوم چڑیا کا" بوٹ لگا تھا۔جس نے خواہش ظاہر کی بھی تو کیا گلے لگنے کی۔

میرے شیر تم ایسے افسردہ اچھے نہیں لگتے ہنستے مسکراتے رہا کرو۔رب تمہیں" ڈھیروں خوشیاں دے آمین"وہ حمزہ کے توانا وجود کو اپنے سینے میں بھینچنے کی کوشش کرتے بولے تھے۔

سکونِ قلب کی عجیب سی کیفیت کو محسوس کرتے حمزہ بس ان کی خوشبوؤں کو خود میں سموئے کھڑا رہا تھا۔

اندر لگی آگ پر ٹھنڈک سی پڑ گئی تھی۔ وہ خود کو طاقتور محسوس کر رہا تھا۔ عقیدت سے حمزہ نے احمر کے بابا کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔

نجانے کبھی کبھی غیر اتنے اپنے سے کیوں ہو جاتے ہیں۔ بہت شکریہ مجھے "حوصلہ دینے کے لیے، اب چلتا ہوں خدا حافظ شب خیر" حمزہ کے انداز پر احمر کے بابا کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔

خوش دلی سے مسکراتے احمر کے بابا نے حمزہ کے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تھا۔

خوش رہو" ان دونوں کی محبت پر چھت پر آتا احمر نے منہ بگاڑ پر بولا تھا۔"

بس مجھے یقین ہو گیا ہے بابا کہ مجھے تو آپ نے کوڑے سے ہی اٹھایا ہے۔ کیونکہ" کبھی مجھے تو ایسے محبت نہیں کی" حمزہ اور احمر کے بابا نے ایک ساتھ قہقہ لگایا تھا۔

بہت جلدی پتہ نہیں چل گیا برخوردار" احمر باپ کی شرارتی انداز پر چیخا تھا۔"

بابا ڈیٹس ناٹ فئیر "احمر کے انداز پر وہ دونوں پھر سے کھلکھلائے تھے۔ان" دونوں نے اپنی بازو پھیلائی تھی۔

احمر خوشی سے ان میں آسمایا تھا۔وہ تینوں مسکرا دیے تھے۔کوئی اور بھی تھا جو اندھیرے میں کھڑا نم آنکھوں سے انہیں دیکھتے مسکرایا تھا۔

@@@@@@

رومان بھابھی سائم بھائی کہہ رہے ہیں جلدی سے تیار ہو جائیں شادی کی شاپنگ" پر جانا ہے۔" حیاء نے دروازہ کھٹکھٹاتے اندر جھانکا تھا۔

مجھے کہی نہیں جانا جاؤ یہاں سے "رومان بیزاریت سے بولی تھی۔"
نجانے کیوں جیسے جیسے شادی کے دن قریب ارہے تھے وہ چڑ چڑی ہو رہی تھی۔
محبت پانے کی خوشی سے زیادہ اسے آنے والی زندگی کا خوف تھا۔

کیا فرما رہی ہیں بیوی زرا میرے سامنے کہیے "سائم دروازہ کھولتے بولا تھا۔"

کک۔۔کچھ نہیں بس میری طبیعت ٹھیک نہیں۔آپ خود ہی لے آئیں""

روماں اسے یوں اچانک دیکھ کہلائی تھی۔

بیوی دو منٹ ہے جلدی سے تیار ہو جاؤ ورنہ اٹھا کر لے جاؤں گا۔"سائم نے "

دھمکی دی تھی۔

نہیں جاؤں گی"روماں ہٹ دھرمی سے بولی تھی۔"

روماں کی حالت پر سائم چیلنج کرنے والے انداز میں مسکرایا تھا۔پھر آگے بڑھتے

اسے گود میں اٹھاتے بولا تھا۔

جانا تو ہے ہی اگر تم نے تیار نہیں ہونا تو کوئی بات نہیں میں ایسے ہی لے جاؤں "

گا"سب کے درمیان میں سے سائم اسے اپنی گود میں اٹھائے باہر لے آیا تھا۔

روماں کا تو ڈوب مرنے کا دل کیا جب کہ مریم اور حیاء نے ہوٹنگ کرتے خوب

پیچھے سے ان کا ریکارڈ لگایا تھا۔

روماں نے بے ساختہ سائم کی مضبوط گرفت کو توڑنے کے لیے اسکی گردن پر دانت گاڑھے تھے۔

آہ جنگلی بلی"گاڑی کے فرنٹ سیٹ پر روماں کو اتارتے سائم نے اپنی گردن پر" ہاتھ رکھتے کہا تھا۔

روماں جذبات میں حرکت تو کر گئی تھی۔پر اب سائم کے آگلے عمل سے ڈرتی ساکن کھڑی تھی۔

@@@@@@

ہاہاہاسندس تم بہت کیوٹ ہو۔ قسم سے تم مجھے پہلے مل جاتی تو کیا بات تھی" صبح صبح سیڑھیاں اترتے آئزل کے کانوں میں حمزہ کے کھلکھلانے کی آوازیں پڑی تھی۔

آئزل نے تجسس سے پلر کی اوڑھ سے لاونج میں جھانکا تو حمزہ کے قریب سندس کو بیٹھے دیکھ ،اس کا چہرہ جلن سے سرخ پڑا تھا۔

"بڑے کہتے ہیں دیر آئے درست آئے۔ چلو پہلے نہیں اب تو ٹھیک وقت پر مل گئی ہوں۔ کیوں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟" سندس حمزہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے محبت سے لبریز لہجے میں بولی تھی۔

ایسا اس نے جان بوجھ کر آئزل کو دیکھ لینے کے بعد کہا تھا۔

منحوس چڑیل انسان تم نے میرے شوہر کے کندھے پر ہاتھ رکھا! "آئزل غصہ سے بڑبڑاتی ان کے نزدیک آئی تھی۔

اور سندس کا بازو اٹھا کر پیچھے پھینکتے بولی تھی۔
سندس تمہیں تمیز نہیں ہے کسی کے شوہر پر یوں ہاتھ رکھے بیٹھی ہو۔ "آئزل کے انداز پر سندس نے مصنوعی غصہ سے اسے دیکھا تھا۔

اوہیلو میڈم مجھے تمیز کا قاعدہ پڑھانے سے پہلے خود تو پہلے سیکھ لو کہ کسی کی" پرپوسی میں دخل نہیں دیتے۔ ویسے بھی میں نے کسی غیر کے نہیں بلکہ اپنے ہونے والے شوہر کے کندھے پر ہی تو ہاتھ رکھا ہے بھول گئی تم نے ہی تو مجھ سے اپنے شوہر کی دوسری شادی کی بات کی تھی۔ "سندس کا انداز صاف چڑانے والا تھا۔

ہونے والا شوہر ہے ابھی ہوا نہیں ہے اس لیے احتیاط کرو" آئزل نظریں چراتے بولی تھی۔

سندس نے اس کی حالت سے خوب لطف لیا تھا۔

حمزہ نے غصہ سے اس پاگل کو دیکھا تھا۔ جو اپنے شوہر کے ساتھ کسی کو برداشت بھی نہیں کر پا رہی تھی۔ پھر بھی اپنی بات سے نہیں پھر رہی تھی۔

او تو اس میں کونسی بڑی بات ہے۔ آج ہی حمزہ سب گھر والوں سے بات کر لے گا۔ کیوں حمزہ کرو گے نا" سندس نے اب کہ حمزہ کو درمیان میں گھسیٹا تھا۔

اتنی جلدی بھی کیا ہے۔" آئزل تڑپ کر تیزی سے بولی تھی۔ سندس نے لب بھینچ کر اپنی ہنسی کو روکا تھا۔ چوہے بلی کا یہ کھیل بہت مزہ کا تھا۔

اس دیوانہ شہزادہ کا دل کیا تھا کہ وہ سب سے چھپا کر اپنی اس نمونی الجھی الجھی سی دیوانی بیوی کو سینے میں چھپا لے۔ پھر اپنے جذبات پر قابو پاتے خود کو روک گیا کیونکہ یہ چھوٹا سہ سبق اس جھلی کے لیے بہت ضروری تھا۔

"میرا مطلب ہے کہ پرسوں سائم کی مہندی ہے۔ مجھے وہاں جانا ہے۔ اگر دادا حضور کو یہاں کی کسی ایسی بھی بات کا پتہ چلا تو وہ ہنگامہ کھڑا کر دیں گے۔ اگر تم لوگ ٹھیک جانو تو کیا ہم یہ بات شادی کے بعد تک روک سکتے ہیں۔ سائم اور رومان کی شادی میں اب کوئی رکاوٹ یا بدمزگی نہیں ہونی چاہیے۔" آئزل نے ہکلاتے ہوئے وضاحت تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے آئزل اگر تم اتنا کہہ رہی ہو تو مجھے کوئی مسئلہ نہیں، ویسے کیا میں بھی تم لوگوں کے ساتھ شادی پر چل سکتی ہوں۔ پلیززز" سندس نے معصومیت سے پوچھا۔

ہاں ہاں کیوں نہیں سندس تم بھی چلو بہت مزہ آئے گا۔ تیاریاں کرلو۔ بالکل" ایسا کرو شام میں تیار رہنا ہم شاپنگ پر جائیں گے۔"حمزہ نے پہلی بار مداخلت کی تھی۔ نظریں اس کی آئزل پر تھی مگر کہہ سندس سے رہا تھا۔

کہیں پر نظریں کہیں پر نشانہ"سندس دل ہی دل میں گنگنائی تھی۔ "

حمزہ کی بات پر آئزل نے دکھ سے ساتھ کھڑے شہزادہ کو دیکھا جو اسے تو شاپنگ پر لے کر نہیں گیا لیکن سندس کو آفر کر رہا تھا۔

آئزل کے دیکھنے پر حمزہ معصومیت سے بولا تھا۔

کیا ہوا بیگم ایسے کیوں دیکھ رہی ہو۔ یار تم بھی تیار رہنا تم بھی ہمارے ساتھ چلو" گی۔ ویسے بھی میری پہلی بیوی ہو۔ پہلی بیوی کے حقوق پورے کیے بنا میں دوسری کے حقوق کیسے ادا کرنے کا سوچ سکتا ہوں۔" کیا انداز تھا اس شہزادہ کا سندس کا دل قہقہ لگانے کو کیا تھا۔

مگر ضبط کر کے کھڑی رہی آئزل کی آنکھیں آنسوں سے بھری تھی۔ جن سے وہ خود بھی انجان تھی۔

حمزہ آئزل کی نظروں سے آنکھیں چراتے موبائل کو دیکھتے بولا تھا۔
ٹھیک ہے سندس 11 بج گیا ہیں۔ پہلے ہی آج آفس سے تین گھنٹے لیٹ ہوں چکا" ہوں۔ مزید رسک لے کر نوکری کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ چلتا ہوں خدا حافظ "حمزہ کہتے ہی اٹھا تھا۔

باہر کی جانب قدم اٹھانے سے پہلے رک کر اس نے آئزل کو کھینچ کر اپنی باہوں میں بھرا تھا۔ سندس مسکراہٹ روکتے شرم سے رخ پھیر گئی تھی۔ حمز آئزل کے ماتھے پر بوسہ دیتے اس کے قریب جھکتے گھمبیر لہجہ میں بولا

خدا حافظ میری پہلی (اور آخری بیوی) چلتا ہوں۔ شام تک تیار رہنا" حمزہ یہ کہتے ہی چلا گیا تھا۔

سندس بھی چپکے سے ہنسی دبائے وہاں سے کھسکی تھی

آئزل کتنی دیر وہی گم سم کھڑی رہی تھی۔

@@@@

اف جنگلی بلی!" سائم رومان کو گاڑی میں بیٹھاتے اپنی گردن کو مسلتے بولا تھا" جہاں رومان کے دانتوں کے نشان نظر آرہے تھے۔

رومان کی تو سانس سوکھ چکی تھی۔ بغیر سوچے سمجھے وہ حرکت تو کر بیٹھی تھی۔ مگر اب پچھتا رہی تھی۔

سائم ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ گاڑی سٹارٹ کرنے سے پہلا وہ رومان کی طرف جھکا تھا۔

رومان نے زور سے آنکھیں میچی تھی۔ قمیض کو مٹھیوں میں جکڑے وہ اس انتظار میں تھی کہ اب پڑا تھپڑ کہ اب پڑا

سائم رومان کے چہرے پر نظر آتے ڈر کو دیکھتے زیرے لب مسکرایا تھا۔

جھک کر رومان کے چہرے پر پھونک مارتے وہ گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔
"مسسسز آج کی اس گستاخی کی سزا تو تمہیں شادی والے دن ملے گی ابھی سب کے سامنے کچھ بھی کر کے میں اپنا کردار مشکوک نہیں کرنا چاہتا۔" رومان نے اپنی سیٹ بیلٹ باندھتے سائم کی آنکھوں میں دیکھنے کی غلطی کر لی تھی۔

ایک تو پہلے ہی بچاری ڈری ہوئی تھی اوپر سے وہ ہرجائی بھی خوب گن گن کر بدلہ لے رہا تھا۔

"آپ ابھی بدلہ لے لیں۔ لیکن دھمکیاں تو نہ دیں۔" گاڑی گھر سے نکلتے ہی رومان جلدی سے اپنا ہاتھ سائم کے سامنے کرتی معصومیت سے بولی تھی۔
سائم نے بے ساختہ وہ ہاتھ لبوں سے لگاتے کہا تھا۔

اتنی آسانی سے معافی نہیں ملے گی مسسز تھوڑے انتظار کے ساتھ دی جائے "
گی۔"سائم کے چہرے پر شرارتی مسکراہٹ تھی۔

رومان کے دل کی دھڑکن اسے اپنے کانوں میں سنائی دینے لگی تھی۔آنکھیں زور سے بھینچ لیا تھی ڈر مزید بڑھ گیا تھا۔اسے سائم کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔

آپ ایسے کیوں ہوں "آخر کار رومان چڑ کر بولی تھی۔"

ہاں بہت خوبصورت ہوں نا" سائم نے جان بوجھ کر الٹا جواب دیا تھا۔"

" میں نے یہ کب کہا "

ہاں پتہ ہے پتہ بہت خوبرو ہوں میں بار بار مت بتاؤ مسسز خامخواہ پہاڑوں پر "

"چڑھا رہی ہو

"کیا ہے بھی آپ مجھے غصہ دلا رہے ہیں"

"مجھ معصوم نے تو کچھ کہا بھی نہیں ہے"

" کرتو رہے ہیں "

" کیا کر رہا ہوں میں "

مجھے چڑا رہے ہیں " روما ن رونے والی ہو گئی تھی۔ "

ہاہاہا ٹھیک ہے ایک شرط پر تنگ نہیں کروں گا۔ کہ تم اب چپ کر کے بیٹھو گی " اور میری پسند کی ساری شاپنگ کرو گی۔ " سائم نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

ٹھیک ہے " روٹھے لہجے میں بولتی روما ن ونڈو سکرین سے باہر دیکھنے لگی تھی۔ " سائم کا باقی کا سفر بہت پر لطف گزرا تھا۔ روما ن کو تنگ کرنے کے پیچھے آج کوئی غصہ، یا شکوہ شکایت نہیں بلکہ ایک عجیب سہ خوبصورت سہ احساسات تھے۔ جو اسے بار بار روما ن سے الجھنے کو کہہ رہا تھا

اس کے بعد سائم نے اپنی مرضی سے خوب دل بھر کر روما ن کو شاپنگ کروائی تھی۔ شاپنگ کے بعد سائم اسے ایک ریستوران لے آیا تھا۔ جہاں سائم نے ساری روما ن کے پسندیدہ کھانے منگوائے تھے۔ مگر وہ روٹھی گڑیا اس پر دھیان ہی نہیں دے پائی تھی۔

@@@@@

"کیا بات ہے سندس آپی آج بہت خوش لگ رہی ہیں؟اور یہ اتنی تیار ہو کر کہاں جا رہی ہیں۔"افراح نے حیرت سے سجی سنوری سندس کو دیکھا تھا۔

جو آج بہت چہک رہی تھی۔انسان کا اندر خوش ہو تو چہرہ بھی کھل سہ اٹھتا ہے۔ وہ یہاں آ کر سچ میں بہت انجوائے کر رہی تھی۔سندس وہ لڑکی تھی جو سب کی خوشیوں میں خوش رہتی تھی۔اس نے رب سے شکوہ کرنا نہیں بلکہ ہر حالت میں صبر اور شکر کرنا ہی سیکھا تھا۔

"شاپنگ پر جا رہی ہوں"سندس آئزل کو نظروں کے فوکس میں رکھتے بولی تھی۔

"اچھا کس کے ساتھ جا رہی ہو؟احمر تو گھر پر نہیں ہے۔"اب کہ بی جان نے پوچھا تھا۔

آئزل ڈسٹرب سی دیکھائی دی تھی۔

بی جان آئزل بتا رہی تھی کہ ہم سب شادی پر انوائیٹ ہیں۔اس لیے سوچا کچھ "
شوپنگ ہی کر لو۔ حمزہ آئزل کو شاپنگ پر لے جا رہے تھے تو میری بات سنتے
انہوں نے مجھے بھی ساتھ چلنے کو کہہ دیا۔میں آئزل کے گھر شادی پر جانے کے
لیے بہت ایکسائیٹڈ ہوں بی جان "سندس پر جوشی سے کہتے بی جان کے پاس آ
بیٹھی تھی۔

وہ حمزہ کے ساتھ مل کر آئزل کا دماغ ٹھکانے ضرور لگا رہی تھی۔ مگر وہ یوں ان
دونوں کے رشتے کا سب کے سامنے مذاق نہیں بنانا چاہتی تھی۔اسی لیے بڑی
مہارت سے اس نے اپنے پاس سے کہانی گھڑ کر سنائ تھی۔

ارے واہ اس کا مطلب میں بھی شادی پر جاؤ گی۔تو پھر ٹھیک ہے میں بھی "
شاپنگ پر چلوں گی۔"افراح بھی جوش میں آئی تھی۔

تم کہاں کی تیاریوں میں ہو بندریا" افراح کی بات ہو اور احمر ٹانگ نہ اڑائے ایسا" تو ہو نہیں سکتا۔

جہاں کی بھی ہوں تم سے مطلب" افراح تڑخ کر بولی تھی۔"
تمہارے سارے مطلب مجھ سے ہی تو ہو کر گزرتے ہیں میری جاناں" احمر" اپنی بے قابو زبان کے گوہر چلاتے اچھلتے ہوئے مینہ (بلال کی بیوی) کے ساتھ بیٹا تھا۔
جو بچاری احمر کے یوں بیٹھنے پر ہل کر رہ گئی تھی۔

توبہ ہے بن مانس انسانوں کی طرح بیٹھو ابھی مینہ بھابھی کو یا ان کے بےبی کو" تمہاری وجہ سے چوٹ وغیرہ لگ جاتی تو" افراح نے احمر کو لتاڑا تھا۔ پھر بی جان کو شکایت لگاتے بولی تھی۔" بی جان آپ کبھی اس بے شرم کی زبان کیوں نہیں " کاٹتی کتنی بے شرمی سے یہ سب کے سامنے مجھے فضول لفظوں سے بلاتا ہے۔

"ارے میری شکایتی چڑیا دھیرے دھیرے شکایت لگاؤ کہی سانس ہی نہ الٹ جائے "افراح کے تیز تیز بولنے پر احمر چوٹ کرتے بولا تھا۔

بی جان نے اپنی لاٹھی اٹھا کر احمر کی کمر میں مارتے کہا تھا۔

"تم بھی میاں اپنی زبان پر قابو رکھا کرو۔ ہم اعلیٰ خاندان کے لوگ ہیں۔ یہ بے ہودگی پسند نہیں کرتے اب اگر تم نے ہماری بچی کو تنگ کیا تو ہم سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ "بی جان کا جلالی روپ سامنے آیا تھا۔

افراح نے دانت نکالے تھے۔ ہنسے تو باقی سب بھی تھے۔

احمر ڈھیٹ ابنِ ڈھیٹ بی جان کو دیکھتے بولا تھا۔

بی جان ارتضیٰ آغا آپکے اسی غصہ پر فدا ہوئے ہونگے۔ قسم سے غصہ میں آپکا" چہرہ سرخ انار کی طرح چمکنے لگتا ہے۔اس عمر میں بھی جان لیوا حسن رکھتی ہیں۔" احمر کے شوشے پر سارا لاونج کھلکھلا اٹھا تھا۔

غصہ کے باوجود بی جان کے چہرہ پر بھی شرمیلہ سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ جس کو چھپاتے وہ اپنی لاٹھی پکڑتے اٹھتے ہوئے بولی تھی۔

"ٹھہرا جا احمر کے بچے تمہیں آج ہم سے کوئی نہیں بچا سکتا"

ارے بی جان میرے بچوں کے راستے میں تو ان کے تایا سعد اتنا بڑا ٹرک" (روکاوٹ) بن کر بیٹھا ہے۔ وہ یہاں کیسے آ سکتے ہیں۔" احمر وہاں سے دوڑ لگاتے ہوئے بولا تھا۔

اب دوسرا ٹرک ہم بیٹھائے گے بیٹا بھول جا اب تیری شادی اگلے دس سال" تک نہیں ہو گی۔" بی جان بھی آخر احمر کی دادی تھی۔ اچھے سے پوتے کی دکھتی رگ کو جاتی تھی۔

احمر بی جان کی بات پر صدمہ سے وہی کھڑا ہو گیا تھا۔ سب لوگ کھلکھلا کر ہنس دیے تھے۔ پھر بی جان اپنے شاہی تخت پر جا بیٹھی تھی اور احمر ان کا غلام بنا خدمت پر خدمت کرنے لگا تھا۔ آخر یہ دس کا عرصہ کم بھی تو کرنا تھا۔

@@@@@@

ائزل پلیز کیا میں آگے بیٹھ جاؤ؟ وہ مجھے پیسنجر سیٹ پر بیٹھنا اچھا نہیں لگتا" فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتی آئزل کے ہاتھ سندس کی بات پر تھمے تھے۔

دیکھا تو حمزہ نے بھی حیرت سے سندس کو تھا۔

کیونکہ ایسا تو کچھ تہہ نہیں ہوا تھا۔

ہاں ہاں کیوں نہیں تمہیں بھی پورا حق ہے۔"آئزل بمشکل سے مسکراتی پیچھے "
پیسنجر سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔

حمزہ کو رج کر اس پر غصہ آیا تھا۔اپنے حق کے لیے تھوڑا تو لڑنا چاہیے۔

دوسری طرف سندس نے بھی لب بھینچے تھے کیونکہ شاید وہ بھی آئزل کو اپنے حق کے لیے لڑنے پر اکسانا چاہتی تھی۔

سندس آپی چلیں نا یہاں کیوں کھڑی ہیں۔ بیٹھیں ہمیں دیر ہو رہی ہے۔""
پیچھے سے آتے احمر نے سندس کے کندھے پر تھپکی دیتے کہا تھا۔

پھر جا کر حمزہ کے ساتھ والی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔

سندس بھی خاموشی سے پیسنجر سیٹ پر بیٹھ گئی تھی کہ اتنے افراح آ کر بولی تھی۔

یہ کیا آئزل آپی آپ پیچھے کیوں بیٹھی ہیں ؟اور تم احمر گدھے چلو پیچھے آو۔ "
" بھابھی کو بھائی کے ساتھ بیٹھنے دو۔

کہتے ساتھ ہی افراح نے گھسیٹ کر احمر کو آگے سے اتارا تھا۔

"نہیں آگے بیٹھنے سے پرنیاں کو ٹھنڈ لگ جائے گی۔ میں پیچھے ہی ٹھیک ہوں۔ سندس کو آگے بیٹھنا پسند ہے۔ اسے بیٹھا دو۔" آئزل نے لاتعلقی ظاہر کرتے کہا تھا۔

"کیا یار آیزل بھابھی کسی کے لیے اتنی جلدی اپنی جگہ نہیں چھوڑتے۔ کچھ نہیں ہوتا پرنیاں کو، آپ سے زیادہ حمزہ بھائی خیال رکھیں گے۔" افراح نے بازو سے پکڑتے آئزل کو زبردستی باہر نکالا تھا۔

اسے فرنٹ سیٹ پر بیٹھا کر خود وہ پیچھے آبیٹھی تھی۔

حمزہ نے گاڑی آگے بڑھادی تھی۔

افراح بچے یہاں ہر کوئی تمہارے جیسے سمجھدار نہیں ہے۔اس لیے آئندہ سے "اپنے قیمتی الفاظ ایسے انسان پر ضائع مت کرنا جو ان کی قدر نہ کرے۔" حمزہ نے آئزل کو نظرانداز کرتے افراح سے کہا تھا۔

کیا مطلب لالا؟" افراح اور احمر کی سوالیہ نظریں حمزہ کی جانب تھی۔"

میں کہہ رہا تھا کہ آج تم سب کی شاپنگ میری طرف سے جس نے جو لینا ہو" لے لو۔پیمنٹ میں کروں گا۔" حمزہ نے بہت خوبصورتی سے بات بدلی تھی۔ گاڑی میں افراح اور احمر کا شور شرابا شروع ہو گیا تھا۔سندس بھی ان کی گفتگو میں شامل ہو گئی تھی۔

ہاں البتہ حمزہ اور آئزل سارے راستے خاموش ہی رہے۔

پچھلے تین گھنٹوں سے وہ لوگ شاپنگ مال میں گھوم رہے تھے۔افراح اور احمر کی شاپنگ ہی ابھی تک پوری نہیں ہوئی تھی۔ایسے میں باقی سب کا تو شاپنگ کرنے

کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ حمزہ کو اب ان سب پر غصہ آنے لگا تھا جو ایسے بے فکری سے گھوم رہے تھے کہ جیسے آج کی ساری رات انہوں نے یہی رہنا ہو۔

"شکر ہے سعد تم آ گئے۔ ان لوگوں کی تو شاپنگ ہی نہیں پوری ہو رہی۔ میری بیٹی تھک گئی ہے ایک کام کرو تم احمر، افراح اور سندس کو شاپنگ کرواؤ۔ میں آئزل اور پرنیاں کو لے کر جا رہا ہوں۔" حمزہ نے سعد کو بھی فون کر کے یہی بلا لیا تھا۔

جس کے آتے ہی حمزہ نے شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔

"ہاہاہا ٹھیک ہے تم جاؤ" سعد حمزہ کی بچاری حالت دیکھ کر مسکرایا تھا۔

حمزہ فلحال ساری ناراضگی ایک طرف رکھے، بغیر وقت ضائع کیے آئزل کا ہاتھ پکڑتے دوسری مزل پر موجود لیڈیز ایمبرائیڈری کی دکانوں کی طرف لے آیا تھا۔

"حمزہ پہلے پرنیاں کی شاپنگ کر لیتے ہیں۔ میرے پاس ابھی بہت سے کپڑے ہیں۔" آئزل نے مشورہ سے نوازا تھا۔

"چپ کر کے اپنی شاپنگ کرو بیگم احمر لوگوں کی وجہ سے میں آگے ہی بہت خوار ہو گیا ہوں۔ اب بس تمہارا سامان لیں گے پھر میں اپنی بیٹی کے کپڑے خود ہی لے لوں گا۔ وہ کونسا تم لوگوں کی طرح نخرے کرتی ہے۔" حمزہ نے سیل گرلز کی مدد سے تین چار اچھے سوٹس منگوائے تھے۔

توبہ میں کب نخرہ کرتی ہوں۔" آئزل نے منہ پھلائے اعتراض کیا تھا۔"

حمزہ کو ٹوٹ کر اس پر پیار آیا تھا۔اس کے کان کے قریب کی جھکتے وہ گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔

بیگم اتنی پیاری حرکتیں یوں پبلک پلیس میں نہیں کرتے، قسم سے اس وقت " کمرے میں ہوتی تو اس حرکت پر جواب ضرور دیتا" حمزہ کا لو دیتا لہجہ آئزل کا چہرہ حیاء سے سرخ کر گیا تھا۔

آپ کا کپل بہت پیارا ہے سر" سیل گرل ان کے پاس سوٹ لاتی بولی تھی۔"

حمزہ دل سے مسکراتے بولا تھا۔
شکریہ "آئزل تو مزید پزل ہو گئی تھی۔"
حمزہ نے پھر اپنی مرضی سے آئزل کے لیے خوب ساری شاپنگ کی تھی، کپڑے، میچنگ جیولری، جوتے، بیگ وغیرہ سب کچھ لیا تھا۔

مزید دو گھنٹوں کی تگ و دو کے بعد وہ سب اب فوڈ کورٹ میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ پرنیاں نے نہ خود کچھ خود کھایا اور نہ حمزہ کو کھانے دیا بس اشتیاق سے ادھر ادھر دیکھتے اس نے حمزہ کو خود میں ہی الجھائے رکھا۔ آئزل نے پرنیاں کو پکڑنا چاہا تو حمزہ نے انکار کیا تھا وہ خود بھی اس کے ساتھ کھیلنے لگا تھا۔

رات گئے وہ لوگ واپس آئے تو بہت تھک چکے تھے۔ اس لیے آتے ہی اپنے اپنے کمروں کی جانب بڑھے تھے۔

@@@@@@@

حمزہ آج رات کو مایوں کی رسم ہے۔ مجھے ہر حال میں رسم سے پہلے فیصل آباد جانا ہے" یہ شاپنگ سے دو دن بعد کی بات پر جب صبح صبح آئزل حمزہ سے بولی تھی۔

نہیں آج جانا مشکل ہے۔ آج بہت اہم میٹنگ ہے۔ ہاں رات میں چلیں گے " تو صبح تک پہنچ جائیں گے۔ تو اس لحاظ سے پیکنگ کر لینا" مصروف سہ حمزہ ٹائی پکڑتے بولا تھا۔

آئزل کو اسکی بات پر غصہ تو بہت آیا تھا۔ مگر ابھی اسے اپنی بات منوانے تھی اس لیے حمزہ کی ٹائی اس کے ہاتھ سے پکڑتے خود باندھنے لگی تھی۔

پلیز آج ہاف ڈے پر آ جائے گا۔ چاہے ہم ٹائم کی ٹائم ہی کیوں نہ پہنچے لیکن مجھے " مایوں پر جانا ہے پلیز" حمزہ کے قریب ہوتے آئزل معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے بولی تھی۔

حمزہ نے دلچسپی سے ائزل کے اس انداز کو دیکھا تھا۔ یہ تبدیلیاں تو وہ پچھلے دو دن سے محسوس کر رہا تھا کہ وہ غیر ارادی طور پر اس پر اپنا حق جتانے لگی تھی۔

بیگم اگر اتنے پیار سے کہو گی تو میں آج آفس ہی نہیں جاؤں گا۔ لیکن دیکھ لینا"
نقصان تمہارا ہی ہو گا۔" آئزل کی کمر کو نرمی سے گرفت میں لیتے حمزہ ذو معنی لہجے
میں بولا تھا۔

آئزل کی پلکیں حیا سے رخساروں پر سایہ فگن ہوئی تھی۔
حمزہ نے جھک کر آئزل کی آنکھوں کو نرمی سے چھوا تھا
آئزل جلد ہی اپنی حالت پر قابو پاتے حمزہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے بہادری
دیکھاتے بولی تھی۔

زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فلحال جو بات ہو رہی ہے۔ اس پر"
کنسنٹریٹ کریں اور جلدی اجایئے گا۔ میں آپکا اپنا اور پرنیاں کا سامان تیار
رکھوں گی۔ کیونکہ بی جان بتا رہی تھی کہ وہ، سندس، افراح، احمر، سعد تو مہندی یا
برات پر ہی ٹائم کی ٹائم ہی آسکے گیں۔" آئزل پیچھے ہٹی تھی۔

ہاہاہا یار کافی بہادر ہو گی ہو۔ چلو تم بھی کیا یاد کرو گی آج تمہارا یہ ناچیز شوہر تمہاری بات مان ہی لیتا ہے۔ آخر میری پہلی بیوی ہو۔"حمزہ آخر میں آئزل کو چڑانے کی خاطر بولا تھا۔

حسب عادت آئزل چڑ بھی گئی تھی۔

" یہ دوسری شادی کا کچھ زیادہ ہی شوق نہیں ہو رہا آپکو، کچھ دن صبر کریں ابھی دوسری بیوی آنے میں دیر ہے۔ اور ہاں یہ بتائیں وہ جو اس دن ایک ریڈ فراق آپ نے لی تھی۔ وہ کہاں ہے بہت ڈھونڈی میں نے ملی نہیں" آئزل کہتی ہوئ الماری کی طرف بڑھی تھی۔

حمزہ بھی اس کے پیچھے ہی چلا آیا تھا۔ پیچھے سے جھک کر اسکے کان میں بولا تھا

وہ میری محبوب بیوی کے لیے جس کو میں جلد ہی اپنی زندگی میں شامل کروں گا۔اس پر نظر مت رکھو میری پہلی بیوی"حمزہ یہ کہتے ہی زیرے لب مسکراتے مڑا تھا۔اور کمرہ سے نکلتا چلا گیا تھا۔

آئزل سن سی وہاں کھڑی رہ گئی تھی۔دل بھوجل سہ ہو گیا تھا۔وہ کتنی دیر وہاں کھڑی رہی تھی۔۔یہاں تک کہ آنکھوں سے نکلتے آنسوئں ماتم کرتے خود ہی سوکھ بھی گئے تھے۔

اس پر ایک عجیب سہ ادراک ہوا تھا۔
میں حمزہ کے اتنے قریب کسی کو برداشت نہیں کر سکتی۔وہ صرف میرے شوہر" ہیں۔"

@@@@@

"آئزل آپی آ گئیں!" گھر میں داخل ہوتی گاڑی کو دیکھ مریم اور حیاء ایک ساتھ چیخی تھی۔

ان کی آواز پر دادا حضور، دائم اور سائم بھی یہی لان میں آ گئے تھے۔ حمزہ، آئزل اور پرنیاں کو سب نے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ ابرار صاحب اور جمال صاحب بھی ان سے آکر ملے تھے۔ اگر ان سے کوئی ملنے نہیں آئی تھی تو وہ سیرت بیگم اور مہک بیگم تھیں۔

حمزہ نے تو ان کو کوئی اتنی اہمیت نہیں دی تھی۔ البتہ ائزل کو ان کا سرد رویہ بہت محسوس ہوا تھا۔

وہ لوگ کمال صاحب کے پورشن میں ٹھہرے تھے۔ سالوں بعد اس گھر میں آکر حمزہ کو الگ ہی سکون محسوس ہو رہا تھا۔ ایسے لگ رہا تھا کہ وہ اپنی جڑوں میں واپس

آگیا ہو۔ آج اس کے پاس اگر سب کچھ تھا۔ تو اس میں اس گھر کے مکینوں کا بہت ہاتھ تھا۔

حمزہ فریش ہونے کے بعد اپنے کمرے سے نکلا تھا۔ ارادہ تو آئزل کو ڈھونڈنے کا تھا، جو سامان کمرے میں رکھنے کے بعد سے نجانے کہاں غائب تھی۔ گھومتے گھومتے وہ کمال صاحب اور ثمرین بیگم کے کمرے کے باہر آیا تھا۔
ہاتھ خود با خود اس کمرے کا دروازا کھولنے کو بڑھے تھے۔

حمزہ نے اندر داخل ہوتے گہرا سانس لیا تھا۔
آئی مس یو خالہ جانی اینڈ بابا جانی" حمزہ ان کی خوشبو کو سونگھنے کرنے کی کوشش " کرتے بڑبڑایا تھا۔

نظر سامنے بیڈ کے قریب نیچے زمین پر بیٹھی آئزل پر پڑی تو دل سسک اٹھا تھا۔

بیگم!"آئزل کو پیچھے سے باہوں میں بھرتے حمزہ اس کے قریب بیٹھا تھا۔"

"حمزہ! ماما بابا مجھ سے بات نہیں کر رہے۔ دیکھو یہ کمرہ ان کے بغیر کتنا ویران ہو گیا ہے۔ میں کتنی بری بیٹی ہوں۔ میں نے اپنے ماں باپ کو سب سے زیادہ دکھ دیا ہے۔" یہاں آتے ہی ائزل کے دکھ پھر سے ہرے ہونے لگے تھے۔

حمزہ اب اسے بکھرنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ پہلے بے بس تھا اس لیے اس کا دکھ سمیٹ نہ سکا تھا۔ اب وہ بااختیار تھا اس لیے ائزل کو خود میں سمیٹتے محبت سے بولا تھا۔

"آئزل خالہ جانی اور بابا جانی کی بیٹی کو برا بھلا کہہ کر تم ان کو تکلیف پہنچا رہی ہو۔ تم تو ان کی سب سے پیاری بیٹی ہو یار، کچھ چیزیں قسمت میں لکھی ہوتی ہیں۔ ان کو بار بار یاد کر کے دکھی نہیں ہوتے اور خبردار تم نے میری بیوی کو برا کہا تو! مانا وہ

تھوڑی جھلی ہے مگر وہ بری نہیں ہے وہ تو حمزہ مصطفیٰ کی قسمت کا چمکتا ستارہ ہے بیگم "حمزہ نے آئزل کے ماتھے پر لب رکھے تھے۔

حمزہ کا کہا گیا ایک ایک لفظ آئزل کی روح پر ٹھنڈی برسات کی مانند برس رہا تھا۔

چلو اٹھو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ پہلے ہم قبرستان چلیں گے۔ خالہ جانی لوگوں" کو سلام کر کے آئیں گے۔ پھر شام میں مایوں کی رسم کے لیے تمہیں تیار بھی تو ہونا ہے۔ "حمزہ کی بات پر ائزل سر ہلاتی اٹھی تھی۔

@@@@@@

میرے نیہر سے آج مجھے آیا

یہ پہلا جوڑا یہ ہری ہری چوڑیاں

مایوں کی رسم کا انتظام فاروقی ویلہ کے مشترکہ لان میں کیا گیا تھا۔ پیلے رنگ کے شرارے میں رومان اور پیلی شرٹ کے ساتھ سفید شلوار پہنے اور گلے میں بھی سفید پٹکا لیے بیٹھا سائم بہت ہی خوبرو لگ رہا تھا۔

لان روشنیوں سے جگ مگ کر رہا تھا۔ ہر طرف خوشیوں کا ساماں تھا۔ دادا حضور کے چہرے پر نجانے کتنے عرصے بعد مسکراہٹ آئی تھی۔ رسم شروع ہو چکی تھی۔ مگر ابھی تک آئزل میڈم نہیں باہر آئی تھی۔

رومان کی نظریں اسے ہی ڈھونڈ رہی تھی۔ جب سے وہ آئی تھی ایک بار بھی اسے ملنے نہیں آئی تھی۔ وہ خود تو بڑوں کی وجہ سے آئزل کے پاس نہیں جا سکتی تھی (جن کا کہنا تھا کہ شادی سے پہلے دلہن دولہے کے سامنے نہیں جاتی)۔ اوپر سے آئزل بھی اس سے ملنے نہیں آئی تھی۔

"چچی بیوی لگتا ہے تمہاری نظر کمزور ہے اس لیے اپنے بغل میں بیٹھے چاند کو چھوڑ نجانے کس کو ڈھونڈ رہی ہو؟" سائم نے رومان کے قریب جھکتے دھیرے سے سرگوشی کی تھی۔

"کونسا چاند؟ مجھے تو نظر نہیں آرہا۔ میں تو آئزل کو ڈھونڈ رہی تھی۔" رومان سائم پر توجہ دیے بغیر لاپرواہی سے بولی تھی۔

"""آئزل کے بھائی کو دیکھ نہیں رہی میڈم اور آئزل کو ڈھونڈنے کی پڑی ہے۔ سائم سر جھٹک کر دھیمے سے بڑبڑایا تھا۔ آج کل رومان اسے کچھ زیادہ ہی نظر انداز کر رہی تھی۔

بچارا دل مار کر کے رہ جاتا تھا۔

ویسے اچھا ہی تھا اس نے بھی تو کتنا بچاری رومان کو تڑپایا تھا۔

"کچھ کہا آپ نے؟" رومان نے اس کی بڑبڑاہٹ پر اسے دیکھا تھا۔

"کہنا تو بہت کچھ ہے مگر آپ سنیں تو تب نا؟" سائم نے شکوہ کیا تھا۔

"کیا کہنا ہے ؟" رومان نے ٹیشن سے اسے دیکھا تھا۔ نجانے کیا کہنا تھا سائم نے اب ؟

"سالے صاحب باقی کی باتیں کل پرسوں کے لیے رکھ لیں۔ ایک دن کی بات ہے پھر اس نے آپکی ہی ہونا ہے۔" حمزہ نے ان کے قریب آتے چوٹ کرتے کہا تھا۔

سائم ڈھیٹ پن سے مسکرا دیا تھا۔ رومان جھنپ سی گئی تھی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو رومان" رسم کرنے کے لیے آئزل رومان کے ساتھ جبکہ پرنیاں کو پکڑے حمزہ سائم کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔

"شکریہ تم بھی بہت پیاری لگ رہی ہو۔ ویسے مجھے تم سے شکوہ ہے جب سے آئی ہوں مجھ سے ملنے نہیں ائی۔" رومان نے آئزل کے گلے لگتے شکوہ کیا تھا۔

جو پیلے رنگ کی فراق پہنے بالوں کو کھلا چھوڑے ہلکے پھلکے میک اپ میں خود بھی بہت پیاری لگ رہی تھی۔

سفید شلوار قمیض میں حمزہ بھی خوبرو لگ رہا تھا۔

"سوری یار آتے ہی قبرستان چلی گئی اور پھر تیاریوں میں وقت نہیں ملا۔ ویسے تمہیں شکوہ تو اپنے بھائی سے کرنا چاہیے۔ کتنا کہا میں نے حمزہ کو کے مجھے شادی سے ایک ہفتہ پہلے جانے دیں لیکن نہیں یہ مان کے ہی نہیں رہے" ائزل نے سارا ملبہ حمزہ پر پھینکا تھا۔

"بیگم سمجھا کرو یار بڑی مشکلوں سے ملی ہو۔ اب میں مزید تم سے دور نہیں رہ سکتا" مظلوم سی شکل بنائے حمزہ کے یوں کھلم کھلا اظہار پر سب نے ہوٹنگ کی تھی۔

آئزل کے گال تپ اٹھے تھے۔

"ہاہاہا لالے تیری یہ مسکین سی صورت دیکھ کر لگتا ہے میری بہن نے ناکوں چنے چبوائے ہوئے ہیں۔" حمزہ کو دیکھتے سائم نے چوٹ کی تھی۔

فکر نہ کر بہت جلد رومان بھی تیرا یہی حال کرنے والی ہے. "حمزہ نے اب اس"
پر چوٹ کی تھی۔

ہاں وہ تو وقت ہی بتائے گا۔ "سائم نے شرارت بھری نظروں سے چہرہ"
جھکائے بیٹھی رومان کو دیکھا تھا۔
رومان کے دل کی دھڑکن بڑھی تھی۔ اپنی اس دن والی حرکت یاد آئی تھی۔
جب اس نے سائم کے کو کاٹا تھا۔ ایک ڈر سہ پھر سے جاگا تھا کہ نجانے سائم اس
کے ساتھ کیا کرے۔

بس کریں بھئ آپ دونوں تو شروع ہی ہو گئے ہیں۔ کچھ محفل کا خیال کر لیں۔ "
سب کے سامنے ٹھرک مار رہے ہیں۔ "آئزل نے ان دونوں کو لتاڑا تھا۔

یار بیگم اپنی شرعی بیوی پر ٹھرک جھاڑنا ثواب کا کام ہے۔ کچھ تو خیال کرو۔""""
حمزہ نے آنکھ دبا کر آئزل کو دیکھا تو وہ بچاری سب کے سامنے شرم سے پانی پانی ہو گئی تھی۔

آئزل کو ہنستے کھلکھلاتے دیکھ سب لوگ خوش تھے۔ یوں یہ رسم سب نے خوب انجوائے کرتے گزاری تھی۔
سوائے مہک بیگم کے جو اپنے چھوٹے بیٹے کی خوشی اپنے بڑے بیٹے کی غیر موجودگی میں ٹھیک سے انجوائے بھی نہیں کر پا رہی تھی۔

آئزل کی مسکراتی شکل جب بھی ان کی نظروں کے سامنے آتی تو وہ حسد سے جل جاتی، دل سے بددعائیں نکلنے لگتی تھی۔
مگر وہ اب شادی پر کوئی بدمزگی نہیں چاہتی تھی اس لیے ضبط سے سب برداشت کرتی رہی

@@@@@

"ہوئی آپکی بات بی جان سے؟ کب تک ارہے ہیں وہ لوگ؟" آئزل نے موبائل تھامے صوفہ پر بیٹھے حمزہ سے پوچھا تھا۔

"ہاں ابھی سعد سے ہی بات ہو رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ بی جان، سندس، افراح اور احمر آج شام تک پہنچ جائیں گے۔ سعد برات والے دن آئے گا۔" حمزہ نے موبائل پر آئی ای میل چیک کرتے کہا تھا۔

"اور باقی سب مطلب آغا جان اور ان کی فیملی اور راحیلہ ماما کیا وہ لوگ نہیں آ رہے؟" ائزل نے باقی سب کے متعلق دریافت کیا تھا۔

"نہیں آغا جان، اپنے بیٹے اور پوتے بہو کے ساتھ دو دن کے لیے اسلام آباد والی سائیڈ پر تفریح کے لیے جا رہے ہیں۔ سندس کو بہت مشکل سے انہوں نے بی جان کے ساتھ جانے کی اجازت دی ہے۔ اور باقی رہ گئے بڑے بابا اور ماما لوگ تو

گھر میں بھی کسی نا کسی نے رہنا ہے اس لیے وہ لوگ نہیں آرہے" حمزہ نے یہ کہتے ہی آئزل کے ہاتھ سے پرنیاں کو لیا تھا۔

میری بیٹی تو یہاں آتے ہی بابا کو بھول گئی ہے۔ ماما کی طرح بہت بے وفا نکلی ہو بھئ" حمزہ پرنیاں کو گدگداتے مصنوعی آہ بھرتے بولا تھا۔

ترچھی نظریں آئزل پر تھی۔ جو چھوٹی آنکھیں کیے اسے گھور رہی تھی۔

بس بس زیادہ شکوہ مت کریں دو دن کے لیے تو آپ یہاں لائیں ہیں۔ اب کیا" میں سب کے ساتھ وقت گزارنے کی بجائے یہاں بھی آپکے پاس بیٹھی رہو۔ حد ہے بھئ پھر لانا ہی نہیں تھا۔ کیوں پرنیاں ماما ٹھیک کہہ رہی ہیں نا میرا بچہ" آئزل نے ایک ادا سے کہتے اپنی بیٹی کے پیارے پیارے نرم گالوں پر پیار کیا تھا۔

"ہائے ظالم آپ کیا جانیں یہ کمبخت دل تو چاہتا ہے کہ آپ یونہی سامنے بیٹھی رہیں۔" آئزل کی کمر میں ہاتھ ڈالتے حمزہ آئزل کو قریب کرتے بڑبڑایا تھا۔

آئزل کا دل دھڑکا اٹھا تھا۔

"یہ کوئی وقت ہے رومینس جھاڑنے کا" آئزل اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے حمزہ کو گھور کر بولی تھی۔

حمزہ نے جھک کر ان آنکھوں کو چھو لیا تھا۔

"بیگم رات کو تم قریب نہیں آتی دن میں جان چھڑاتی پھر رہی ہو۔ لگتا ہے مجھے اپنے لیے دوسری بیوی کا انتظام جلد از جلد کرنا پڑے گا۔ آخر تم بھی تو یہی چاہتی ہو۔" حمزہ نے آئزل کو دور کرتے اس کی دھکتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا۔

آئزل نے تڑپ کر لب بھینچے تھے۔ کیونکہ یہ قصہ اسی نے شروع کیا تھا، اب بھگتنا تو پڑنا ہی تھا۔

لیکن نہیں اب وہ یہ معاملہ ختم کرنا چاہتی تھی۔

"حمزہ سنیں مجھے آپ سے کہنا تھا کہ ۔۔۔"آئزل نے بات کا آغاز کیا تھا کہ
دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

"آئزل باجی وہ سیرت بیگم صاحبہ کہہ رہی ہیں کہ رومان باجی کو پالر لے جائیں۔
مہندی کے لیے وقت کم رہ گیا ہے۔"ملازمہ نے باہر سے پیغام پہنچایا تھا۔

آئزل دل نخواستہ بات کو کسی اور وقت پر کرنے کا ٹالتی چیزیں اکٹھی کرتی اٹھی
تھی۔پرنیاں کو بھی اس نے ساتھ ہی لے کر جانا تھا۔تو اس کی چیزیں اکٹھی
کرتے وہ باہر کی جانب بڑھی تھی۔

@@@@@

"سامنے والا محبوب بھی ہو اور ظالم اتنا سجدھج کر حسن کے تمام ہتھیاروں سے
لیس ہو کر آجائے تو کمبخت نظر تو ٹھہر ہی جاتی ہے۔"رومان کو اسٹیج پر لاتی آئزل
پر حمزہ کی ٹھہرتی نظریں دیکھ کر سندس شرارت سے گن گنائی تھی۔

تم لوگ کب آئے؟"اپنی جھنپ مٹاتے حمزہ نے چونک کر پوچھا تھا۔"

"ہائے حمزہ قسم سے یوں شرماتے بہت پیارے لگ رہے ہو۔ قسم سے تمہاری بیوی مجھے یوں مارنے والی نظروں سے نہ دیکھ رہی ہوتی تو شاید تمہیں میں سچ میں پرپوز کر دیتی"سندس کھلکھلا کر بولی تھی۔

حمزہ نے سندس کی کہنے پر آئزل کی جانب دیکھا تو وہ جلدی سے نظریں پھیر گئی۔ حمزہ کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ بکھری تھی۔

"نکمی لڑکی میری بیگم کو کھل کر شادی انجوائے کرنے دو۔ یہ بتاؤ تم لوگ کب آئے اور باقی سب کہاں ہیں؟"حمزہ نے سندس کے سر پر چت لگاتے کہا تھا۔

ہاہاہااو کے جناب ! ہم لوگ بس چند لمحے پہلے ہی آئیں ہیں۔بی جان بڑوں سے "
مل رہی ہیں۔اور افراح، سعد اور احمرا سٹیج پر پہنچ چکے ہیں۔"سندس نے افراح
لوگوں کی جانب اشارہ کیا تھا۔

مہندی کی رسم اس وقت اپنے عروج پر تھی۔رومان نے سبز رنگ کا لہنگا اور
اورنج کرتی پہنی تھی۔ مہندی کی دلہن بنی وہ خوب جچ رہی تھی۔
مہندی رنگ کی شرٹ اور سفید شلوار میں سائم بھی خوبرو لگ رہا تھا۔
ہر طرف رنگ و بو کا سیلاب امڈ آیا ہوا تھا۔سب لوگ تیار شیار خوبصورت لگ
رہے تھے۔

ایسے میں سائم کی طرح مہندی رنگ کے کرتے،اور سفید شلوار پر مہندی رنگ
واسکٹ پہنے ہمارے خوبرو شہزادہ حمزہ کی نظریں تو صرف اپنی شہزادی پر ہی
تھی۔جو سبز رنگ کے شرارا کرتی میں فل میک اپ کے ساتھ حمزہ کے دل کے
تار چھیڑ رہی تھی۔

"حمزہ تم بھی میری دوستی کو کیا یاد رکھو گے چلو تم پر آج ایک احسان کرتی ہوں۔" سندس حمزہ کے کان میں بڑبڑاتے اسٹیج کی جانب گئی تھی۔
جہاں رسم حنا شروع ہو چکی تھی۔

"السلام و علیکم آئزل یار بہت پیاری لگ رہی ہو" سندس آئزل کے گلے لگتے بولی تھی۔

"تم بھی بہت پیاری لگ رہی ہو۔بی جان کہاں ہے ؟میں ان سے نہیں ملی کیا وہ بھی آئیں ہیں؟" یہ آئزل ہی جانتی تھی کہ سندس سے بات کرنے کے لیے وہ کس طرح کھینچ کھانچ کر اپنے چہرہ پر مسکراہٹ لائی تھی۔

وہ تو بڑوں سے مل رہی تھی۔ وہی کہی ہوں گی۔ ابھی تو تم پرنیاں کو لے کر جاؤ" حمزہ پرنیاں کو کب سے مس کر رہا تھا۔" سندس کی بات پر آئزل نے پرنیاں کو اسکی طرف بڑھاتے کہا تھا۔

یہ لو تم دے آؤ۔ ویسے بھی انہوں نے پرنیاں کو بلایا ہے۔ پرنیاں کی ماما کو" نہیں" آئزل کے لہجے سے جیلسی صاف محسوس ہو رہی تھی۔

سندس نے بہت مشکل سے قہقہ کا گلا گھونٹا تھا۔

آئزل بھئی میں نے رسم کرنی ہے۔ بہت شوق ہے مجھے فیصل آباد کی شادی" دیکھنے کا۔۔۔ تم خود چلی جاؤ نان" صاف انکار کرتی سندس رومان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

@@@@@

یہ لیں ملیں بیٹی سے برسوں سے اداس جو بیٹھے تھے۔"لٹھ مار انداز میں آئزل" نے حمزہ کو پرنیاں پکڑاتے کیا تھا۔

ماشاءاللہ میری گڑیا تو اپنی ماما سے بھی زیادہ پیاری لگ رہی ہے۔"حمزہ نے" پرنیاں کے گال پر بوسہ دیتے آئزل پر لفظوں کا تیر چلایا تھا۔

ہاں اب پرنیاں کی ماما کیوں اچھی لگنی ہے آپکو آخر اس سے اچھی جو مل گئی ہے۔" "آئزل تڑخ کر بولی تھی۔

نشانہ سیدھا نقطہ پر لگا تھا۔

کیا مطلب بیگم؟"حمزہ نے معصومیت سے پوچھا تھا۔"

ساری معصومیت تو اس وقت اس شرارتی شہزادہ پر آکر ختم ہوتی تھی۔

کچھ نہیں،اور ویسے یہ کیا ابھی سندس سے مسکراتے ہوئے باتیں کر رہے" تھے۔سب دیکھتے تو کیا سوچتے؟ ذرا شرم لحاظ نہیں ہے آپ میں"آئزل نے حمزہ کو لتاڑا تھا۔

شرم کیسی بیگم وہ میری ہونے والی بیوی ہے. آخر تم نے ہی تو چنا ہے اسے تو اب" یہ غصہ کیوں ہو رہی ہو؟"حمزہ نے آئزل کے لبوں سے اقرار سننا چاہا تھا۔

لیکن۔۔"حمزہ کی آنکھوں میں دیکھتی آئزل اٹکی تھی۔"

لیکن کیا بیگم؟"حمزہ نے آئزل کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے قریب کیا تھا۔"

اس وقت وہ لان کے قدرے تاریخ اور خاموش حصہ میں کھڑے ایک دوسرے دھڑکنوں کا ردھم سن رہے تھے۔

اس شہزادہ کی ہر سماعت اپنی بیگم کے لبوں سے اقرار کے ان چند موتیوں کو سننے کو بے تاب تھی۔

مگر شاید ابھی وقت مناسب نہیں تھا۔اسی لیے کسی نے آئزل کو پکارا تھا۔

مجھے سب بلا رہے ہیں."آئزل نے نظریں چراتے کہا تھا۔"

محبوب خوبصورت ہو تو قسم سے جان لیوا ہوتا ہے۔آج لگتا ہے آپ اپنے شوہر" کو گھائل کرنے کا ارادہ لیے گھوم رہی ہیں۔ خیر جائیں معاف کیا سب بلا رہے ہیں۔"حمزہ آئزل کی پیشانی کو شدت سے چھوتے اس سے دور ہٹا تھا۔

آئزل اپنی حالت سنبھالتی منٹوں میں وہاں سے غائب ہوئی تھی۔

@@@@

رات گئے مہندی کا فنکشن ختم ہوا تو ساری نوجوان نسل لان میں کرسیاں رکھے اپنی محفل جما کر بیٹھ گئ تھی۔ گیٹار ہمارے احمر میاں نے پکڑا ہوا تھا۔ اور لگے ہوئے تھے اپنی بے سر آواز کے جادو بکھیرنے

احمر میں یہاں بھی تمہاری بے سری آواز سننے کے لیے نہیں ائی، یہ گیٹار سائم " بھائ کو دو۔ ان کی شادی ہے ان سے تو کچھ سننا بنتا ہے۔ "افراح نے احمر کو گھر کا تو سب ہنس پڑے تھے۔

جانان ساری زندگی سننا تو اس بے سرے کو ہی ہے۔ ابھی کرلو جتنا نخرہ کرنا ہے " "احمر منہ بسورتا اٹھا تھا۔

خوابوں میں جاناں "افراح نے آنکھ مار کر اسے چڑاتے ہوئے کہا تھا۔ " محفل ایک بار پھر کھلکھلا اٹھی تھی۔

سائم یادر رومان بھابھی کی شان میں کچھ دو الفاظ ہو جائے" سعد نے احمر سے لے کر سائم کو گیٹار پکڑاتے کہا تھا۔

گیٹار بجانا نہیں آتا مجھے اس لیے یہ اپنے پاس رکھو ہاں آج کی بیت بازی کا آغاز" میں ضرور کر سکتا ہوں۔اگر آپ سب کی اجازت ہو تو"سائم نے گیٹار واپس پکڑاتے کہا تھا۔

جی جی ارشاد ارشاد" دائم اور احمر ایک ساتھ بولے تھے۔"

سائم کی نظریں رومان کی جانب اٹھی تھی۔جو آج کل اس کے حواسوں پر پوری پوری چھائی کوئی تھی۔ نجانے کتنی شدت سے سامنے بیٹھے اس معصوم سی لڑکی نے اسے اپنے رب سے مانگا تھا کہ سائم ابرار محبت کے ایک وار میں ہی گھائل گیا تھا۔

کہی پڑھا ایک بے ساختہ شعر اسے یاد آیا تھا۔

تیری چاہت ہے خواب پاکیزہ"
" اک عبادت جو باوضو ہو گی

سائم کے شعر پر رومان کی بے ساختہ نظریں اسکی جانب اٹھی تھی۔ جن میں ایسے نئے اور خوبصورت جذبات ہلکورے لے رہے تھے کہ رومان گھبرا کر نظریں پھیر گئی تھی۔

کئ منچلوں نے انہیں دیکھتے خوب شور کیا تھا۔

واہ واہ سائم لالا کمال کر دیا، اب آگے کس کی باری اااااااہاں اب حمزہ لالا آپکی" باری "افراح نے کھڑے ہو کر داد دیتے ساتھ نظریں دوڑا کر لان میں اگلا امیدوار ڈھونڈا تھا۔

میں ایک بیٹی کا باپ ہو کر یہ سب سناتا اچھا لگا گا۔مجھے تو باز ہی رکھو تم لوگ اس "
پروگرام سے "حمزہ نے پہلو بچانا چاہا تھا۔

لالا کیا ہے یار بڈھے تھوڑی ہوئے ہیں۔پلیز سنادیں ناں "افراح نے چڑتے "
ہوئے کہا تھا۔حمزہ ٹس سے مس نہ ہوا تھا۔

آئزل آپی آپ کہیں ناں "افراح نے آئزل کی سفارش ڈلوانی چاہی تھی۔ "

پلیز سنادیں ناں "آئزل خود بھی اس سے کچھ سننا چاہتی تھی۔"
حمزہ جو ائزل کی فرمائش کا ہی تمنائی بیٹھا تھا۔
آئزل کی آنکھوں میں دیکھتے گھمبیر لہجے میں اس نے اپنا حال دل مقابل تک
پہنچانا شروع کیا تھا۔

قربت بھی نہیں دل سے اتر بھی نہیں جاتا"

وہ شخص کوئی فیصلہ کر بھی نہیں جاتا

آنکھیں ہیں کہ خالی نہیں رہتی ہیں لہو سے
اور زخم جدائی ہے کہ بھر بھی نہیں جاتا

وہ راحت جاں ہے مگر اس در بدری میں
ایسا ہے کہ اب دھیان ادھر بھی نہیں جاتا

ہم دوہری اذیت کے گرفتار مسافر
پاؤں بھی ہیں شل شوق سفر بھی نہیں جاتا

دل کو تری چاہت پہ بھروسہ بھی بہت ہے
اور تجھ سے بچھڑ جانے کا ڈر بھی نہیں جاتا

پاگل ہوئے جاتے ہو فراز اُس سے ملے کیا
" اتنی سی خوشی سے کوئی مر بھی نہیں جاتا

حمزہ کی گھمبیر لہجے میں پڑھی گئی غزل کے تقاضے کوئی سمجھا ہو یا ناں سمجھا ہو آئزل ضرور سمجھ گئی تھی۔

واہ واہ لالا آپ تو کافی رومینٹ شاعر ٹائپ بندے نکلے ہیں, ویسے آئزل بھابھی" اب آپ کا جواب دینا بھی تو بنتا ہے "احمر کی شرارت پر سب نے اس کا ساتھ دیا تھا۔

آئزل نے تو ابھی خود سے مکمل طور پر اظہار نہیں کیا تھا، کجاکہ سب کے سامنے کہنا۔ وہ اچھی مصیبت میں پھنسی تھی۔
آئزل نے حمزہ کی جانب معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے سفارش کے لیے دیکھا تھا۔

"بس بھئی بس کوئی میری بیگم کو تنگ نہیں کرے گا۔ میں نے تم لوگ کو غزل سنا دی ہے تو یہی غنیمت جانو۔ اب بس ہم لوگ جا رہے ہیں آرام کرنے۔ تم لوگ بھی اٹھ جاؤ، کل دن کا فنکشن ہے۔ تو صبح صبح جلدی اٹھنا بھی ہے۔" حمزہ نے ائزل کا ہاتھ پکڑتے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔

سب لوگوں نے احتجاج کیا تھا۔

"حمزہ لالا آپ تو اعلی درجے کے زن مرید ہے۔ ایک دن میں بھی آپکی طرح بنو گا۔" احمر نے حمزہ کو چھیڑتے کہا تھا۔ مقصد حمزہ کو چڑانا تھا۔

"ان شاءاللہ تو مجھ سے بھی بڑا زن مرید بنے گا میرے بھائی" مگر اس بار الٹا ہوا تھا۔ حمزہ کے پلٹ کر دیے گئے جواب پر سب کے قہقہ بلند ہوئے تھے۔

سب سے بلند قہقہ افراح کا تھا۔ احمر جل اٹھا تھا۔

@@@@

تاروں سے بھری اس حسین کی شام میں، رونقوں، گیت نگاڑوں اور خوشیوں کے بیچ رومان مسز سائم فاروقی کے ساتھ رخصت ہو کر آگئی تھی۔ بظاہر دیکھنے میں تو صرف ایک کمرے کا فرق آیا تھا۔ مگر یہ ایک فرق بہت کچھ بدل گیا تھا۔

سجے سجائے اس کمرے میں بیڈ پر بیٹھی رومان (جو سرخ رنگ کے برائیڈل ڈریس میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی) کے ہاتھوں میں نروس نیس سے پسینہ آگیا تھا۔ آنے والے لمحات کے متعلق وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ پر پھر بھی خدشات لمحہ بالمحہ دماغ میں آئے جا رہے تھے

پچھلے کچھ سال جو سائم کا اس سے سخت رویہ تھا۔ پھر اچنک سے پچھلے چند دنوں میں آیا بدلاؤ یہ سب کچھ رومان کے ذہن میں گڈمڈ ہو رہا تھا۔

وہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ اسے خوش ہونا چاہیے یا پھر ڈرنا چاہیے۔ انہی سوچوں میں گم تھی کہ اسے باہر سے لڑکیوں کی آوازیں آئی تھی۔ جو شاید سائم کو گھیرے کھڑی تھی۔

"سائم بھائی کمرے میں جانے کے پیسہ لگے گے۔ اس لیے جلدی سے میری ہتھیلی گرم کر دیں۔ ورنہ ساری رات یہی کھڑے رہیے گا۔" آئزل نے سائم کے سامنے ہاتھ پھیلاتے کہا تھا۔

"آئزل ابھی اسٹیج پر تم نے مریم کے ساتھ مل کر مجھے لوٹا ہے اب حیاء کے ساتھ ملکر مجھ غریب کو کنگلا کرنے کا ارادہ ہے کیا۔ بہنیں تو بھائیوں کا خیال کرتی ہے۔ میری لاڈلی بہنوں پلیز مجھے اندر جانے دو۔" سائم نے معصومیت سے کہا تھا۔

"نہیں سائم بھائی آج کہ دن ہم بہنیں بالکل خیال نہیں کریں گی۔بھائیوں کی شادی روز روز تھوڑی ہوتی ہے۔اتنے مشکل سے تو موقع ملتا ہے۔" حیاء آئزل کو نرم پڑتے دیکھ میدان میں اتری تھی۔

"چھوٹی لڑکی تمہاری بھی بہت زبان چلتی ہے۔میں تو تمہیں معصوم سمجھا تھا۔" حمزہ کے ساتھ سائم کی مدد کو آتے احمر نے حیرت سے کہا تھا۔

"مانا کہانی میں میرا زیادہ تر خاموش کردار تھا۔لیکن بھئی میری بھی کوئی فیلنگز ہے۔میں بھی بول سکتی ہوں۔لیکن آپ مجھ پر دھیان دینے کی بجائے اپنی چڑیل پر دھیان دیں۔اور سائم بھائی آپ جلدی سے پیسے نکالیں۔" حیاء کی بات پر سب کھلکھلائے تھے۔

سائم نے ہار مانتے رقم پوچھی تھی۔

ڈھیڑ لاکھ "آئزل اور حیاء ایک ساتھ بولی تھی۔"

توبہ ہے میری بہنوں تم لوگوں کا بھائی اتنا کوئی رئیس زادہ نہیں ہے۔ کچھ تو رحم کرو" سائم صدمہ سے بولا تھا۔

نہیں نہ ایک پیسہ کم اور نہ ایک پیسہ زیادہ ہمیں اتنے ہی چاہیے۔ "آئزل نے احتجاج بلند کیا تھا۔

حمزہ لالے تو اپنی بیگم کو قابو کر یار پھر حیاء کو ٹر کھانا میرے لیے آسان ہو جائے گا۔" سائم حمزہ کے قریب ہوتے پھسپھسایہ تھا۔

سائم کی حالت پر سب نے ہونٹ دباتے مسکراہٹ کو روکا تھا۔

یہ کیا پٹیاں پڑھا رہے ہیں آپ میرے میاں کو؟" آئزل سائم کو گھورتے ہوئے بولی تھی۔

بیگم جان یہ کچھ نہیں کہہ رہا۔ادھر آؤ تم میرے پاس جتنے پیسے چاہیے میں اپنی" جان کو دوں گا۔" سائم پر ترس کھاتے حمزہ نے آیزل کو دروازے سے ہٹاتے اپنے قریب کیا تھا۔

حمزہ کے رومینٹک انداز پر سب نے ہوٹنگ کی تھی۔
موقع کا فائدہ اٹھاتے سائم تیزی سے دروازے کے اندر داخل ہوا تھا۔

سائم بھائی یہ غلط ہے۔" حیاء اور آئزل پھر سے ایک ساتھ چیخی تھی۔"

اچھا میری بہنوں یہ لو میرا وائلٹ اس میں ایک اے ٹی ایم ہے۔اس میں جتنی" بھی رقم ہے وہ سب تمہاری" سائم نے اپنی جیب سے پرس نکالتے حیاء کی طرف بڑھایا تھا۔جو خوشی سے جھوم اٹھی تھیں

ان سب سے جان کھلاسی ہونے پر وہ شکر ادا کرتا دروازہ بند کرتا مڑا تھا۔

روماں کے سجے دھجے روپ کو دیکھتے وہ مسمسرائزسہ چلتا اس کے قریب بیٹھا تھا۔

"بیوی یار تم پہلے ہی اتنی پیاری تھی یا آج میک اپ والی نے کچھ زیادہ ہی کمال کر دیا ہے۔" روماں کو ہلکا پھلکا کرنے کی خاطر سائم اس کا ہاتھ پکڑ کر شرارت سے بولا تھا۔

روماں نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"کیا میری شکل میں کوئ جن نظر آرہا ہے بیوی یار جو اتنے حیرت انگیز طور پر دیکھ رہی ہو۔" سائم روماں کے قریب ہوتے آنکھ مار کر بولا تھا۔

جن کا تو پتہ نہیں مگر ایک الگ سہ انسان ضرور نظر آرہا ہے۔ جس سے میں آج تک شاید متعارف نہیں ہوئی" رومان نے کھوئے کھوئے انداز میں سائم کے چہرے پر ہاتھ رکھا تھا۔

یہ شخص پہلے نظر بھی کیسے آتا، اس کے وجود پر میں نے اپنی بدگمانی کی پٹی باندھی ہوئی تھی۔" سائم نے رومان کے ہاتھوں کو لبوں سے لگایا تھا۔
تو کیا آج اس شخص کے دل میں کوئی بدگمانی نہی؟" رومان نے ٹرانس کی کیفیت میں پوچھا تھا۔
نہیں آج یہ سائم ابرار پورے دل سے، سچی محبت کے ساتھ تمہاری طرف بڑھا ہے، آج اس کے دل میں صرف رومان ابرار فاروقی کے لیے محبت ہی محبت ہے۔" سائم کا پہلا اعتراف محبت تھا۔ جو رومان کے خوار وجود پر ٹھنڈی برسات کی مانند برسا تھا۔
آنسوں خود با خود رومان کی آنکھوں سے بہنا شروع ہو گئے تھے۔
سائم نے بہت محبت سے ان آنسوں کو چنا تھا۔

کچھ دن پہلے جن آنکھوں میں بدگمانی تھی وہاں اچانک سے محبت کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟" رومان کا دل بے یقینی کی لہر میں تھا۔

"ہاں مانتا ہوں سالوں میں نے اپنے دل اور آنکھوں پر بدگمانی کی تہہ بیٹھائی رکھی ہے۔ لیکن جانتی ہوں۔ محبت تو اس لمحہ سے موجود ہے جس لمحہ میں سب کے سامنے تمہیں اپنی ذوجیت میں لیا تھا۔" سائم دھیمے سے مسکرایا تھا۔

"مگر وہ ایک انوکھا احساس جو چاچا جان کے سمجھانے کے بعد میرا دل پیدا ہوا تھا وہ اسی وقت دب گیا تھا جب تم نے دادا حضور کے سامنے اسٹینڈ لیا تھا۔ آج سوچا تو احساس ہوتا ہے اس وقت تم ٹھیک تھی اور ہم سب غلط تھے۔ مگر ہم نے پھر بھی تمہارے ساتھ برا کیا تھا۔ ہمیں معاف کردو رومان خاص کر مجھے میں تو اتنے عرصے تمہیں اذیت دی ہے۔ تم پر طنز کے تیر برسائے ہیں۔ میں معاشرہ کا وہ روایتی مرد بن گیا تھا جو اپنی غلطی کو تسلیم نہیں کرتا مگر عورت پر ہر پابندی لگاتا ہے۔ سوری بہت چھوٹا لفظ ہے تمہارے خساروں پر مگر پھر بھی میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔" سائم نے ہاتھ جوڑنے چاہے تھے۔

رومان نے تڑپ کر سائم کے ہاتھ پکڑے تھے۔

میں نے آپکو معاف کیا سائم "رومان نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔"

بس بیوی جتنا رونا تم تو لیا، میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ رب نے مجھے جتنی" زندگی دی اس میں اپنی طرف سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔" سائم نے رومان کے ماتھے پر بوسہ دیتے سچے دل سے کہا تھا۔

تمہاری منہ دیکھائی کے لیے میں نے بہت سوچا کہ تمہیں کیا تحفہ دوں؟ کبھی" سوچا کہ انگوٹھی دیتا ہوں، پھر سوچا نہیں وہ عام سی چیز ہے میری خاص بیوی کے لیے کچھ خاص ہونا چاہا پھر سوچا کہ پینڈنٹ دیتا ہوں تو خیال آیا نہیں یہ بھی نہیں پھر ایک جگہ پڑھا شعر یاد آیا کہ

کاش میں تیرے حسین ہاتھ کا کنگن ہوتا

تو بڑے مان سے بڑے پیار سے بڑے چاؤ کے ساتھ

اپنی نازک سی کلائی میں سجاتی مجھ کو

اور بے تابی سے فرقت کے خزاں لمحوں میں

تو کسی سوچ میں ڈوبی جو گھماتی مجھ کو

میں تیرے ہاتھ کی خوشبوؤں سے مہک سا جاتا

جب کبھی نیندوں کے سفر پر جاتی

مرمریں ہاتھ کا اک تکیہ بنایا کرتی

میں تیرے کان سے لگ کر کئی باتیں کرتا

تیری زلفوں کو تیرے گال کو چوما کرتا

جب کبھی بند قبا کھولنے لگتی جانا

اپنی آنکھوں کو تیرے حسن سے خیراں کرتا

مجھ کو بے تاب سا رکھتا تیری چاہت کا مزہ

میں تیرے جسم کے آنگن میں کھنکتا رہتا

کچھ نہیں تو یہی بے نام سا بندھن ہوتا

کاش میں تیرے حسین ہاتھ کا کنگن ہوتا

تو بس پھر میں نے تمہارے یہ خوبصورت سہ کنگن لے لیا۔امید ہے کہ یہ تحفہ میری بیوی کو پسند آئے گا۔"سائم نے رومان کے ہاتھوں میں سونے کے دو خوبصورت کنگن پہنائے تھے۔

شکریہ بہت خوبصورت ہیں"رومان نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔اسے کنگن" بہت پسند آئے تھے۔

جانتی ہو جب سے تمہارا وہ اظہارے محبت سنا ہے۔۔۔"سائم کی بات کو" درمیان میں کاٹتے رومان تیزی سے بولی تھی۔
"میں نے کب کیا اظہارے محبت"
ہاہاہا بیوی یار حیران مت ہو۔آئزل کے ولیمہ کی رات جب تم حمزہ سے بات کر" رہی تھی۔تب سن لیا تھا میں نے"سائم نے شرارت سے رومان کو چھیڑا تھا۔
جو جھنپ سی گئی تھی۔

شرم نہیں آتی کسی کی باتیں چوری چھپے سنتے ہوئے" رومان شرمائے لجھائے لہجے میں بولی تھی۔

نہیں بالکل نہیں ویسے سوچو اچھا ہی ہے ناں کہ میں تم لوگوں کی باتیں سن لیں اور تمہاری محبت کے اظہار نے میری محبت کو بیدار کیا اور بدگمانی کی تہہ ہٹ گی "

تو کیا آگر اپ وہ باتیں نہ سنتے تو کیا ہمارا رشتہ ہمیشہ ہی ایسے رہنا تھا؟" رومان " نے نا روٹھے لہجے میں پوچھا تھا۔

یہ اعزاز بھی اس خوبصورت شخص کو جاتا تھا۔ جس نے رومان کی بے چینی کو اس قدر کم کر دیا تھا کہ وہ اب بہت کھول کر بات کر رہی تھی۔

نہیں کیونکہ میرا ماننا ہے کہ پھر اللہ نے ہمارے ملنے لیے کچھ اور راستہ تیار رکھنا" تھا۔ تو اس لیے چلو اس رب کی طرف سی دی گئی اس خوبصورت زندگی کا آغاز ہم اس کا شکریہ ادا کر کے کرتے ہیں۔" سائم کی بات پر رومان متفق ہوئی تھی۔

انہوں نے رب کے حضور سجدہ شکر ادا کیا تھا۔اور ایک حسین زندگی کا آغاز ہوا تھا۔ جس میں سائم اور رومان کے لیے خوشیاں ہی خوشیاں تھی۔

@@@@@

بیگم جب سے کمرے میں آئی ہو غصہ سے گھوری جا رہی ہو۔ قسم سے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ کہتی ہو تو باہر چلا جاتا ہوں۔ نظروں سے نگلو تو مت "حمزہ جب سے آئزل کو سائم کے کہنے پر وہاں سے لایا تھا۔

تب سے محترمہ اس شریف النفس انسان کو گھورے جا رہی تھی۔

اتنے معصوم ہیں نہیں جتنے بنتے ہیں۔"آئزل تڑخ کر بولی تھی۔"

اب میں نے کیا ہے بیگم ؟"مقابل کے چہرے پر ابھی بھی معصومیت کے ایسے" تاثرات تھے جیسے ان سے زیادہ شریف تو آج تک کسی نے دیکھا نہیں تھا۔

کیا ضرورت تھی آپکو سائم کا ساتھ دینے کی ؟ بھئی بہنوں کو ایک ہی موقع تو ملتا" ہے بھائیوں کو اچھے سے تنگ کرنے کا، آپ اس میں بھی دوست کے ساتھی بن

کر اتر پڑے۔ آپکو تو میرا ساتھ دینا چاہیے تھا۔ میں نہیں بولتی آپ سے" آئزل نے منہ بسورتے کہا تھا۔

ہاہاہا بیگم یار سچ میں یوں روٹھی ہوئی بہت پیاری لگ رہی ہو۔" حمزہ کو آئزل پر" ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔ اس لیے اسے اپنے قریب کرتے بولا تھا۔

آپ بے شرم بھی حد سے ہیں۔ سب کے سامنے ہی اظہارِ محبت کرنے لگتے" ہیں" ایک اور اعتراض آیا تھا۔

بیگم یہ اعتراض بالکل غلط ہے کیونکہ بیوی سے سب کے سامنے محبت کا اظہار" سنت نبوی ہے۔ اس لیے چاہے کوئی زن مرید کہے، یا کوئی مجھے بے شرم سمجھے میں اسے کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔" حمزہ نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

آئزل نے نرم نظروں سے اپنے ساتھ بیٹھے خوبرو شخص کو دیکھا تھا۔ حمزہ کے بٹنوں پر ہاتھ پھیرتے آئزل نے کسی سوچ کے آتے اسے آہستہ آواز میں پکارا تھا۔

" حمزہ"

جی حمزہ کی جان" حمزہ کا رواں رواں سامع بنا تھا۔"

حمزہ آپ پلیز دوسری شادی کا ارادہ کینسل کر دیں" بہت پیار سے گذارش کی" گئی تھی۔

لیکن کیوں بیگم ؟دوسری شادی تو آپ کی ہی خواہش تھی ناں "حمزہ کی آنکھیں" آئزل کی گزارش پر چمکنے لگی تھی۔

میں بہت پاگل، جھلی، کملی ہوں حمزہ میں نے بہت غلط فیصلہ کیا ہے۔میں" سندس کو منع کر دوں گی لیکن پلیز آپ مجھے معاف کر دیں اور دوسری شادی کا خیال دل سے نکال دیں" آئزل تو آج مدع جیت لینا چاہتی تھی۔

مگر ہائے رے افسوس اس نادان پر جو یہ نہیں جانتی تھی کہ مدع تو کیا وہ تو مقابل کو کب کا زیر کر چکی تھی۔

آئزل مجھے خوشی ہے کہ تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہے۔اور میں تمہیں معاف" بھی کرتا ہوں لیکن تمہاری ایک بات ٹھیک تھی آئزل جب تم مجھے کوئ خوشی نہیں دے سکتی تو مجھے بھی تو اپنی خوشی و سکون کا خیال خود ہی رکھنا پڑے گا ناں بیگم اس لیے دوسری شادی بہت ضروری ہے۔"حمزہ نے آئزل کے چہروں پر آئی آوارہ لٹوں کو انگلی کے گرد لپیٹے بچارگی سے کہا تھا۔

اقرار سنے بنا تو ماننے والا وہ بھی نہیں تھا۔

لیکن میں "آئزل کہتے کہتے جھجھکی تھی۔"

لیکن کیا آئزل "حمزہ کے لہجے میں بے قراری در آئی تھی۔"

حمزہ بھائی یہ پرنیاں سو گئی ہے۔بی جان نے بھیجا ہے۔۔۔"آئزل کے پچھ کہنے" سے پہلے افراح دھرم سے دروازہ کھولتی اندر آئی تھی۔

آئزل فوراً سے حمزہ سے دور ہٹا تھی۔ شرمندگی اتنی تھی کہ وہ فوراً سے واش روم میں بند ہو گئی تھی۔

شرم سے چہرہ تو افراح کا بھی سرخ کو گیا تھا۔اس لیے فوراً معذرت خواہ لہجے میں منمنائ تھی۔

سوری لالا میں نے تو دروازہ کھٹکھٹانے کے ارادے سے ہاتھ اٹھایا تھا۔ مگر وہ" کھول گیا تو میں اندر آگئی۔"افراح بچاری بس رونے والی ہوئی تھی۔

غلطی ہماری ہے ہمیں خیال رکھنا چاہیے تھا۔ تم جاؤ بچہ "حمزہ افراح سے پرنیاں" کو لیتے بولا تھا۔

افراح منٹوں میں غائب ہوئی تھی۔

اس کے جاتے ہی حمزہ شرارت سے واش روم کا دروازہ کھٹکھٹاتے بولا تھا۔

بیگم میں نے اس دفعہ دروازہ بہت دھیان سے بند کیا ہے۔آجاؤ وہی سے "

"کنٹینیو کرتے ہیں جہاں سے چھوڑا تھا۔

حمزہ کی بات پر آئزل اندر سے ہی چیخی تھی۔

بہت ہی بے شرم ہے آپ حمزہ میں بالکل بھی باہر نہیں آوں گی۔مجھے شرمندہ" کر دیا۔اب میں افراح سے نظریں کیسے ملاؤں گی"آئزل کی بات پر حمزہ نے قہقہہ لگایا تھا۔

بیگم حق حلال کی بیوی ہو یار تم،میرے بہن سمجھدار ہے وہ کچھ نہیں سوچے " گی،ویسے بڑے بڑے شہروں میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی رہتی ہیں"حمزہ آئزل کی حالت سے لطف لیتے خود ڈریسنگ روم میں چینج کرنے کے لیے بڑھا تھا۔

کیونکہ جانتا تھا اب اس کی معصوم بیگم اتنی جلدی تو واش روم سے نکلنے والی نہیں ہے۔

@@@@

"صبح صبح حمزہ کے کھلے کھلے چہرہ کو دیکھ کر سندس نے جملہ کسا تھا۔ آج تو کوئی بہت خوش لگ رہا ہے لگتا ہے کارون کا خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے۔"

"الحمدللہ بس اس رب کی کرم نوازی ہے۔ خیر یہ چھوڑو اور چلو آؤ تم بھی ساتھ فلحال میں بی جان کے ساتھ ایک اہم میشن پر جا رہا ہوں" حمزہ نے سندس کی بات کا مسکرا کر جواب دیا تھا۔
پھر اسے ساتھ گھسیٹتے ساتھ والے پورشن کی جانب چل دیا تھا۔

"پر میشن کیا ہے یہ بھی تو بتاؤ؟" حمزہ کے ساتھ اجمل صاحب کے پورشن میں داخل ہوتی سندس نے پوچھا تھا۔

"ابھی پتہ چل جائے گا۔ السلام وعلیکم اجمل چاچو" سندس کو جواب دینے کے ساتھ حمزہ نے سلام کیا تھا۔

بی جان پہلے ہی حال میں بیٹھی تھی۔ جو سیرت بیگم سے باتیں کر رہی تھی۔

وعلیکم السلام بچے آؤ بیٹھو۔ چائے پیو گے یا پھر ناشتہ کرو گے؟" حمزہ اجمل "صاحب کے قریب جاکر بیٹھا تھا۔

اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے انکل ابھی تو میں کسی اور مقصد کے تحت" یہاں آیا ہوں۔ یوں سمجھ لیں کہ بی جان کی طرف سے ایک سفارشی بن کر آیا ہوں۔" حمزہ نے خوشگوار لہجے میں کہتے ساتھ بی جان کو اشارہ کیا تھا۔

سیرت بیگم اور اجمل صاحب نے سوالیہ نظروں سے بی جان کو دیکھا تھا۔

سیرت بیٹا اصل میں شادی کی اس تقریب میں بچوں کے ساتھ یہاں آنے کا" میرا ایک خاص مقصد ہے۔ میں تمہاری چھوٹی بیٹی مریم کو اپنے گھر کی بیٹی بنانا چاہتی ہوں۔ میں اپنے سعد کے لیے تمہاری بیٹی کا ہاتھ مانگنے آئی ہوں۔" شفیق سی بی جان نے پر امید نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

اور اجمل چاچو سعد کی گرانٹی میں دینے کو تیار ہوں۔ وہ ایک سلجھا ہوا، شریف" اور پر خلوص شخص ہے۔ مریم مجھے بہنوں کی طرح عزیز ہے۔ میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ مریم وہاں بہت خوش رہے گی۔ آپ پلیز سعد کے لیے مریم کا

رشتہ قبول کرلیں۔" حمزہ صوفہ سے اٹھ کر اجمل صاحب کے قدموں میں آیا تھا۔

اپنے یار کے لیے وہ کسی بھی حد تک جانے کو تیار تھا۔ آج ہاں تو وہ کروا کر ہی اٹھنا چاہتا تھا۔

جی انٹی بی جان ٹھیک کہہ رہی ہے۔ راحیلہ آنٹی، سعد کے بابا سب بہت اچھے " ہیں۔ یقین کریں مریم وہاں بہت خوش رہے گی" سندس نے بھی سیرت بیگم سے التجاء کی تھی۔

تین لوگ ایک شخص کے لیے مدع لڑ رہے تھے۔

سیرت بیگم جو پہلے تو ورطہ حیرت میں مبتلا تھی، ہوش میں آتے خوشی سے کھنکتے لہجے میں بولی

بھئ آپ لوگوں کو اتنی گرانٹی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ سعد دیکھا بھالا لڑکا" ہے۔ مجھے تو یہ رشتہ دل و جان سے قبول ہے۔ کیوں اجمل صاحب آپ کیا کہتے ہیں۔" سیرت بیگم کی تو باچھیں کھل گئ تھی۔

بی جان سمیت سب کے چہروں پر مسکراہٹ کھل اٹھی تھی۔

"رشتہ تو مجھے بھی منظور ہے۔ لیکن میں پہلے اپنی بیٹی مریم سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ جیسے اسکی مرضی ہو گی۔ ویسا ہی میں جواب دوں گا۔ تب تک میں کوئی امید نہیں دے سکتا." سیرت بیگم کی بانسبت اجمل صاحب نے سوچ سمجھ کر جواب دیا تھا۔

جس پر سب متفق ہوئے تھے۔

"ٹھیک ہے بچے تم مریم بیٹے سے پوچھ لینا، سب ذرا جلدی کرنا۔ ہم چاہتے ہیں کل جانے سے پہلے ہم مریم بیٹی کو انگوٹھی پہنا کر ہی جائیں۔" بی جان کی خوشی ان کے لہجے سے جھلک رہی تھی۔

"ان شاءاللہ بی جان اگر اللہ نے چاہا تو یہ نیک فریضہ ہم کل ہی سرانجام دیں گے۔" سیرت بیگم نے امید پکڑائی تھی۔

سب کھل اٹھے تھے۔

@@@@@@@

حمزہ یار صبح سے شام ہو گئی ہے۔ لیکن ابھی تک انہوں نے جواب نہیں دیا مجھے "
ٹینشن ہو رہی ہے. اگر جو مریم نے انکار کر دیا تو؟" ٹینشن سے ادھر اُدھر گھومتے
سعد بے چینی سے مسلسل بول رہا تھا۔

ولیمہ کے لیے تیار ہوتے احمر اور حمزہ بہت مزہ سے اسکی حالت کا لطف لے رہے
تھے۔

تو کچھ نہیں سعد لالا ہم آپکے لیے دوسری لڑکی دیکھ لیں گے۔ آپکو کونسا"
لڑکیوں کی کمی ہے۔ یا دنیا میں لڑکیوں کا کال پر گیا ہے جو یوں ٹینشن لے رہے
ہیں۔ اس لیے فکر چھوڑیں اور ولیمہ میں جانے کے لیے تیار ہو جائیں" احمر نے
سعد کا کندھا تھپتھپاتے کہا تھا۔

بکواس بند کر احمر بڑوں کے معاملہ میں تو کچھ مت بول۔" سعد نے احمر کے سر"
پر تھپکی مارتے کہا تھا۔

اتنا بھی چھوٹا نہیں ہوں 23 سال کا ہونے والا ہوں۔ ہاں آپ بڑھے ہونگے "
ہیں تو وہ الگ بات ہے" احمر نے منہ بسورتے کہا تھا۔

حمزہ نے قہقہہ لگایا تھا۔

کیا یار حمزہ دیکھ میں نے تیرا کتنا ساتھ دیا ہے اب تو میری باری یوں کرے گا۔""

سعد چھوٹے بچوں کی طرح شکایتی انداز میں بولا تھا۔

نہیں بالکل نہیں میرے یار میری یہ جرت! قطعی نہیں۔ بل فرض اگر آج"

انکار بھی ہو گیا تو میں تیرے آنسوں اپنے ہاتھوں سے پونچھوں گا اور ایک نئ لڑکی

ڈھونڈوں گا۔"حمزہ نے اس قدر ہمدردی کے ساتھ کہا تھا کہ سعد کو چند منٹ بعد

جاکر اس کی سمجھ آئی تھی۔

حمزہ!!!"سعد زور سے چیخا تھا۔"

حمزہ اور احمر نے قہقہہ لگایا تھا۔

سعد یار ٹینشن کیوں لے رہے ہو۔ دیکھنا سب اچھا ہی ہو گا۔ چل تیار ہو جا۔""

حمزہ نے بل آخر سعد کی حالت پر رحم کھاتے اسے حوصلہ دیا تھا۔

ایک شرط پر تیار ہونگا پہلے تو فون کر کے اجمل انکل سے پوچھ"سعد کے رنگ"

بھی نرالے تھے۔

چھوٹے بچوں سے بد تر ہے تو خدا کرے مریم مان گئی ہو۔ ورنہ تو تو مجھے نا کوں"

چنے چبوانے والا ہے۔" حمزہ نے خفگی گھورا تھا۔

حمزہ نے اجمل صاحب کو فون ملایا تھا۔ جو تیسری دفعہ بلا آخر اٹھا لیا گیا تھا۔

ہاں ہیلو انکل وہ مجھے پوچھنا تھا کہ مریم نے کیا جواب دیا؟" حمزہ نے جھجھکتے"

ہوئے پوچھا تھا۔

دوسری طرف سے نجانے کیا جواب آیا تھا کہ حمزہ کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔ پھر کچھ

دیر بعد خاموشی سے اس نے فون بند کرتے سعد کو دیکھا تھا۔

اس پیارے سے شخص کا دل نجانے کیوں اندر سے بے چین سہ تھا۔

@@@@@@

میم آپکو لینے کے لیے آ گئے ہیں۔" ملازمہ نے پالر میں تیار ہو کر بیٹھی رومان کو"

آ کر اطلاع دی تھی۔

سنہرے رنگ کی شارٹ فراق کے ساتھ شرارہ میں ولیمہ کی دلھن بنی رومان انتہائی خوبصورت لگ رہی تھی۔

ملازمہ کی اطلاع پر حیاءاور آئزل رومان کو لیے باہر آئیں تھیں جہاں ایک گاڑی کے باہر سائم کھڑا تھااور دوسری گاڑی کے باہر دائم کھڑاان کاانتظار کر رہے تھے۔

رومان کو سائم کے حوالے کرتے حیاءاور آئزل دائم کے ساتھ چلی گئی تھی۔

سائم اور رومان نے ایک ساتھ حال میں داخل ہوناتھا۔

بہت خوبصورت لگ رہی ہیں مسسز" رومان کے ہاتھوں کو لبوں سے چھوتے" سائم نثار ہوا تھا۔

دونوں ایک ساتھ بہت خوش اور مطمئن لگ رہے تھے۔

محبت کو پالینے کی آسودگی دونوں کے چہروں سے جھلک رہی تھی۔

سائم رومان کو لیے شادی حال آیا تھا۔ جہاں پلین کے مطابق انہیں اوپر والے پورشن میں پہلے لایا گیا تھا۔
جہاں سے بادل کی طرح بنائ گئ اس پالکی کی مدد سے گانوں اور شور شرابہ کے دوران نیچے اتارا جانا تھا۔

سائم کیا ہم انسانوں کی طرح نہیں جا سکتے، یہ اوپر سے ضرور نیچے اترنا ہے۔""""
رومان نے جھنجھلا کر اتنی بار کی کہی بات ایک بار پھر سے کہی تھی۔
ریلیکس گہری سانس لو مسسز"" رومان کے ہاتھ پر دباؤ بڑھاتے سائم نے مسکرا " کر ہدایت دی تھی۔
وہاں موجود حال والوں کے ٹیم میمبر انہیں سیفٹی کے لیے بیلٹ لگا رہے تھے۔
میں عام انسان نہیں ہوں مسسز سائم ابرار، مجھے میری مسسز رومان ابرار نے " بہت خاص بنا دیا ہے اور ایسے لکی انسان کی انٹری آرام سے نہیں بلکہ تھوڑے بہت ایڈونچر کے ساتھ ہونی چاہیے مسسز سوبی ریلیکس یہ بہت کم ہائٹ ہے یار

ہم منٹوں میں نیچے پہنچ جائیں گے۔" سائم نے شرارت سے رومان کو چھیڑتے کہا تھا۔

رومان دھیرے سے ہنس دی تھی۔

"مسکے لگانا کوئی آپ سے سیکھے مسٹر سائم"

اس تعریف کے لیے شکریہ مسسز" سائم جھکتے ہوئے کورنش بجالایا تھا۔"

رومان کو لیے پالکی میں داخل ہوا تھا۔

ڈی جے نے فل والیم میں گانا چلایا تھا۔

اینا سونا کیوں رب نے بنایا

اینا سونا کیوں رب نے بنایا

اینا سونا کیوں رب نے بنایا

اینا سونا کیوں رب نے بنایا

آون جوان تے میں یارانومانون

آون جوان تے میں یارانومانون

اینا سونا، اینا سونا

اینا سونا او...

اینا سونا کیوں رب نے بنایا

اینا سونا او... اینا سونا او...

اینا سونا، اینا سونا...

کول ہووے تے سیکھ لگدا اے

دور جاوے تے دل جلدا اے

کہدی اگ نال رب نے بنایا

رب نے بنایا، رب نے بنایا

اینا سونا کیوں رب نے بنایا

اینا سونا کیوں رب نے بنایا

آون جوان تے میں یار انو مانون

آون جوان تے میں یار انو مانون۔

حال میں شور شرابہ اٹھا تھا۔ماحول بہت رومانی ہو گیا تھا۔نوجوان نسل نے ہوٹنگ کرتے محفل کی رونق کو دبلا کر دیا تھا۔

چہرے پر محبت کو پانے کی خوشی سجائے وہ شہزادہ شہزادی چلتے اسٹیج پر آئے تھے۔ سب نے اسٹیج پر جاتے ان کو مبارکباد دی تھی۔ سیلفیز اور تصویروں کا دور شور ہوا تو کافی دیر تک جاری رہا۔

کھانا کھاتے ہی اسٹیج پر عجیب سی کھلبلی مچی تھی۔

احمر تیزی سے اسٹیج سے اترا تھا۔

سعد لالا ادھر دیوداس بن کر کیوں بیٹھیں ہیں۔ جلدی اندر چلیں آئزل بھابھی" کے دادا حضور کو کچھ ہو گیا ہے۔"سعد جو ولیمہ کے وینیو تک تو زبردستی آگیا تھا۔ دور ایک کونے میں بیٹھا کانوں میں ہنڈ فری لگائے دکھی گانے سن رہا تھا۔احمر کی بات پر تیزی سے اٹھا تھا۔

کیا ہوا انہیں ؟ ابھی تو ٹھیک تھے۔" سعد نے حیرت سے پوچھا۔ "

پتہ نہیں اچانک ہی کچھ ہوا ہے۔ وہاں افراتفری مچ گئی ہے۔ حمزہ بھائی کو آپکی" ضرورت ہے جلدی آئیں۔" احمر کے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھی۔
سعد سچ میں بہت گھبرا گیا تھا۔
بڑے بڑے قدم اٹھاتا وہ حمزہ کے قریب پہنچا تھا۔ جو اسی کی طرف ارہا تھا۔

حمزہ یوں اچانک کیا ہوا انہیں ؟" سعد اسٹیج کی طرف دیکھتے پوچھا تھا۔ "

جہاں بہت سے لوگ جمع ہوئے ہوئے تھے۔
مجھے نہیں پتہ بس سائم اور رومان کو ملنے اسٹیج پر ائے تھے۔" حمزہ سعد کو" گھسیٹتے ہوئے بھیڑ سے گزرتے اسٹیج تک لایا تھا۔

جہاں الگ ہی ماحول بنا ہوا تھا۔

ایک طرف مولوی صاحب بیٹھے تھے اور گھونگھٹ میں ایک طرف کوئی لڑکی بیٹھی تھی۔

حمزہ نے سعد کو لڑکی کے ساتھ صوفہ پر بیٹھاتے کہا تھا۔

مولوی صاحب نکاح شروع کریں۔" حمزہ کی بات پر سعد نے ہونکوں کی طرح" اسے دیکھا تھا۔

یہ سب کیا ہے حمزہ؟ تم تو کچھ اور کہہ رہے تھے اور یہ کس کا نکاح ہو رہا ہے۔""" سعد اچھل کر کھڑا ہوا تھا۔

سب نے اپنی ہنسی دبائی تھی۔

تیرا اور کس کا نکاح سعد آغا، چل اب جلدی سے بیٹھ جا اس سے پہلے کے دلہن" انکار کرے" حمزہ نے سعد کو زبردستی بیٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

کیا بھئی میں کیوں نکاح کروں۔ نجانے کون لڑکی ہے؟ کس کو میرے پلے" باندھ رہے ہو۔ چھوڑو مجھے!" سعد تو تڑپ اٹھا تھا۔

احمر کا قہقہ کسی بھی وقت ابلنے کو بے تاب تھا۔

خبردار لڑکے تم ہماری بیٹی کی شان میں گستاخی کر رہے ہو۔" دادا حضور کڑک انداز میں بولے تھے۔

سعد نے ہونکوں کی طرح اسے دیکھا تھا۔

ساری سچویشن اس بچارے کی سمجھ سے باہر تھی۔

بی جان دیکھیں ان کو، یہ سب نجانے کیا کر رہے ہیں۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا" میں مریم سے محبت کرتا ہوں اسے سے شادی کروں گا۔ پلیز کچھ کریں ناں"

سعد گھبرا کر بی جان کی طرف ہوا تھا۔

سعد بیٹا تو خود ہی تو مانتا ہے کہ شادی سے پہلے کی محبت کچھ نہیں ہوتی تو میرا بچہ" اب چپ کر کے سائن کر دے۔ جہاں سب کہہ رہے ہیں۔" بی جان بھی سب کے ساتھ ملی ہوئی تھی۔

بی جان آپ جانتی ہیں تب مجھے مریم سے محبت کب ہوئی تھی۔ مجھے محبت پر" یقین ہی کب تھا۔ اسے لیے حمزہ سے ایک بار کہہ دیا تھا۔ اب سب کچھ جاننے کے بعد آپ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہیں۔" سعد نے اعتراف کیا تھا۔

گھونگھٹ کی اوٹھ میں بیٹھی اس لڑکی نے پہلی بار اس شہزادہ کو غور سے دیکھا تھا۔

جو اس سے محبت کا سب کے سامنے اعلان کر رہا تھا۔

شادی کے لیے ہاں تو اس نے اپنے ماں باپ کے کہنے پر کی تھی۔ مگر یوں اس دیوانہ کی اپنے لیے محبت دیکھ دل پہلی بار دھڑکا تھا۔

سعد آغا بس کر رونا اب اگر تو نے کچھ دیر اور دیر کی تو میں اپنی بہن مریم کا نکاح" کسی اور سے پڑھوا دوں گا۔" حمزہ نے جانب بوجھ کر مریم پر زور دے کر جملہ کہا تھا۔

پھر سعد کو بازو سے پکڑ کر اسے مریم کی بگل میں بیٹھایا تھا۔

میں نے کہا ہے ناں کہ میں نکاح نہیں۔۔۔" سعد ایک دم غصہ سے کہہ کر اٹھا" تھا۔ مگر حمزہ کے الفاظ میں کلک ہوئے تو پھر بے یقینی سے اسے دیکھتے بولا

کیا تو نے ابھی مریم کا نام لیا ہے؟ یا میرے کان بج رہے ہیں؟" سعد کے سوال" پر سب کے قہقہے لگے تھے۔

ہاں میرے مجنوں مریم کا نام ہی لیا ہے" حمزہ نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔"

سعد کے چہرے پر سو واٹ کا بلب چلا تھا۔

آپ سب سے میں بعد میں نبٹوں گا۔ مولوی صاحب آپ چپ کیوں بیٹھے "
ہیں۔ جلدی سے نکاح شروع کروائیں۔" سعد کی بے تابیوں پر سب کھلکھلا اٹھے
تھے۔

حمزہ نے صدقہِ واری جاتے اپنے جگری دوست کی نظر اتاری تھی۔ جو نکاح سائن
کرتے بہت خوش لگ رہا تھا۔

کھلکھلاتے ہنستے مسکراتے آخر ایک آزمائشوں سے گزرنے کے بعد اب وہ سب
ایک خوشگوار زندگی کی جانب گامزن تھے۔

@@@@@

آئزل بھابھی اگر آپ چاہتی ہیں کہ میں حمزہ کی طرح آپ سے بھی ناراض نہ "
ہوں تو پلیز ان چڑیلوں کو میری نصف بہتر کے کمرہ سے نکالیں مجھے ان سے
ملاقات کرنی ہیں۔" نکاح کیا ہوا تھا سعد صاحب کے تو رنگ ڈھنگ ہی بدل گئے
تھے۔

ولیمہ سے واپسی پر رومان اور سائم اجمل صاحب کے پورشن میں آئے تھے تو اسی
وجہ سے سب لوگ یہی جمع ہوئے ہوئے تھے۔

"واہ میرے بھائی واہ صدقہ جاؤں میں تمہاری بات پر ہیں نصف بہتر ررر زرا اس لفظ کے توڑ تو سنانا۔" سندس جو باہر آتی سعد کی بات سن چکی تھی۔اس لیے ذرا اٹھلا کر بولی تھی۔

"میں یہاں صرف اپنی بھابھی صاحبہ سے مخاطب ہوں۔ باقی کسی دغا باز سے میرا کوئی تعلق نہیں، آپ سب لوگوں نے جو میرے ساتھ کیا ہے۔ وہ ٹھیک نہیں تھا۔" سعد نے نا روٹھے لہجے میں کہا تھا۔

آئزل نے لب دباتے ہنسی کا گلا گھونٹا تھا۔

سندس نے ماتھے پر سلوٹیں ڈالیں اس اردو ادب کی انار کلی کو گھورا تھا۔

"سب سے بڑا دغا باز تمہارا دوست ہے۔ ہم سے نہیں اس سے جا کر پوچھوں۔" سندس نے لٹھ مار انداز میں کہا تھا اور واپس اندر کی جانب مڑی تھی۔

"ارے آپ کیوں واپس جا رہی ہیں میری ہمشیرہ؟" سندس کا بازو پکڑتے سعد تیزی سے بولا تھا۔

"اندر جا رہی تھی میرے لالے" سندس آنکھیں پٹپٹاتے بولی تھی۔

"سندس تم شوخی ہو رہی ہو" سعد کے تیور بگڑے تھے۔

بس سندس اب تم میرے بھائی کو بلاوجہ تنگ کر رہی ہو۔ "آئزل نے تیزی سے ان کی بات میں مداخلت کی تھی۔

جیو بھابھی صاحبہ "سعد کی باچھیں کھلی تھی۔"

افو پاگل میں بھی سب کو نکالنے ہی جا رہی تھی۔ "سندس نے ہاتھ اپنے سر پر مارا" تھا۔

سندس کو چڑاتے سعد مؤدب سہ آئزل کے پیچھے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

آئزل اور سندس نے منٹوں میں کمرہ خالی کروا دیا تھا۔

آئزل آپی آپ کہاں جا رہی ہیں۔ آپ تو رکیں "کمرہ خالی ہوتے ہی مریم نے" گھبرا کر آئزل کو پکارا تھا جو خود بھی کمرہ سے نکل رہی تھی۔

چنداوہ تمہارا محرم ہے۔ گھبراؤ مت دو منٹ سعد کی بات سن لو اور ہاں میں باہر " ہی ہوں۔ سعد تمہارے پاس صرف دس منٹ ہیں۔ "آئزل مریم کو سمجھاتے آخر میں سعد کو ہدایت دینا نہیں بھولی تھی۔

بھابھی جان اس نوازش کے بدلہ میں آپ کا گفٹ پینڈنگ "سعد خوشی سے " بولا تھا۔

آہم آہم "آئزل کے جاتے ہی سعد نے انگلیاں مڑوڑتی مریم کو متوجہ کیا تھا۔"

دیکھیں میں سچی کہہ رہی ہوں۔ آج جو کچھ ہوا اس میں میرا کچھ قصور نہیں مجھے" جیسے حمزہ بھائی نے کہا میں نے ویسے ہی کیا ہے۔" مریم ایک ہی سانس میں سعد کے غصہ سے ڈرتی بولی تھی۔

میری نصف بہتر ریلیکس یار میں بیسٹ تھوڑی ہوں جو ڈر رہی ہو۔ انسان ہی" ہوں تمہاری طرح کا، یقین نہیں تو چھو کر دیکھ لو" سعد نے اپنا ہاتھ مریم کے آگے کرتے معصومیت سے کہا تھا۔

مریم سعد کے انداز پر ہنسی پڑی تھی۔

ہنستے ہوئے بہت پیاری لگتی ہیں" مریم کو ہنستے دیکھ سعد خود بھی مسکرایا تھا۔"

مریم کا دل زور سے دھڑکا تھا۔

ویسے میں نے اتنی اچانک تو سوچا بھی نہیں تھا کہ آپ میری زندگی میں بہار کی" طرح چپکے سے آئیں گی مگر یقین کریں آپ کی یہ غیر متوقع آمد میری زندگی کے سب سے حسین واقعات میں سے ایک ہے۔ ہاں مجھے پہلے غصہ آیا تھا۔ مگر اب خوش ہوں کہ مجھے اتنے خاص طریقہ سے آپ دی گئیں گی ہیں۔ میرے پاس

کوئی خاص لفظ نہیں ہیں اظہار کے لیے، ہاں بس یہ ہماری خاندانی انگوٹھی ہے جو ابھی بی جان کی انگلی سے اتار کر لایا ہوں۔ کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ اس موقع پر اس سے بہتر کوئی تحفہ نہیں ہو سکتا" سعد مریم کی انگلی میں انگوٹھی پہناتے مریم کو ریلیکس کرنے کی خاطر بہت نرمی سے کہہ رہا تھا۔

نجانے آپ پہلے ہی اتنے پیارے تھے یا آج کچھ خاص ہے؟ یا میں نے غور آج" کیا ہے۔" مریم سعد کو دیکھتی بے دھیانی میں بڑبڑائی تھی۔

سعد کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

بیوی یار میں تو ہمیشہ سے ہی اتنا پیارا تھا۔ مگر شاید آپ نے دھیان آج دیا ہے۔" "سعد شرارت سے مریم کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا تھا۔

جو بچاری ہڑبڑا کر سرخ چہرہ پھیر گئی تھی۔

سعد دو منٹ رہ گئے ہیں۔" اتنے میں باہر سے آئزل نے آواز دی تھی۔"

اوکے چلتاہوں جان سعد بہت جلد لینے آؤں گا۔ہمیشہ کے لیے کیونکہ اب "
مزید انتظار تو نہیں ہونے والا مجھ سے "مریم کے کان میں دھیرے سے گنگناتے
سعد باہر کی جانب بڑھا تھا۔
مریم کے چہرے پر دھیمے سے مسکراہٹ بکھری تھی۔

@@@@@@

احمر کہہ دو لوگوں سے میں کسی کو نہیں جانتا،اس لیے زیادہ میرے قریب مت "
آئیں اور نہ ہی مجھے بلانے کی کوشش کریں "حمزہ کے بازوں کو جھٹک کر دور
ہوتے سعد نے منہ پھلا کر کہا تھا۔

احمر تو بتادے اپنے لالا کہ زیادہ نخرے مت دیکھائیں مجھے دو لگاؤ گا۔سیدھے "
سیدھے مجھے میرے یار کو مبارکباد دینے دیے۔میرے یار کا نکاح ہوا ہے آخر "
حمزہ نے بھی اسی انداز میں کہا تھا۔پھر سعد کی طرف ایک قدم بڑھایا تھا۔

احمر تو اسے کہہ وہی رک جا۔بتادیے اسے کوئی دوست اپنے دوست کے ساتھ "
ایسا نہیں کرتا ہے جیسا اس نے کیا ہے۔نہیں مطلب حد ہے وہاں سب نے کیسے

میرا تماشہ دیکھا اور اگر وہاں اسٹیج پر مجھے ہارٹ اٹیک اجاتا تو؟" سعد غصہ سے بولا تھا۔

اللہ نا کرے کیسی فضول باتیں کر رہا ہے یہ احمر تو کہہ دے اسے زبان سے سوچ" سمجھ کر الفاظ نکالے ورنہ میں اس کا منہ توڑ دوں گا۔" حمزہ کو اس کے ہارٹ اٹیک والے لفظ پر صدمہ پہنچا تھا۔

میرا منہ توڑنے سے پہلے میں تیرے ہاتھ توڑ دوں گا۔ اگر تو نے ایسا سوچا بھی تو" "سعد اور حمزہ آمنے سامنے ہوئے تھے۔

احمر اور سائم قریب پڑی کرسی پر بیٹھے ایسے مزہ سے لیز اور بوتل سے شگف اٹھا رہے تھے۔ جیسے ان کے سامنے بہت ہی کوئی دلچسپ مووی لگی ہو جس کا ایک سین بھی وہ مس نہیں کرنا چاہ رہے ہو۔

سعد تو لیمنٹ کر اس کر رہا ہے۔" حمزہ سعد کو وارن کرتے اس کے قریب ہوا" تھا۔

یہ دیکھ بس اب حمزہ بھائی کو گھونسا تو پڑنا ہی پڑنا ہے" سائم نے ہنسی دباتے احمر") کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

لو تھپڑ میں کیا مزہ تھوڑا ایکشن تو ہو کوئی ٹھڈا مکا جس سے جبڑا سوجھ جائے، اور"

ان کی بیویاں انہیں پہچاننے سے انکار کر دیں۔ ہاہاہا" احمر ایسے بولا جیسے اس کے

("پسند کا سین نہیں ہے

تو نے بھی آج اپنی لیمنٹ کراس کی ہیں" سعد بھی غصہ سے حمزہ کو گھورتے اس"

کے قریب ہوا تھا۔

احمر اور سائم کے منہ کی طرف جاتے لیز کے ٹکڑے والے ہاتھ ہوا میں معلق

تھے۔ سین میں سسپینس ایڈ ہو گیا تھا۔ ایکشن کبھی بھی شروع ہو سکتا تھا

ہاں تو تیرے لیے ہی تو لیمنٹ کراس کی تھی۔ یا تو کہہ تو خوش نہیں ہے؟" حمزہ"

نے اسے گھورا تھا جو ایسے ہی پھنے خان بن رہا تھا۔

سچ بتاؤ میں بہت خوش میں بہت ہوں تیری اس لیمنٹ کو کراس کر پر" سعد"

ایک دم جوش سے حمزہ کے گلے لگا تھا۔" تیرا بہت شکریہ میرے جگر کے ٹوٹے،

میری جان، میرے یار، میرے لہو، میرے پھیپھڑے میرے حمزہ ہائے

صدقہ جاؤ رب تجھے آج کی نیکی کے بدلہ جڑواں نہیں ٹریپلٹ بچے ایک ساتھ

دے آمین" سارا غصہ ناراضگی چھوڑتے ایک دم سعد کھلکھلاتے ہوئے حمزہ کے گلے بول رہا تھا۔

خوشی کی انتہا نہیں تھی۔

حمزہ نے بھی اسے اسی خوشی سے خود میں بھینچا تھا۔

کیا یار میں نہیں کھلتا(احمر بوتل کا گلاس ٹیبل پر پٹکتے اٹھا تھا۔) کتنا انتظار کیا میں" نے آپ دونوں کی لڑائی کا، اب تھوڑا بہت ایکشن سین تو ہونا چاہیے تھا۔ آپ لوگوں کی تو لڑائی میں بھی مزہ نہیں ہے۔ اتنے سالوں بعد یہ لڑائی کا سین ملا بھی تو کیا ہمم منٹوں میں بول بھی پڑے میں نہیں دیکھتا بھئی اور نہ ہی میں نہیں بولتا ہوں۔" احمر چڑ چڑا کر کہتا کھڑا ہوا تھا۔

اس کی بات پر سائم، حمزہ اور سعد نے ہونکوں کی طرح پہلے اسے دیکھا تھا۔

جواب واک آؤٹ بھی کر گیا تھا۔

احمر کی جاتے ہی ان تینوں کے لان میں جاندار قہقہہ گونجے تھے۔

اپنے پیچھے قہقہوں کو سنتے احمر کو آگ لگی تھی۔ بے دھیانی میں وہ سامنے سے اتی افراح میں لگا تھا۔

"کیا ہے بندر آنکھیں کرائے پر دے کر آئے ہو کیا؟"

افراح نے تڑخ بولتے احمر کو گھورا تھا۔

او میری چڑیل بس ایک تم ہی جو میرا دھیان رکھ سکتی ہو۔ ورنہ یہاں تو سب "

میرے دشمن ہی بیٹھیں ہیں۔ "افراح کو دیکھتے ہی احمر کو نجانے کیا ہوا تھا۔ کہ

اس کے دوپٹہ کا پلو پکڑتے مسکین شکل بنائے بولا تھا۔

ہائے ہائے لگتا ہے باؤلا ہو گئے ہو چھوڑو مجھے "افراح اسے دھکا دیتی وہاں سے نو "

دو گیارہ ہوئی تھی۔

ہاں چڑیل تمہارے عشق میں یہ بندر کملا گیا ہے۔ رکو میری سینوریٹا میں آیا""

افراح کی پیچھے لپکتے احمر گنگنایا تھا۔

ہوائیں بھی اس کملا کملے کی جوڑی کو دیکھ مسرور ہوئی تھی۔

@@@@@@

رات گئے تک فاروقی میں خوشیوں کا ساماں جاری رہا تھا۔ ہر کوئی خوش تھا۔ سائم اور سعد کے ساتھ شگف لگانے کے کافی دیر حمزہ نے اپنے پورشن میں قدم رکھا تو اندھیرے اور ویرانی نے استقبال کیا تھا۔

اسے یہ ویرانی بہت چبھی تھی دل گھبرا اٹھا تھا کیونکہ اندر کہی محبت کی نگری میں اس کے دل کا کوئی حصہ بھی تو ویراں پڑا تھا۔

حمزہ نے گھبرا کر ساری بتیاں روشن کی تھی۔

کمرے تک آتے آتے وہ کافی پرسکون ہو چکا تھا۔

کمرے میں قدم رکھتے ہی پھولوں کی مہکتی خوشبوؤں اور موم بتی کے حسین اجالے نے اس کا استقبال کیا تھا۔

"کہی میں غلط جگہ تو نہیں آ گیا؟" حمزہ نے بڑبڑاتے ہوئے واپس سے اپنے کمرے کو باہر سے دیکھا تھا۔ دوبارا آندر آتے وہ کمرے کے وسط میں کھڑا ہوا تھا۔

"آپ نے اتنی دیر کیوں لگا دی آنے میں؟" پیچھے سے آ کر آئزل نے حمزہ نے آئزل کا کوٹ اتارنا شروع کیا تھا۔

حمزہ تو اس طرز تخاطب اور اتنی عزت پر ٹھٹھک کر پلٹا تھا۔

جہاں سرخ ساڑھی (یہ وہی ڈریس تھا جو حمزہ نے یہاں آتے ہوئے اس سے چھپایا تھی۔) اور میک اپ جیولری میں تمام ہتھیاروں سے لیس آئزل حمزہ کو گھائل کرنے کے تیار کر رہی تھی۔

وہ شہزادہ تو پہلے ہی اس جھلی پر فدا تھا،اس کے انداز دیکھ کر تو کب سے مرجھایا دل خوش گمان ہوا تھا۔

آئزل بیگم میں تو کب سے منتظر سرے راہ تھا۔ مگر تم نے شاید دھیان اب دیا" ہے۔ خیر چھوڑو !

ویسے تمہاری ہمت کی داد دینی پڑے گی کہ تم نے میری خاص بیوی کے لیے لایا گیالباس مجھ سے پوچھے بغیر زیب تن کیا" آئزل کی کمر کو ہاتھوں میں جکڑے حمزہ نے چہرہ پر مصنوعی غصہ سجا کر پوچھا تھا۔

حمزہ مصطفی" آئزل نے شدت پسندی سے حمزہ کے کالر کو جکڑا تھا۔" آپکی خاص" وعام صرف ایک ہی بیوی ہے اور وہ آئزل حمزہ ہے۔اس کے علاؤہ آج سے آپکے لیے دنیا کی باقی ساری عورتیں بہنیں ہیں۔ خبردار جو کسی کی طرف دیکھا بھی تو"

اتنا حق والا اور خوبصورت اظہارِ محبت اس شہزادہ پر ٹھنڈی برسات کی مانند برسا تھا۔

سالوں سے بنجر دل کی سرزمین کھل اٹھی تھی۔

بے شک کسی کو چاہنا ایک خوبصورت احساس ہے لیکن اس سے بھی خوبصورت احساس چاہے جانے کا احساس ہے جو آج اسے پہلی بار محسوس ہوا تھا۔

"مگر کچھ دن پہلے تک تو کوئی میری دوسری شادی کی باتیں کر رہا تھا یہاں تک اس نے میرے لیے لڑکی بھی ڈھونڈ لی تھی۔" نم چمکتی آنکھوں سے حمزہ نے اپنے حصار میں کھڑی اس لڑکی کو چھیڑا تھا۔

"ہاں کیونکہ وہ آئزل تو جھلی، کملی پاگل تھی۔ جس کو عقل ہی نہ تھی اور وہ اپنی متاعِ حیات کسی کو دینے جا رہی تھی۔" آئزل جیسے اپنی پرانی سوچ پر پچھتائی تھی۔

"تو کیا اب والی آئزل کو عقل آ گئی ہے؟" حمزہ نے ہنسی دباتے پوچھا تھا۔

جواب دینے کی بجائے آئزل ایڑیاں اٹھائے اوپر کو ہوئی تھی اور حمزہ کا سر اپنی جانب جھکاتے اس نے حمزہ کے ماتھے کو چھوا تھا۔

پھر اس کی دونوں آنکھوں باری بار چھوا تھا۔ "ہاں لگتا تو ہے کہ اس جھلی نے سبق سیکھ لیا ہے کہ ناشکری کرتے اپنی نعمت کسی کو نہیں دیتے۔ اگر آئندہ کبھی میں یوں کروتو آپ کو میری جان لینے کی کھلی آزادی ہے۔" آئزل محبت سے لبریز لہجے میں بولی تھی۔

حمزہ نے تڑپ کر ان ظالم لبوں کو قید کیا تھا جو خوش قسمتی سے نصیب آئے ان وصل کے لمحوں میں بھی آزادی کی باتیں کر رہے تھے۔

تیری چاہت کو پا کر

آج انمول میں ہو گیا۔

ان ظالم لبوں سے نکلے الفاظ کی گستاخی کی یہ چھوٹی سی سزا ہے کہ جس نے دور" جانے کی بات کی ہے۔" آئزل کے لبوں سے رستے خون کو انگوٹھے سے صاف کرتے حمزہ بڑبڑایا تھا۔

آئزل حمزہ کے اندر پر دل سے مسکرائی تھی۔ جس نے پہلے شدت پسندی سے اسے تکلیف دی تو دے تھی اب خود بے چین ہوتے تھا۔ نرمی سے اسی جگہ اپنا لمس رکھ رہا تھا۔

@@@@@@

تاروں سے سجی اس حسین رات میں شہزادہ اور شہزادی بالکونی میں بیٹھے ایک دوسرے میں گم نظر آ رہے تھے۔جب اچانک شہزادی نے اٹھ کر شہزادہ کے سامنے ہاتھ پھیلایا تھا۔

کیا؟"حمزہ نے آنکھ کے اشارہ سے پوچھا تھا۔"

میرے ساتھ ڈانس کریں گے مسٹر حمزہ مصطفیٰ"ائزل نے مسکراہٹ دباتے" ایک ادا سے پوچھا تھا۔

حمزہ بھی مسکرادیا تھا۔

بیگم آج تو تم بس مجھے سرپرائز پر سرپرائز دے رہی ہو۔خیر ہے کہی خوشی سے" مجھے قتل کرنے کاارادہ تو نہیں"آئزل کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے حمزہ شرارت سے بولا تھا۔

ناعوذ اللہ فضول باتیں مت کریں۔اور مانا کہ میں نے اپنی بچگانا سوچ کی وجہ سے پہلے بہت غلطیاں کی ہیں۔ مگر اب ایسا بالکل نہیں ہو گا۔" آئزل نار وٹھے لہجے میں بولتی حمزہ کے سنگ ہولے ہولے جھومنے لگی تھی۔

بیگم سچی ایسے بہت کیوٹ لگتی ہوں۔"حمزہ نے کھلکھلاتے ہوئے کہا تھا۔"

آئزل کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔

وہ دونوں مسکرائے تھے تو وہاں موجود ہر چیز کھل کھلا اٹھی تھی۔

وقت نے خوشی سے انگڑائی لی تھی۔ ہوائیں گنگنا اٹھی تھی۔ ہواؤں کے دوش پر رقص کرتا وہ جوڑا اس وقت محبت کی سلطنت کے خصوصی مہمان محسوس ہو رہے تھے۔ جس کا استقبال ہر چیز باہیں کھول کر کر رہی تھی۔

آئزل یاد آیا ادھر آئیں میرے ساتھ ایک چیز دینی تھی۔"حمزہ ایک سوچ آنے" پر ڈانس روکتے آئزل کو لیے اندر کمرے میں آیا تھا۔

آئزل کو بیڈ پر بیٹھاتے وہ الماری میں سے کچھ ڈھونڈنے لگا تھا۔

چند منٹ بعد وہ ایک چھوٹا سہ ڈبا پکڑے اس کے قریب آیا تھا۔

بیگم یہ تمہارے لیے"حمزہ نے وہ ڈبہ آئزل کو دیا تھا۔"

کیا ہے اس میں ؟"آئزل نے اشتیاق سے پوچھا تھا۔"

سائم کے ساتھ اس دن میں رومان کے لیے منہ دیکھائی کا گفٹ لینے گیا تو وہاں"

یہ چھوٹا سہ گفٹ مجھے تمہارے لیے بہت پسند آیا تو اس لیے میں اسے لے آیا۔

امید ہے تمہیں بہت پسند آئے گا۔"حمزہ کے جواب پر آئزل نے وہ ڈبہ کھولا تھا۔

جس کے اندر سونے کی خوبصورت سی پازیب کا جوڑا تھی۔

باریک سی وہ پازیب جس پر چھوٹے چھوٹے موتی لٹک رہے تھے۔آئزل کو بہت

بھائی تھی۔

بیگم میں چاہتا ہوں کہ یہ ہمیشہ تمہارے پاؤں کی زینت بنی رہے۔ان کا شور ہر"

وقت مجھے تمہاری آمد کا بتاتا رہے۔"حمزہ کی گھمبیر لہجہ میں کی گئی سرگوشی پر

آئزل نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

" حمزہ یہ بہت خوبصورت ہے۔اس کے لیے بہت بہت شکریہ"

بیگم یار ہمارے رشتے میں یہ شکریہ کا کوئی کام نہیں ہے۔یہ تو حق کا رشتہ ہے"

تمہیں تو ہر چیز اپنے حق کے ساتھ وصول کرنی چاہیے ہاں اگر تحفہ کا بدلہ دینا ہو تو

آئندہ سے یہ باسی سہ شکریہ کہنے کی بجائے بس یہ کر دینا" حمزہ نار وٹھے لہجے میں کہنے کے بعد آخر میں تیزی سے آئزل کے لبوں کو چھو گیا تھا۔

آئزل اس اچانک حملہ پر ہکا بکا رہ گئی تھی
حمزہ اس کی حالت پر کھلکھلایا تو آئزل ہوش میں آتی شرما گئی تھی
آاا میری پیاری سی بیگم "حمزہ آئزل کو باہوں میں بھرتے محبت سے بولا تھا"
اور آپ میرے پیارے شوہر "آئزل نے بھی اسی انداز میں کہا تو دونوں کھل "کر مسکرا دیے تھے۔

نیند تو ان دونوں کی نظروں سے بہت دور تھے، یونہی ہنستے کھلکھلاتے وہ باتیں کرنے لگے تھے۔ جب آئزل کچھ یاد آنے پر پریشانی سے بولی تھی۔

حمزہ میں سندس کیسے منع کروں گی، اس بچاری کو تو میں ہی اس میں گھسیٹ کر لی" تھی۔ میں بہت غلطی کر دی ناں "آئزل کا پریشان چہرہ دیکھتے حمزہ ہنسی دبا کر بولا تھا۔

" بیگم کچھ نہیں ہوتا، وہ بہت سمجھدار ہے۔ اس بات کا برا نہیں منائیں گی۔ "

اور آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ برا نہیں منائیں گی؟ دیکھیں ہم" لڑکیاں بہت نازک ہوتی ہیں حمزہ اگر ہم کسی چیز کو اپنا مان لیں تو بہت مشکل سے پیچھے ہٹتی ہیں۔ مجھے دکھ ہے کہ میری وجہ سے سندس کا دل ٹوٹے گا "آئزل اسی نقطہ پر آڑی ہوئی تھی۔

دل اس کا ٹوٹتا ہے جس نے دل لگایا ہو۔۔ "حمزہ کی بات کو پوری ہونے سے" پہلے آئزل کاٹ کر بولی تھی۔

نہیں حمزہ اس نے دل ضرور لگایا تھا۔ جانتے نہیں پچھلے دنوں سے وہ کیسے آپ" کے نزدیک ہو رہی تھی۔ حمزہ اگر وہ ہماری کہانی کا اب ویلن بن گئی تو اگر اپنی

محبت پانے کے لیے اس نے مجھے آپ سے دور کر دیا تو؟" خالص بیویوں والے وسوسہ تھے۔ جو آئزل کو ستانے لگے تھے۔

اوہو بیگم یار تم کہاں سے کہاں چلی گئی ہو۔ یار کچھ نہیں ہو سکتا کیونکہ سندس" پہلے صرف ناٹک کر رہی تھی۔ وہ سب میرا اور سندس کا پلین تھا تمہاری عقل ٹھکانے لگانے کا۔۔۔" حمزہ آئزل کی سوچوں پر بندھ باندھتے بولا تھا۔

آپ نے مجھے بدھو بنایا حمزہ" چند لمحے صدمہ میں رہنے کے بعد آئزل کے منہ " سے چند الفاظ نکلے تھے۔

بنے بنائے بدھو کو ہم مزید کیا بدھو بنا پاتے بیگم" حمزہ شرارت سے آئزل کی" ٹھوڑی کو لبوں سے چھو کر بولا تو چند لمحوں بعد حمزہ کی ہنسی میں آئزل کی ہنسی بھی شامل ہو گئی تھی۔

یونہی باتوں کے دوران فجر کی اذان کا وقت ہوا تو دونوں نے نماز پڑھتے رب کا شکریہ ادا کیا تھا۔

پھر بیڈ پر الیٹے تھے۔سالوں بعد اگر حمزہ کی بازؤں کی گرفت میں آئزل پر سکون سوئی تھی۔اس شہزادہ کو بھی ایک الگ سہ سکون میسر ہوا تھا، شہزادی کے وجود سے ،اس لیے چند ہی منٹوں میں نیند کی وادی میں گم ہو گیا تھا۔

اتنی آزمائش کے بعد آخر وہ دونوں ساتھ تھے ،خوش تھے۔

@@@@@

گیارہ بجے تک اچھی طرح نیند پوری کرنے کے بعد اٹھ کر فریش ہو کر نیچے آئے تو سب سے پہلے ان کی ملاقات سندس سے ہی ہوئی تھی جو روتی ہوئی پرنیاں کو اٹھائے ادھر ہی آرہی تھی۔

کیسے بے وفا ماں باپ ہو تم دنوں بھئ بچی تمہاری نے صبح سے رو رو کر گھر سر پر" اٹھالیا ہے اور تم دونوں اپنی نید پوری کر رہے ہو۔پہلے دو دفعہ افراح اٹھانے اچکی ہے مگر اس کا کوئی فائدہ نہ دیکھ کر اب کہ بی جان نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔آخر تم

لوگوں نے واپس جانے کا سوچا ہے کہ نہیں؟" سندس ڈانٹنے پر آئی تو بولتی چلی گئی۔

آئزل اور حمزہ نے لب دبا کر مسکراہٹ روکی تھی۔

پرنیاں کو پکڑتے آئزل تو ایک طرف جا کر بیٹھی تھی۔ جبکہ حمزہ معصومیت سے بولا تھا۔

معافی چاہتا ہوں میری دوسری کبھی بھی نہ ہونے والی بیوی" حمزہ کی شرارتی" بات پر سندس نے چونک کر آئزل اور حمزہ کے خوشی سے دھمکتے چہرے کو دیکھا تو اس پیاری لڑکی کے چہرے پر بھی مسکراہٹ بکھری تھی۔

میرے کبھی بھی نہ ہونے والے دوسرے شوہر لگتا ہے اپنی ون اینڈ اونلی بیوی" کے ساتھ صلح کا پرچم لہرالیا ہے۔ اسی لیے صبح صبح چہک رہے ہو۔" سندس بھی اپنا حساب چکانا نہیں بھولی تھی۔

ہاہاہا بالکل جناب اور اس سب میں تمہاری بہت بڑی مدد شامل ہے سندس بہت" شکریہ میری بیوی کو تھوڑا سہ سبق سیکھانے کے لیے "ائزل کو شرارتی نظروں سے دیکھتے حمزہ نے سندس کا شکریہ ادا کیا تھا۔

بس بس اب زیادہ مجھے تنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ورنہ رات کو" کمرے کا دروازا بند کردو گی اور اندر نہیں آنے دوں گی "حمزہ اور سندس کے چہروں پر کھلتی شرارتی مسکراہٹ دیکھ آئزل مصنوعی غصہ سے بولی تھی۔

سندس نے قہقہ لگایا تھا۔

" حمزہ میاں تم تو گئے "

بیگم یار یہ ظلم ہے۔اب کیا میں اپنی بیوی کو بھی نہیں چھیڑ سکتا۔"حمزہ آئزل کی" بات پر صدمہ سے بولا تھا۔

چھیڑ سکتے ہیں نہیں بلکہ ٹھرک بھی جھاڑ سکتے ہیں مگر تنگ نہیں کر سکتے"" آئزل پرنیاں کو گود میں پکڑے آنکھیں پٹپٹاتے حمزہ کے سامنے ائی تھی۔

سندس تو ہنسی دباتی رخ پھیر گئی تھی۔

حمزہ تیزی سے آئزل کے لبوں کو چھوتا کورنش بجالاتے بولا تھا۔

" ٹھیک ہے بیگم میں آگے سے پورا پورا ٹھرک جھاڑنے کی کوشش کروں گا۔"

حمزہ کی بات پر سندس کھلکھلائی تو ائزل ہوش میں آتے شرما گئی تھی۔

سندس ان دونوں کو دیکھتے آئزل کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے بولی تھی۔

ائزل نادانی میں اگر دوبارا تم نے کبھی ایسا کیا تو یقین کرو میں کہانی میں پھر سے " آجاؤں گی اور پھر میں حمزہ سے شادی کر کے ہی رہوں گی۔اس لیے اپنے پیارے سے دل والے شوہر جس کے دل پر صرف تم راج کرتی ہو، کو سنبھال کر رکھو۔ یاد رکھو دنیا میں دولت تو مل جاتی ہے مگر محبت نہیں ملتی۔ چلتی ہوں تم دونوں انجوائے کروں۔ابھی کچھ دیر مجھے یہاں سے سیدھا اسلام آباد جانا ہے۔ جہاں خالہ جانی کے گھر ماما لوگ میرا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ حافظ "ائزل کو مخلصی سے کہتے سندس آئزل کے گلے ملی تھی۔

پھر حمزہ کو دیکھتے مسکرائی تھی۔

چلتی ہوں بڑی محبت پا لینے پر بہت بہت مبارک اور آل دی بیسٹ ہمیشہ خوش " رہو، آباد رہو اور بری بلا سے دور رہو۔"سندس انہیں دعائیں دیتی واپسی کی طرف چل دی تھی۔

حمزہ کے حصار میں کھڑی آئزل نے مسکراتے ہوئے اس مخلص لڑکی کو دیکھا تھا۔

اللہ کرے سندس کو ایک اچھا، محبت کرنے والا اور مخلص شوہر جلد مل جائے""" آئزل نے دعا دی تھی۔

حمزہ نے مخلص دل سے آمین کہا تھا۔

@@@@@@

ابرار ویلہ میں خوب شور شرابہ ہو رہا تھا۔ کہی حسب عادت احمر اور افراح الجھ رہے تھے، تو کہی بڑے اپنی سیاسی گفتگو میں لگے تھے، کئی نئے ملے جوڑے کھلکھلا رہے تھے۔ محبت رقص کر رہی تھی۔ ہر کوئی خوش نظر آ رہا تھا۔ ایسے میں مہک بیگم کے چہرے پر تشنگی کے احساسات آئزل کو شدت سے محسوس ہوئے تھے، جو پرنیاں کا فیڈر بنانے کی غرض سے کیچن تک آئی تھی۔

بڑی ماما" کافی عرصہ بعد آئزل نے جھجھکتے ہوئے مہک بیگم کو پکارا تھا۔"

ہمم کچھ چاہیے تھا۔" مہک بیگم اپنی آنکھوں کی نمی کو نا محسوس انداز میں صاف" کرتی بولی تھی۔

"بڑی ماما کیا آپ مجھ سے اب تک ناراض ہیں؟" آئزل نے ہمت کر کے آج ان سے بات کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا۔

مہک بیگم جواب میں کچھ نہ بولی تو آئزل نے ان ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو مہک بیگم سسک اٹھی تھی۔

"آئزل تم چاہتی ہو کہ میں تمہیں معاف کر دوں تو پلیز تم میرے بیٹے احد کو معاف کر دو۔ اس پر اس گھر کے دروازے کھلوا دو۔ دیکھو ائزل تم خود ایک ماں ہو تم تو اپنی بیٹی کو پہلے دیکھتی بھی نہیں تھی مگر پھر بھی ہم سب نے اسے تمہارے ساتھ جانے دیا کیونکہ ہم ماں اور بچے میں دوری نہیں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ورنہ تم خود ہی سوچوں کون سے دادا دادی ہیں جو اپنے بچے کی اولاد کسی اور کہ حوالہ کریں گے۔ ناراضگی تو چند دن کی تھی آخر تو ہمیں آئزل کی طرف متوجہ ہی ہونا تھا ناں مگر نہیں ہم نے ایسا نہیں کیا

تواب تم بھی مجھے میرے بیٹے سے دور مت کرو۔اب تو تم بھی اپنے گھر میں سکھی ہوں۔خوش ہو، آباد ہو تو پھر میرا بیٹا کیوں واپس نہیں آسکتا۔وہ روز مجھ سے فون پر معافی مانگتا ہے۔اگر تم کہو تو تم سے بھی معافی مانگ لے گا۔وہ واپس آنا چاہتا ہے آئزل" مہک بیگم ماں تھی، جو اپنے بچے کے لیے تڑپ رہی تھی۔

"مہک بیگم یہ تم بچی پر کیسا فضول پریشر ڈال رہی ہو۔وہ بھی اپنی نکمی اولاد کے لیے جو اس قابل ہی نہیں ہے۔" ابرار صاحب جو نجانے کب وہاں آئے مہک بیگم کی بات پر تڑخ کر بولے تھے۔

"کیوں قابل نہیں ہے۔جب آئزل کو ہر خوشی مل گئی ہے تو احد کیوں واپس نہیں آسکتا؟
بھولیں مت میرے بیٹے کی تباہی کی وجہ بھی آپ سب لوگ ہیں۔" مہک بیگم بھی مقابل اسی غصہ سے بولی تھی۔

ہم سب لوگ تباہی کی وجہ نہیں تمہارے سپوت کے کرتوت ہی ایسے تھے۔"
آج وہ جس حال میں وہاں وہ خود پہنچا ہے۔"ابرار صاحب کے جواب پر مہک بیگم
تڑپ اٹھی تھی۔

" ابرار صاحب آپ ہی وہ شخص تھے جب بچپن میں احد نے اپنے پیپرز کے
دوران ریموٹ کنڑول گاڑی کی فرمائش کی تو آپ میرے منع کرنے کے باوجود
لے آئے تھے۔آپ نے اسکی ہر خواہش کو بغیر کوئی وقت ضائع کیے فورآ سے
پورا کیا ہے۔آپ نے اسے یہ سیکھایا کہ تم جو چاہو گے ویسا ہی ہو گا۔
مگر جب زندگی کا ایک اہم فیصلہ لینے کی باری آئی تو آپ نے اس پر پابندی لگادی
کہ نہیں تمہاری زندگی میں آئزل کے علاوہ کوئی لڑکی نہیں آسکتی۔اس کی پسند کو
رد کرتے زندگی نے پہلی بار آپ نے اپنی مرضی تھوپی تھی۔
ایسا کرتے آپ بھول گئے تھے کہ زندگی کے پہلے 25 سالوں سے وہ اپنی مرضی
منوانے کا عادی بن چکا ہے۔

اسے آئزل سے مسئلہ نہیں تھا بلکہ اس نے جو بھی کیا وہ آپ کے اس پر پریشر کی وجہ سے کیا۔ وہ شخص جو اپنی مرضی کا عادی تھا، جب اس پر فیصلہ تھوپا جانے لگا تو اس کا ردعمل تو یہی نکلنا تھا۔

شدید نفرت سے پر، آپ کی مرضی کی چیز کو توڑنے کا جنون، اب آپ سب یوں اپنا پلو جھٹک کر اکیلا میرے بیٹے کو قصور وار نہیں کہہ سکتے" ابرار ویلہ میں ہر چیز ساکن سی مہک بیگم کی سسکتی آواز سن رہی تھی۔

آئزل جو مہک بیگم کے مطالبہ پر شیش و پنج کا شکار تھی۔ پہلے تو اس اچانک بحث پر چند لمحے کچھ بول ہی نہ آسکی تھی۔

بڑی ماما میں آئزل حمزہ مصطفیٰ آج اس وقت اپنے گناہگار احد ابرار کو معاف" کرتی ہوں۔ جانتی ہیں کیوں؟" آخر خاموشی کو توڑتی آئزل آگے بڑی تھی اور مہک بیگم کے ہاتھوں کو نرمی سے دباتے بولی تھی۔

مہک بیگم نے نفی میں سر ہلایا تو آئزل دھیمے سے مسکراتے بولی تھی۔

"وجہ وہ شخص ہے جو آج میری بیٹی کو تھامے مجھے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا ہے۔" آئزل حمزہ کی طرف دیکھتی مسکرائی تھی۔ "شاید احد کا ساتھ پا کر بھی میں اتنی خوش نہ ہو پاتی جتنی اب ہوں۔ کیونکہ میرا شوہر مجھ سے بے پناہ محبت کرتا ہے اور اس سے بھی پہلے وہ مجھے عزت دیتا ہے۔ اس نے سب کے سامنے مجھے اس وقت تھامہ جب لوگوں نے مجھے منحوس کہا، لیکن اس نے کبھی مجھ پر احسان نہیں جتوایا بلکہ وہ تو مجھے ایسے ٹریٹ کرتا ہے جیسے میں کہی کی شہزادی ہوں۔ میری پلکوں کی ایک ایک حرکت کو وہ نوٹ کرتا ہے۔ مجھے کبھی تکلیف نہیں پہنچنے دیتا۔ تو پھر اب جب مجھے رب نے بہتر لے کر بہترین سے نوازا ہے تو میں کون ہوتی ہوں انکار کرنے والی" آئزل کے چہرے پر چاہے جانے کا احساس ایک خوبصورت مسکراہٹ کے روپ میں سجا تھا۔

بڑے بابا! وقت بہت بڑا استاد ہے۔ یقیناً احد نے اپنا سبق سیکھ لیا ہو گا۔ معاف" کر دیں احد کو اور اپنے بیٹے کو گھر بلا لیں۔ میں جانتی ہوں آپ خود بھی اس کو بہت یاد کرتے ہیں۔"ائزل نے اب کہ ابرار صاحب کے گلے لگتے کہا تھا۔

ایک پر سکون احساس تھا جو اس کے سینے میں ابھرا تھا، یوں جیسے اس کے ماں باپ اس سے خوش تھے۔

@@@@@@@@

حمزہ میں نے ٹھیک کیا ناں؟"آئزل نے لان کے دوسرے حصہ میں کھڑے" حمزہ سے پوچھا تھا۔

جس کے چہرہ پر انوکھی مسکراہٹ تھی۔

آج تم نے حمزہ مصطفیٰ کو خرید لیا ہے بیگم "آئزل کو اپنی باہوں میں بھرتے حمزہ" اس کی گردن میں منہ چھپائے مسکرایا تھا۔

بیگم دل کر رہا تمہیں خود میں چھپا کر کہی ایسی جگہ گم ہو جاؤ جہاں صرف میں ہوں اور تم "حمزہ نے گھمبیر لہجے میں سرگوشی کو ائزل آسودگی سے مسکرائی تھی۔

حمزہ لالا یہ کونسا مشکل بات ہے یار آپ آج ہی آئزل بھابھی کے ساتھ ہنی مون پر چلے جائیں۔چاہے تو پرنیاں کو ہمارے پاس چھوڑ جائیں یقین کریں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔اور ہاں میں نے کچھ نہیں دیکھا "شرارت سے بولتا احمر نجانے کہاں سے حاضر ہوا تھا۔آنکھوں پر ہاتھ رکھتے وہ دانت نکال رہا تھا۔

حمزہ تیزی سے پیچھے ہٹا تھا۔آئزل شرمندگی کے مارے فورآ سے وہاں سے غائب ہوئی تھی۔

شرم وحیاء نام کی شدید کمی ہے تجھ میں احمر "حمزہ نے غصہ سے اس نمونہ کو دیکھا تھا۔

لالا جان اب لان میں کھڑے اب آپ لان کو اپنا بیڈ روم سمجھ کر رومینس جھاڑیں گے تو یہی سب کچھ ہو گا۔"احمر نے دانت نکالتے ہوئے کہا تھا۔

حمزہ نے دانت پیستے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ پھر کچھ سوچ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔

"ویسے آپس کی بات ہے احمر آئیڈیا تمہارا برا نہیں ہے۔ آج ہی ہم لوگ ہنی مون پر جائیں گے" حمزہ کی آنکھیں چمک اٹھی تھی۔

دیکھا میں تو ہمیشہ ہی اچھے مشورہ دیتا ہوں۔ مگر کوئی میری سنتا ہی نہیں" احمر ادائے بے نیازی سے بولا تھا۔

"زیادہ شوخا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج والی حرکت کا بدلہ میں تجھ سے سود سمیت لوں گا۔ آخر افراح میری شہزادی بہن ہے۔" حمزہ احمر کو مصنوعی غصہ سے آگ لگاتا وہاں سے غائب ہوا تھا۔

احمر کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔

@@@@@@

"آئزل بیگم کونسی ایسی جگہ ہیں جہاں تم جانا چاہتی ہو" حمزہ نے کمرے میں آتے سے پہلا سوال یہی پوچھا تھا۔

آئزل جو شرم وحیاء سے سرخ چہرہ لیے پانی پی رہی تھی، نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

کیا مطلب ؟"آئزل نے پوچھا"

مطلب وطلب چھوڑو بس یہ بتاو کہ کونسی جگہ دیکھنا چاہتی ہو۔"حمزہ نے آئزل" کے ساتھ بیٹھتے پوچھا تھا۔

ویسے تو مجھے ساری دنیا گھومنے کا شوق ہے لیکن ہاں سب سے پہلے میں عمرہ کرنا" چاہتی ہوں۔اس کے بعد سوات، گلگت بلتستان، ترکی، مالدیپ، دوبی، اٹلی، ٹورنیٹو اور۔۔۔"آئزل کی بات پر حمزہ کے چہرہ پر مسکراہٹ کھل اٹھی۔

توٹھیک ہے ہم سب سے پہلے عمرہ پر چلیں گے اس کے بعد ہنی مون کے لیے" ترکی جائیں گے واپسی پر ہم سوات اور گلگت بلتستان سے ہو کر آئیں گے"حمزہ نے اپنا پلین بتایا تو آئزل کے منہ سے حیرت سے نکلا تھا۔

"کیا ہنی مون ؟"

@@@@@

سائم لالا آپ اور حمزہ لالا لوگوں ایک ساتھ ہنی مون پر کیوں نہیں چلے جاتے؟" اگر ڈبل ہنی مون ہو جائے تو کتنا مزہ آئے گا ناں" احمر پر جوشی سے بولا تھا

بی جان لوگ سبھی آج واپس جا رہے تھے۔ جبکہ حمزہ اور آئزل کا یہاں سے سیدھا ہنی مون پر جانے کا پلین تھا۔

اس وقت وہ اوداعی کلماتِ کہہ رہے تھے۔ جب احمر کی زبان پر کھجلی ہوئی تھی

تمہیں کس بات کا مزہ آئے گا بندر ارام سے گاڑی میں بیٹھو" افراح نے ناک" چڑھا کر اس شوخے کو دیکھا تھا۔

کیا ہے بندریا آرام سے بیٹھو میرے معملات میں مت بولا کرو" احمر چڑ کر اونچی" آواز میں بولا تو سعد نے اس کے سر پر تھپکی لگائی تھی۔

بیٹا وہ ہنی مون پر جا رہے ہیں، کسی فیملی پکنک پر نہیں کہ سب لوگ اجتماعی طور" پر جائیں۔ ویسے بھی سائم لوگوں نے کسی اور جگہ جانے کا پلین بنایا ہے۔ تم اپنے " نادر مشورہ اپنے پاس رکھو

کیا سعد لالا آپ کبھی میری کسی بات سے متفق نہیں ہوتے۔"احمر منہ بسورتے" گاڑی میں بیٹھا تھا۔

سب لوگ مسکرا دیے تھے۔بی جان بھی سب سے ملتی گاڑی میں بیٹھی تھی۔
دوسری گاڑی کی طرف بڑھتی آئزل کا ہاتھ پکڑتے حمزہ بولا تھا۔
"بیگم کس طرف؟"
گاڑی میں اور کہاں؟"آئزل نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔"
بیگم گاڑی پر نہیں ہم موٹر سائیکل پر جائیں گے"حمزہ چہرے پر بڑی سی" مسکراہٹ سجائے اسے ہیوی بائیک کے سامنے لایا تھا۔
احمر نے گاڑی سے سر باہر نکال کر شرارت سے ہوٹنگ کی تھی۔

" ارے واہ لالا یار بڑے رومینٹک ہو"

حمزہ کیا ہم عمرہ کے لیے ہیوی بائیک پر جائیں گے ؟"آئزل احمر کی شرارت اگنور " کرتی حیرانگی سے بولی تھی۔

اوہو میری بھولی بھابھی یہ تو لالا ائیرپورٹ تک لانگ ڈرائیونگ کے مزہ لوٹنے " کی خاطر لائیں ہیں۔" احمر نے ایک بار پھر لقمہ دیا تو سعد اس کو پیچھے سے کھینچتے اندر کرتے گاڑی کا شیشہ چڑھا گیا تھا۔

وہ ہر بار کباب میں ہڈی کا کردار ادا کرتا تھا۔

حمزہ نے موٹر سائیکل پر بیٹھتے ہیلمٹ پہنا تھا اور ساتھ ہی ایک ہیلمٹ آئزل کی طرف بڑھایا تھا۔

حمزہ مجھے ڈر لگتا ہے "ائزل نے معصوم سہ منہ بناتے ہوئے کہا تھا۔ "

بیگم تم میرے قریب ہو کر مجھے پکڑ کر بیٹھنا پھر ڈر نہیں لگے گا"حمزہ نے آنکھ " مارتے آئزل کو چھیڑتے ہوئے کہا تھا۔

آئزل جھنپ سی گئی تھی۔

پھر ڈرتے ڈرتے بیٹھ ہی گئی تھی۔یوں یہ قافلہ ہنسی خوشی اپنے سفر پر روانہ ہوا تھا۔دادا حضور نے محبت سے ان کی خیر و آفیت سے پہنچنے کی دعا کرتے اندر کی طرف قدم بڑھائے تھے۔

یہ جانے بغیر کے تقدیر قسمت پلٹنے والی تھی۔

@@@@@@

اسپتال کے سرد فرش پر بیٹھا وہ ادھیڑ عمر شخص ہچکیوں کے ساتھ رو رہا تھا۔اس" کی حالت قابل رحم تھی۔آنکھیں لہو چھلکا رہی تھی تو بدن لرز رہا تھا۔ارد گرد کھڑا ہر شخص بے بسی سے اسے دیکھا رہا تھا۔کوئ طریقہ نہ تھا کہ جس سے وہ اسے صبر کرنے کا کہہ سکتے۔

قریب پڑے بینچ پر قابل رحم حالت میں بیٹھی اس لڑکی کے کپڑے خون سے لت پت تھے۔بال بکھرے ہوئے تھے۔پتھر آنکھیں اوپریشن تھیٹر کی سرخ

بتی پر جمی تھیں۔اس کی حالت ایسی تھی کہ مانوا گر وہ سانس نہ لیتی تو وہ پتھر کا لٹا پٹا مجسمہ لگتی۔

کسی نے اس کا کندھا ہلایا تھا۔

میم اپ بھی ایک دفعہ چیک اپ کروالیں۔ہو سکتا ہے اپکی کو بھی دوا کی" ضرورت ہو۔ویسے بھی یوں بیٹھے رہنے سے آپکے شوہر ٹھیک نہیں ہو جائیں گے۔"

اس لڑکی نے بات ان سنی کرتے اپنی نظریں سامنے چلتی ای سی یو کی لالا بتی پر جمائ رکھی تھیں۔

جو رفتہ رفتہ اس کی سانسیں کھینچ رہی تھی۔

بابا جانی!" اس ایک آواز پر جہاں اسپتال کے اس حصہ میں سناٹا چھایا تھا، وہی" اس ساکن سی لڑکی میں تباہی شروع کی تھی۔وہ چیل کی طرح اٹھی تھی۔

اس شخص کے چہرے پر تھپڑ پر تھپڑ رسید تے چیخی تھی۔

درندے ہو تم درندے! آخر تم ہر دفع میری محبت پر ہی وار کیوں کرتے ہو؟" مجھے اذیت دینا کافی نہیں تھا جو تم نے اس شخص کو تکلیف دی۔ آخر مجھے میری زندگی میں خوش کیوں نہیں رہنے دیتے تم کونسے جنم کا بدلہ لے رہے ہو؟" اس لڑکی کا عمل مقابل کو ششدر کر گیا تھا۔

"مسٹر اس لڑکی کو چپ کروائے۔ یہ اسپتال ہے کوئی تماشہ خانا نہیں! مریضوں کو ڈسٹرب کر رہی ہے یہ" نرس کی کڑک آواز پر ایک مرد آگے بڑھا تھا۔
اس لڑکی کے منہ پر نرمی سے ہاتھ رکھتے اس نے اسے گلے لگایا تھا اور مقابل کھڑے شخص کو دیکھتے دھمی اواز میں غرایا تھا۔

"ہماری نظروں کے سامنے سے غائب ہو جاؤ احد فاروقی ورنہ تمہارا قتل آج ہم پر واجب ہو گا۔"

پر بابا ہماری بات کا یقین کریں میں نے اس دفعہ کچھ نہیں کیا۔ میں تو سچے دل "
سے معافی مانگنے واپس گھر آیا تھا۔ جب ماما نے مجھے اس حادثہ کا بتایا تو میں یہاں چلا
آیا یقین کریں میرا کوئی قصور نہیں۔" احد نے دکھ سے باپ کو دیکھا تھا۔

انکل یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ آئزل بھابھی اور حمزہ کا ایکسیڈنٹ مختار خان نے "
کروایا ہے۔ جس کا اصل ٹارگٹ حمزہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے آئیرپورٹ کو
جانے والے راستے کے قدرے سنسان حصہ میں رکاوٹ رکھ کر پہلے حمزہ لوگوں
کو روکا۔ اور جب حمزہ وہ رکاوٹیں اٹھانے کے لیے آگے بڑھا تو پیچھے سے آتی گاڑی
سے اس کا ایکسیڈنٹ کروادیا۔" سعد کاریڈور میں داخل ہوا تھا
سرخ آنکھیں اور لٹا پٹا حال لیے وہ اپنے یار کے لیے تڑپتا دیکھائی دے رہا تھا۔

ابرار صاحب اپنے سینے پر سر رکھے سسکتی آئزل کو حوصلہ دیتے سر جھٹک کر
دھیمے اواز میں بولے تھے۔

کیاہوا اگر وہ اج قصوروار نہیں ہے۔ مگر سالوں پہلے یہی ہر چیز کا ذمہ دار تھا۔"

" اگر نہیں یاد تو میں یاد کروا دیتا ہوں۔

@@@@@@@

فلیش بیک (احد اور ائزل کی طلاق)

بیٹا کیا تم نے اپنی بیوی کو سب کے سامنے تینوں طلاق ایک ساتھ دی تھی؟"

مولوی صاحب نے احد سے پوچھا تھا۔

بیوی کے ماں باپ کی موجودگی میں دی تھی۔"لاپرواہی سے بیٹھے احد نے کہا تھا۔

اچھا ایک طلاق دی؟ دو طلاق ایک ساتھ دی یا پھر تین طلاق ایک ساتھ دیں"؟"

تینوں طلاق ایک ساتھ ہی دیں تھیں "احد کے آخری جواب پر امام صاحب کچھ "

" خاموش ہو گئے تھے۔

اگر بیوی حاملہ ہو تو تب بھی تینوں طلاق ایک ساتھ دینے پر چاہے تنہائی میں ہو یا سب کے سامنے طلاق ہو جاتی۔اب رجوع ممکن نہیں ہے کیونکہ طلاق ہو چکی ہے۔کمال بیٹا اب اپکی بیٹی پر عدت لازم ہو چکی ہے۔"امام صاحب کی بات پر کمال صاحب کا ہاتھ صدمہ سے دل پر پڑا تھا۔

سنبھالو خود کو کمال بیٹا اللہ تمہارے بیٹی کو صبر عطا کرے۔"امام صاحب نے" اٹھ کر کمال صاحب کے کندھے کو تھپتھپایا تھا۔سائم نے تیزی سے کمال صاحب کو بازوں میں سنبھالا تھا۔

ان سب میں واحد احد تھا تو جو تھوڑے فاصلے پر کھڑا بہت پر سکون دیکھائی دے رہا تھا۔

ہمم بڑا ایاوہ حمزہ چوہا مجھے دادا حضور کی دولت سے عاق کروانے کی دھمکی دے "کر واپس بھیجنے والا بدھواتے وہ تو یہ نہیں جانتا کہ میں جانب بھوج کر اس دفع واپس ایا ہوں تاکہ اس قصہ کو جڑ سے ہی ختم کر سکوں۔ اچھا ہوا مجھے زیادہ کچھ تردد کرنا نہیں پڑا۔" نخواست سے سر جھٹکتے احد چہرے پر جھوٹی ندامت سجائے انہیں سہارا دینے اگے بڑھا تھا۔

کیونکہ اس کا ایک مقصد تو پورا ہو گیا تھا، مگر ابھی اپنی ساق کو بچانا تھا تاکہ دادا حضور کی دولت سے عاق ہونے سے بچ جاتا

@@@@@@@@@

بڑی بہو پورے گھر کو روشنیوں سے بھر دو۔ فاروقی مینشن روشنیوں سے جگمگا" دو۔ میں چاہتا ہوں کہ میری آئزل اور احد کی شادی ایسی ہو کہ پورا فیصل آباد

دیکھے۔"لاونج میں قدم رکھتے جھکے کندھوں والے کمال صاحب کے کانوں میں دادا حضور کی خوشی سے گونجتی آواز پڑی تھی۔

دل خون کے آنسوں رویا تھا۔وہ لمحوں میں بہت بڑھے نظر آنے لگے تھے۔ابھی اگر سائم نے انہیں تھمانہ ہوتا تو شاید وہ یہی ڈھے جاتے۔

بھائی صاحب کیا ہوا؟آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"سیرت بیگم جوانہی کے پیچھے ائی تھی،پریشانی سے ان کی حالت دیکھ بولی تھی۔

چاچی جان ملازمہ سے کہہ کر پانی کا گلاس منگوائیں جلدی"سائم نے کمال صاحب کو تیزی سے صوفہ پر بیٹھایا تھا۔جن کا سانس تیزی سے چلنے لگا تھا۔

گھر کے سبھی لوگوں کا مجمع وہاں لگ گیا تھا۔احد کے چہرے پر اب پریشانی جھلکی تھی۔معاملہ گھمبیر ہوتا نظر ایا تھا۔

سائم بچے آخر ہوا کیا ہے کمال بیٹا کو؟ تم لوگ کہاں گئے تھے؟" دادا حضور کمال" صاحب کی حالت پر پریشان ہو گئے تھے۔

دادا حضور آپ شادی کی تیاریاں روک دیں۔اب یہ شادی نہیں ہو سکتی""" شرمندہ سہ سائم نظریں جھکاتے بولا تھا۔

کیا بکواس کر رہے ہو سائم؟ کیوں نہیں ہو سکتی شادی؟اور احد تم بھی تو ساتھ" گئے تھے تو بتاؤ کیا کہہ رہا ہے سائم" دادا حضور جلال میں آتے احد کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔جو وہاں سے نکلنے کی تگ و دو میں تھادادا حضور کی بات پر وہی سٹل ہوا تھا۔

@@@@@@

احد کچھ پوچھا ہے میں نے تم سے آخر کیوں نہیں ہوسکتی یہ شادی "دادا حضور" نے تیسری بار کڑک دار آواز میں پوچھا تو احد پھٹ پڑا تھا۔

طلاق دے چکا ہوں میں آئزل کو سن لیا۔ پتہ چل گیا کہ کیوں نہیں ہوسکتی یہ شادی۔۔۔" احد بے ادبی سے بولا تھا۔

ٹھاہ! "دادا حضور سے پہلے پاس کھڑے ابرار صاحب نے پہلی بار اپنی اولاد پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے احد لگتا ہے ہمارے لاڈ پیار نے بہت بیگار دیا ہے تمہیں اس لیے جو منہ میں آیا بکے جا رہے ہو۔ جانتے ہو نا کہ ہمارے خاندان میں طلاق نہیں ہوتی۔" وہاں کوئی احد کی بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں لگ رہا تھا۔

لیکن اب ہو چکی ہے بابا جان احد بھائی سچ میں آئزل کو طلاق دے چکے ہیں۔"" کمال صاحب کے پاس کھڑا اسائم نم لہجے میں بولا تھا۔

ایسے کیسے طلاق ہو سکتی ہے۔ آئزل احد کے بچہ کی ماں بننے والی ہے۔ "شرمین بیگم جو آئزل کے ساتھ ابھی وہاں آئیں تھیں صدمہ سے بولی تھی۔

ایک بجلی تھی جو دادا حضور سمیت ابرار صاحب، اجمل صاحب، مہک بیگم اور سیرت پر گری تھی۔

جی چچی جان ہمیں بھی یہی لگا تھا کہ شاید رجوع ہو سکتا ہے۔ مگر ایک امام " صاحب نے بتایا کہ اگر شوہر تین طلاق ایک ساتھ دے دے خواہ بیوی حاملہ ہو تو تب بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ اس لیے طلاق ہو چکی ہے۔ اب یہ شادی نہیں ہو سکتی" سائم کی بات پر آنسوں قطار در قطار شرمین بیگم کی آنکھوں سے بہنے لگے تھے۔

ان کی اکلوتی بیٹی اجڑ چکی تھی۔

ہوش میں تو ہو بہو آخر اس گھر میں ہو کیا رہا ہے؟ کوئی مجھ بڑھے کو بھی بتانا پسند کرے گا۔" دادا حضور کے غصہ کا گراف بڑھا تھا۔

"کچھ خاص نہیں ہوا دادا حضور بس زبردستی کے رشتہ کا بدصورت انجام ہوا ہے۔ احد ابرار نے آپکی گڑیا کا غرور پاش پاش کیا ہے۔ احد ابرار نے آپکی لاڈلی کو توڑ مڑور کر اپنے بچہ کو اپنا ماننے سے انکار کیا ہے۔ احد ابرار نے ایک ماہ پہلے میرے ماں باپ کے سامنے مجھے طلاق دے دی ہے۔" ماں کے ساتھ لگی کھڑی آئزل سپاٹ چہرہ لیے بولی تھی۔

"ٹھاہ! " یہ دوسرا تھپڑ تھا جو اب دادا حضور نے احد کے چہرے پر مارا تھا۔ اس کے بعد اُنہوں نے پھر سے ہاتھ اٹھایا تھا مگر احد اسے درمیان میں ہی پکڑتے اسے نیچے پھینکتے غرایا تھا

بس بہت ہوا عدنان فاروقی اب مزید میں یہ ہاتھ اپنے چہرے پر برداشت نہیں کروں گا۔ آخر ہو کون تم مجھ پر ہاتھ اٹھانے والے۔۔۔ ویسے بھی میں نے جو کیا مجھے اس پر کوئی شرمندگی نہیں ہے بلکہ اس لڑکی (اشارہ آئزل کی جانب تھا) کی زندگی کی تباہی کی وجہ آپ سب ہیں۔ میں نہیں کیونکہ میں نے تو شادی سے پہلے ہی انکار کیا تھا۔ مگر آپ اب نے نہیں مانی تو بس پھر میں نے خود کے ساتھ ہوئی زیادتی کا بدلہ اس سے اپنا حق وصول کر کے کیا۔ کوئی گناہ نہیں کیا میں نے۔۔۔ بس ایک غلطی ہوئی کہ یہ منحوس بچہ درمیان میں آگیا۔ ورنہ ایک ماہ پہلے ہی طلاق ہو چکی ہوتی اور میری اس سب کھڑاک سے جان چھوٹ گئی ہوتی۔"

آئزل کو نگلنے والی نظروں سے دیکھتے احد نے بے بانگ اپنی نفرت کا اظہار کیا تھا۔

"تب خواہش پوری نہیں کی تو اب پوری کر دو۔ دبا دو میرا گلہ اور یہ قصہ ہی ختم کر دو کیونکہ اس منحوس بچہ کو تو میں ہی اپنے اندر لے کر گھوم رہی ہوں نا" آئزل سرخ آنکھیں لیے احد کی طرف بڑھی تھی اور اس کا ہاتھ اپنے گلے پر رکھتی چلائی تھی۔

اسے آج احد سے بے حد نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ اتنی کے خود کے وجود سے بھی نفرت بڑھنے لگیتھی۔

احد کے لیے خاموشی سی اس پر مر مٹنے والی آئزل کی یہ حرکت حیران کن تھی۔
آئزل میری بچی!!"احد کی نفرت پر ششدر کھڑے دادا حضور نے ہوش میں آتے احد کو پیچھے دھکا دیتے آئزل سے دور کرنا چاہا تھا۔ دھکا لگنے سے احد کے ساتھ آئزل بھی ڈگمگائی تھی اور پاؤں مرنے پر وہ پیٹ کے بل زمین پر گرنے لگی تھی۔ تھی۔

ماما!"آئزل کی چیخ حال کے درودیوار کو ہلا گئی تھی۔ یہ سب اتنا اچانک تھا کہ " کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تھا۔

آئزل آپی آپ ٹھیک تو ہیں "اجمل صاحب کا چھوٹا بیٹا دائم جو ابھی حال میں ایا" تھا، نے تیزی سے ائزل کو زمین بوس ہونے سے بچایا تھا۔

مگر آئزل ڈر سے بے ہوش ہو چکی تھی۔

سائم جلدی گاڑی نکالو۔ آئزل کو ہسپتال لے چلو۔ "ابرار صاحب ہڑ بڑا کر" ہوش میں آئے تھے۔

ادھر دوسری طرف کمال صاحب کی گردن بھی ایک طرف ڈھلکی تھی۔

بھائی صاحب کیا ہوا؟ ہوش کریں "پاس کھڑی سیرت بیگم نے پریشانی سے" کمال صاحب کے کندھے پر ہاتھ میں رکھا تھا۔

اجمل صاحب نے بڑے بھائی کو تیزی سے سنبھالا تھا۔ آئزل اور کمال صاحب کو ایک ساتھ اسپتال لے جایا گیا تھا۔

منٹوں میں وہاں افراد تفری مچ گئی تھی۔

سیڑھیوں پر تماشہ دیکھتی رومان فق چہرہ لیے سب دیکھ رہی تھی۔اس کے کانوں میں اپنی ہی آوازیں گونج رہی تھی۔

آئزل اللہ کرے تم مر جاؤ۔احد بھائی تمہیں پھر سے چھوڑ دے تمہارا بچہ مر "
"جائے تم کبھی خوش نہ رہ پاؤ
تو کیا رومان کی بددعا آئزل کو لگ گئی تھی؟

@@@@@@@@

سٹریس کی وجہ سے بے ہوش ہونے پر جب ائزل ہوش میں آئی تو ڈاکٹرز کا کہنا تھا کہ ائزل کے بچہ کو اگر زندہ بچانا چاہتے ہیں تو آئزل کو ہر ڈپریشن سے دور رکھے۔
اسی لیے ایک ماہ اسپتال میں رہنے کے بعد جب ائزل گھر واپس ائیتو باپ کی موت کا سن کر خاموش سی ہو کر رہ گئی تھی۔اس کی ماں بیوہ ہو چکی تھی۔دادا حضور کو غم

سے فالج کا ایسا اٹیک ہوا تھا کہ وہ مفلوج ہو کر رہ گئے تھے۔فاروقی خاندان کی بنیادیں ہل کر رہ گئی تھی۔

ان سب نے ائزل کے حواسوں پر شدید برا اثر چھوڑا تھا۔

@@@@@@@@

حال

اماں میرے جیسا بدنصیب بھی کیا کسی کا باپ ہو گا۔جس نے اپنے بیٹے کو ایک "بار کھل کر سینے سے بھی نہ لگایا ہو اور بیٹا ملک صدام جانے کی تیاریاں کرنے لگ پڑے۔اماں کسی بھی باپ کے ساتھ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔اماں میرا خدا گواہ ہے میں اپنے بچے کے لیے بہت تڑپا ہوں بہت مانگا ہے دعاؤں میں میں نے اسے پھر وہ کیوں مجھ سے چھینا جا رہا ہے۔اماں میرا کلیجہ کٹ رہا ہے۔کچھ کریں اماں اپنے مصطفیٰ کو صبر کا دامن پکڑوا دیں اماں مجھے صبر سیکھا دیں"ادھیڑ عمر شخص غمزدہ چہرہ لیے بیٹھی بی بی جان کی گود میں سر رکھے سسک رہا تھا۔

مصطفیٰ اسی لیے تو غصہ کو حرام قرار دیا گیا ہے۔یاد کرا گر تو اس وقت اپنی بیوی کو" دشمنوں کے جھوٹے الزام پر غصہ میں طلاق نہ دیتا تو آج تیرا بیٹا تیرے پاس ہوتا۔تو تڑپ نہ رہا ہوتا۔"بی بی جان شاید اج اپنے بیٹے کو آئینہ دیکھانے کے در پر تھیں۔

اماں جانتا ہوں کہ اس وقت جھوٹے کا یقین کیا میں نے اور ایک پا کباز بیوی پر" الزام لگایا پر اماں اپ یہ بھی تو جانتی ہیں کہ میں اپنی غلطی کا احساس ہونے کے فوراً بعد سے معافی مانگ رہا ہوں۔تو پھر اماں مجھے معافی کیوں نہیں دی گئ۔" مصطفیٰ آغا نے جراح کی تھی۔

حقوق اللہ رب معاف کر دیتا ہے لیکن حقوقِ العباد جب تک بندہ معاف نہ" کرے معاف نہیں ہوتے مصطفیٰ تم بھول رہے ہو۔اپنی بیوی سے ابھی تک تم نے معافی نہیں مانگی"بی بی جان نے اپنے بیٹے کو راہ دیکھائی تھی۔

معافی تو زندہ سے مانگی جاتی ہے لیکن اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے تو میں"
کیسے معافی مانگو" مصطفیٰ نے الجھ کر پوچھا تھا۔

شاید تم اپنی بیوی کے مجرم کو سزا دلوا دو۔ تو تمہیں معافی مل جائے مصطفیٰ جاؤ"
اور جا کر اپنی معافی کے لیے کوشش کرو۔ ورنہ شاید بیٹے سے ہاتھ دھو بیٹھو" بیٹے
کو نصیحت کرتے بی بی جان نے گہرا سانس لیا تھا۔
مصطفیٰ صاحب تو اٹھا کر چلے گیے مگر بی بی جان ماضی کے اس لمحوں میں پہنچ گئ
جہاں ان کی بڑی بہو کو گھر سے نکالا جا رہا تھا اور وہ بے بس کھڑی تھی۔

@@@@@

مختار خان گاؤں کا بگڑا، عیاش سیاست دان تھا۔ جوا، زنا جیسے کام تو اسکے ڈیرے
پر بہت عام تھے۔ سیاست میں اسر ورسوخ کی وجہ سے گاؤں کے سردار تو کیا
جرگہ بھی اس کے سامنے بے بس تھا۔ پانچ لڑکیوں کی بیوہ ماں کو جب اس نے
اپنے نفس کی بھوک مٹانے کے لیے سر عام استعمال کر کے قتل کر دیا تو گاؤں میں
قہرام مچ گیا تھا۔ لوگ اس دندرے کی موت کی دعائیں کرتے نہ تھکتے تھے۔

ایسے میں گاؤں کے سردار ارتضیٰ آغا کا بڑا بیٹا مصطفیٰ آغا ایس ایس پی کے رتبے پر فائز ہو کر کافی عرصہ بعد گاؤں میں آیا تو گاؤں والوں کو امید کی روشنی نظر آنے لگی تھی۔

سردار مصطفیٰ آغا شروع سے ہی انصاف پسند اور عادل شخص تھا۔اس کے ہوتے ہوئے مختار خان دبا ہوا ہی رہتا تھا۔ پچھلے پانچ سال سے وہ اپنی نئی نوکری کی وجہ سے دوسرے شہر میں تھا۔ مگر بل اخر وہ اپنے شہر واپس اگیا تھا۔

اگر گاؤں والوں نے مصطفیٰ سے امیدیں باندھیں تھی تو وہ غلط نہیں تھی۔ مصطفیٰ نے اتے ہی مختار خان کی حدودیں بہت محدود کر دیں تھیں۔اس کے آدمیوں کو لوگوں کو حراس کرنے کے جرم میں پکڑ کر جیل میں ڈالنا شروع کیا تو مختار خان کو اگ لگ گئی۔ ویسے بھی سیاست میں انے کے بعد ختار خان کے بھی بہت پر نکل ائے تھے۔

اصل چنگاڑی تو تب بھڑکی جب مصطفیٰ نے اسے زنا بل جبر کے کیس میں چھ ماہ جیل میں قید رکھا۔ مختار خان کا سارا سیاسی کیریئر تباہ و برباد ہو گیا۔ علاقہ میں جو ایک اس کی دہشت تھی وہ سب ختم ہو گئی۔ ایسے میں مختار کی مصطفیٰ اغا کے لیے بے انتہا نفرت کا آغاز ہوا۔ جس نے مصطفیٰ اغا کو تباہ کر کے رکھ دیا۔

یہ اس سب معاملہ سے ایک سال بعد کی بات ہے جب مصطفیٰ آغا کی پر سکون زندگی میں ہلچل مچ گئی۔ مختار خان نے مصطفیٰ کی بیوی کو بدکار ثابت کرنے کے لیے ایسا گھناؤنا کھیل کھیلا کے پورا گاؤں یہ کہنے لگا کہ جو شخص اپنی بیوی پر لگام نہ لگا سکا وہ گاوں کیا سنبھالے گا۔

گاوں والوں کی باتوں نے مصطفیٰ پر ایسا منفی اثر ڈالا کہ کئی دن سے چپ مصطفیٰ ایک ہی دفع پھٹا تھا اور گاؤں میں اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لیے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ وہ بچاری اپنے پانچ سالہ بیٹے کو لیے رات کے اندھیرے میں ماتھے پر طلاق کا دھبا سجائے بغیر کسی کو بتائے وہاں سے بہن پاس چلی آئی اور

کچھ عرصہ تک زندہ رہنے کے بعد شوہر کی بے وفائی کے غم میں بیمار رہنے کے بعد مالک حقیقی سے جاملی۔

مصطفیٰ نے طلاق تو دے دی تھی مگر چین اس کا بھی لٹ گیا تھا۔ مختار خان پھر سے اپنے کاموں پر واپس اگیا تھا۔ کسی طاقتور سیاست دان کے ساتھ ہاتھ ملا کر اس نے مصطفیٰ کو اس کی نوکری سے نکلوا دیا۔ یہی نہیں اس نے مصطفیٰ اور اس کے سارے خاندان کو گاؤں سے نکلوا دیا۔

مصطفیٰ اپنے خاندان کے ساتھ راولپنڈی اکر بس گیا۔ مگر قصہ ختم نہیں ہوا تھا۔ جیسے وقت اگے بڑھا مصطفیٰ نے حقیقت کا پتہ چلا تو سوائے خسارے کے اس کے ہاتھ کچھ نہ بچا تھا۔ مصطفیٰ نے مختار خان سے اپنا بدلہ لینے کے لیے ایک بار پھر اس کا سیاسی کرئیر تباہ و برباد کر دیا۔ اور اس دفعہ اسے بیس سال کی قید سنوائی۔

بیس سال بعد جب سے مختار خان واپس ایا تھا۔تب سے وہ دوبارا موقع کی تلاش میں تھا کہ کب مصطفیٰ سے بدلہ لے۔اس سلسلے میں اس نے کئی بار لمحہ بھی کروائے مگر ناکام رہااور آخر آج اس کے بڑے بیٹے کو موت کے کنارے کھڑا کرتے وہ پر سکون تھا۔

بدلہ کی یہ کہانی جو بدلہ سے شروع ہوئی اور شاید ابھی بھی بدلہ پر باقی تھی۔
نجانے ابھی اس نے کتنی تباہی مچانی تھی۔

@@@@@@

ائ سی یو کی بتی بند ہوتے ہی کاریڈور میں کھڑے سب لوگوں کی سانسیں تھمی تھی۔ڈاکٹر کے باہر آتے ہی آئزل تڑپ کر اٹھی تھی۔

ڈاکٹر کیسا ہے میرا شوہر "آئزل کے سوال پر ہر شخص کا دل ڈر سے کانوں میں " دھڑکنے لگا تھا۔

وہ شہزادہ جو خود کو لاوارث کہتا تھا آج اگر خود کے لیے تڑپتے ہوئے ان لوگوں کو دیکھ لیتا تو شاید خود کی قسمت پر فخر کرتا۔

"گاڑی سے ٹکراؤ بہت شدید تھا۔ بائیں ٹانگ ٹوٹ چکی ہے۔ سینے کی دو بائیں جانب کی پسلیاں بھی متاثر ہوئی ہیں۔ سر پر لگی گہری چوٹ کی وجہ سے وہ کوما میں ہیں۔ اوپریشن کامیاب تو رہا ہے مگر وہ کب کوما سے باہر اتے ہیں یہ رب کی ذات کو معلوم ہے۔ دعا کریں۔" ڈاکٹر کے الفاظ مانو بجلی بن کر برسے تھے۔

آئزل لہرا کر زمین پر گری تھی۔

@@@@@@@@

فضاء بہت پر سکون سی تھی۔ ہواؤں میں جیسے کوئی بہت پیاری سی معطر سی خوشبو رچی بسی بیٹھی تھی۔ آسمان کا راگ الگ تھا۔ رات کی تاریخی پر آہستہ آہستہ روشنی غالب آرہی تھی۔ پرندوں کی مدھم مدھم سی چہچہاہٹ نے الگ سماں باندھ دیا تھا۔ اتنے میں فضاء میں اذان کی آواز گونجی تھی۔
کیا خوبصورت آواز تھی اس نے کبھی ایسی رس گھولتی آواز نہ سنی تھی۔ منظر نے نگاہ میں پلٹا کھایا تو نظر سامنے اس کعبہ شریف کی کالی چادر پر جا ٹکی تھی۔

دل تھا کہ الگ ہی راگ الاپ رہا تھا۔ جسم کا ہر ایک رواں رواں خوفِ خدا سے کانپ رہا تھا۔ اپنی کیفیت اس کی سمجھ سے باہر تھی۔ لگتا تھا کہ نظر اس کالے رنگ نے قید کر لی ہے۔ مانو کوئی جادو تھا کہ وہ اس جگہ سے ہل نہیں پا رہی تھی۔

بیگم نماز کا وقت جا رہا ہے۔ آؤ آج پھر میری امامت میں نماز پڑھو۔" اچانک " ایک ہاتھ کندھے پر آٹھہرا تو نگاہ نے ایک بار پھر پلٹا کھایا تھا۔

وہ شخص جو اس کا مزاجی خود، اس کا شوہر اس کی زندگی تھا۔ وہ اس پہلو میں کھڑا مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔ آئزل کے ہونٹ خود باخود مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔

حرم کی اس پاک زمین پر اپنے شوہر کی امامت میں نماز پڑھتے اس کی آنکھ سے گرتا ایک ایک آنسوئں شکر گزار تھا۔

نماز ختم ہوتے ہی دعا کے لیے ہاتھ اٹھے تو سمجھ نہ آیا کہ کیا دعا مانگے تو وہ رونے لگی۔ روتے روتے ایک ہچکی سی بندہ گئی۔

نیند میں ہچکی کے آتے ہی وہ اس خواب سے جاگی تھی۔ دیکھا تو جائے نماز پر ہی لیٹی تھی۔ نماز پڑھتے پڑھتے کب آنکھ لگی۔ اسے پتہ ہی نہیں چلا تھا۔

آئزل نے سر نفی میں جھٹکا تھا اور اپنے دل کے قریب ہوتے مسکراتے ہوئے زیر لب کچھ کہا تھا۔

پھر گھڑی کی طرف نظر دوڑائی تو سات بج رہے تھے۔ تیزی سے اٹھی۔ بیڈ پر دیکھا تو چار سالہ پرنیاں میڈم ٹانگیں بکھیرے سوئی ہوئی تھی۔ چہرے پر مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔

"پرنیاں اٹھو بچے آج بابا سے ملنے جانا ہے۔ جلدی اٹھو احمر چاچو ویٹ کر رہے ہونگے "

آئزل کی آواز پر پرنیاں کی آنکھیں پٹ سے کھلی تھی۔

"ہرے میں بابا سے ملنے جاؤں گی۔ پھر میں انہیں اپنی ٹریپ کی ساری سٹوری بتاوگی۔" پرنیاں کی خوشی دیدنی تھی۔

"اچھا دادی اماں سنا لینا سٹوری ابھی تو جلدی سے تیار ہو جاو۔ ورنہ ہم تمہاری وجہ سے لیٹ ہو جائیں گے۔" آئزل نے اسے بیڈ سے اتار کر نیچے کھڑا کیا تھا۔

آپ نے ہی مجھے باتوں میں لگایا ہے ماما ورنہ میں تو پہلی آواز پر ہی اٹھ گئی تھی۔ "

"احمر کی نٹ کھٹ صحبت کا پر نیاں پر بھی بہت اثر ہوا تھا۔

آئزل نے آنکھیں نکال کر پر نیاں کو دیکھا تو ہر نیاں کھلکھلاتے ہوئے واش کی طرف بھاگی تھی۔

@@@@@@@

ایک سال نو ماہ دس دن گزر چکے ہیں۔زندگی خاموشی سے اپنی ڈگر پر چل رہی "یے۔بس ایک چین نہیں ہے تو تمہاری بیٹی کو سارا دن مجھے آگے لگائی رکھتی ہے۔دادا دادی چاچا چاچی سب کی جان بستی ہے اپکی بیٹی میں، یہ انھی کے لاڈ پیار کا نتیجہ ہے کہ اب مہرانی میری سنتی نہیں ہے۔اب بھی احمر کے ساتھ باہر گئی ہے۔ ورنہ مجال ہے میرے پیار کی دشمن مجھے دو منٹ اپنے باپ کے پاس بیٹھنے دے۔ "بیڈ کے قریب رکھی کرسی پر بیٹی مسکراتی ہوئی آئزل مقابل کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیے بول رہی تھی۔

" سعد بھائ سے یاد آیا۔ میں آپکو بتانا ہی بھول گئ۔ اللہ کے کرم سے شادی کے ایک سال بعد مریم اور سعد بھائ کے گھر ننھا سہ مہمان انے والا ہے۔ میں تو بہت خوش ہوں۔ آخر چچی بنوں گی۔ ویسے آج کل گھر والے احمر اور افراح کی شادی کی کوششوں میں ہیں۔ لیکن احمر گدھا اس ضد پر اڑا ہے کہ اپنے لالا کے بغیر وہ شادی نہیں کرے گا۔ اس لیے جب وہ ائے تو آپ اس کے کان ضرور کھینچیے گا۔ بی بی جان، ماما (راحیلہ بیگم) بابا (مرتضیٰ صاحب)، بڑے بابا (مصطفیٰ صاحب) وہ سب بھی ٹھیک ہیں۔ آپکی کمی بہت محسوس کرتے ہیں۔ بڑے بابا کا بس نہ چلے کہ وہ یہاں پر ڈیرا لگا لیں۔

دادا حضور کے یہاں سب لوگ ٹھیک ہے

احد کے معافی مانگ کر واپس آجانے کے بعد سے وہاں پھر سے خوشیاں آگئ ہیں۔ کبھی کبھی وہ لوگ پرنیاں کو وہاں بلا کر اپنے پاس چند دن رکھتے ہیں۔ احد اس سے محبت کا اظہار کرتا ہے تو میں ڈر جاتی ہوں کہی وہ پرنیاں کی کسٹڈی نہ مانگ لیں۔ میں سہہ نہیں پاؤں گی۔

خیر میں بھی کیا دکھ بھری باتیں کرنے لگی جو ہوا نہیں اسے کیوں سوچنا۔۔۔

مزہ کی بات تو میں بتانا بھول ہی گئی ! سائم اور رومان بھائی کا بیٹا ابھی صرف ایک سال کا ہوا ہے اور لاڈ صاحب نے باپ کو ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں۔ رومان کا دیوانہ ہے

جاگتے ہوئے تو وہ باپ کو ماں سے پندرہ فٹ کے فاصلے پر بھی برداشت نہیں کرتا۔ ہاہاہا مجھے تو حیاء جب وہاں کی ایسی خبریں سناتی ہیں تو بہت مزہ آتا ہے۔

ہاں سچ آغا جان کا فون آیا تھا بتا رہے تھے کہ سندس کی شادی طہ ہو گئی ہے۔ ایک ہفتے بعد وہ بلا رہے تھے۔ سنا ہے لڑکے نے خود سندس کو پسند کر کے رشتہ بھیجا ہے۔ مجھے تو بہت خوشی ہوئی۔ اللہ اس کے نصیب اچھے کرے۔" معمول کے مطابق چہرے پر ہنسی لیے آئزل کومہ میں لیٹے حمزہ کو ہر اطلاع دے رہی تھی۔

چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ رب سے شکوہ کرنا چھوڑ کر اس نے خوش رہنا سیکھ لیا تھا۔

حمزہ!"آئزل کی آنکھیں بولتے بولتے نم ہوئ تھی۔"

اج میں نے بہت خوبصورت خواب دیکھا۔میں اور تم حرم مبارک میں تھے۔" میں اس خواب کی تکمیل چاہتی ہوں حمزہ پلیز زندگی کی طرف لوٹ آؤ۔۔پلیز میں تمہارے بغیر بہت کمزور ہوں حمزہ میرے انتظار کو لمبا مت کرو۔میرا کمزور دل سہہ نہیں پائے گا۔بہت مشکل سے اسے سمیٹے انتظار میں بیٹھی ہوں۔"آئزل کی آنکھ اشک بار تھی تو دل کرلایا تھا مگر وہ یہ الفاظ صرف سوچ ہی سکی تھی۔ نجانے کیوں کہہ نہ پائ تھی۔

""اچھا اچھا ناراض مت ہوں یہ دیکھیں آنسوں صاف کر لیے ہیں میں نے آئزل جلدی سے چہرہ صاف کرتے مسکرائی تھی۔

اتنے میں دروازہ کھولتے احمر اندر ایا تھا۔

السلام و علیکم کیسے ہیں لالا جان؟ سوری لالا جان اپکی پرائیویسی ہمیشہ کی طرح" ڈسٹرب کی مگر کیا کروں میں زیادہ دیر کسی کو تنگ کیے بنا رہ نہیں سکتا۔"احمر کی شرارتی آواز پر آئزل نے حسرت سے اسے دیکھا تھا۔

کیونکہ ایکسیڈنٹ کے بعد سے جس شخص نے اس کے بعد زندگی سے منہ موڑا تھا وہ احمر ہی تو تھا۔ حمزہ اور اپنے رشتے کی حقیقت پتہ چلنے کے بعد سے وہ بہت سیریس ہو گیا تھا۔ حمزہ سے محبت میں جہاں مزید اضافہ ہوا تھا۔ وہی ہنستا کھیلتا احمر بہت خاموش سہ ہو گیا تھا۔

بابا احمر چاچو بالکل بھی اچھے نہیں ہیں۔ یہ مجھے ونڈر لینڈ نہیں لے کر گئے۔" شاپنگ بھی نہیں کرائ افراح پھوپھو سے لڑائ بھی کی۔ اور یوں غبارہ کی طرح منہ پھلا کر گھر میں رہتے ہیں۔ آپ جلدی سے ٹھیک ہو کر ان کی پٹائ کریئے گا بابا جانی"دادی اماں باپ کے قریب چڑھ کر بیٹھ گئ تھی۔

اور احمر کی شیکایت لگانے تھی۔ احمر اور آئزل مسکرا دیے تھے۔

بابا میں آپ کو بہت مس کرتی ہوں۔ پلیز جلدی سے ٹھیک ہو جائیں"پرنیاں" باپ کے ماتھے پر بوسہ دیتے بولی تھی۔

پھر حمزہ کے کان کے قریب جھک کر رازداری میں بولی تھی۔
ماما بھی آپکو بہت مس کرتی ہیں۔ بابا میں نے انہیں کل رات چھپ کر روتے" دیکھا تھا۔اپ پلیز جلدی سے ٹھیک ہو جائیں پھر میں بھی انس(سائم کا بیٹا) کی طرح اپنے مامی ڈیڈی کے ساتھ رہوں گی۔"پرنیاں کی اداسی بھری آواز پر آئزل اور احمر دنوں کی آنکھیں نم ہوئی تھی۔

پرنیاں پہلے یوں کبھی اداس نہیں ہوئی تھی۔ جیسے وہ اب ہو رہی تھی۔ شاید یہ اس لیے تھا کہ وہ کل ہی تو دادا حضور لوگوں سے مل کرائی تھی۔

آئزل سے برداشت نہ ہوا تو اٹھ کر باہر چلی گئی۔ احمر نے بھی چپکے سے آنسوئں صاف کیے تھے۔ یہ درد تو کئی عرصہ سے ان کے ساتھ تھا۔ کبھی کبھی تو احمر کو لگتا تھا کہ شاید یہ آزمائش کبھی ختم ہی نہ ہو گی۔

@@@@@@@

سنیں اٹھے ناں مجھے بھوک لگی ہے۔" دو ماہ کی حاملہ مریم نے سعد کو رات کے " دو بجے نیند سے جگایا تھا۔

کیا یار بیوی سارا دن کا تھکا ہارا اب کیا میں رات کو نیند بھی نہیں لے سکتا۔"" سعد نیند میں بڑبڑایا تھا۔

اس کے ذمہدار بھی آپ ہی ہیں۔ میں تو ابھی خود بچی تھی اور اپ نے مجھے بچہ " پیدا کرنے پر لگا دیا۔" مریم کے غصہ سے دیے جواب پر سعد کی آنکھیں پھٹ سے کھلیں تھی۔ پہلے تو حیرت سے مریم کے فقرے کو سوچا ذہن بیدار ہوا تو سعد نے قہقہہ لگایا تھا۔

مریم اس حالت میں یونہی چڑچڑی ہو جایا کرتی تھی۔

"کیا ہے اب ہنس کیوں رہے ہیں ؟اگر تنگ کریں گے تو میں آج پھر آئزل آپی کے کمرے میں چلی جاؤں گی" مریم روہانسی ہو کر بولی تھی۔

"سوری سوری بیوی یار میں سیریس ہوں۔اچھا بتاو کیا ہوا؟ سو کیوں نہیں رہی؟" سعد دھمکی پر تڑپ کر سیدھا ہوا تھا۔

"مجھے انگور کھانے ہے" مریم نے معصوم سہ منہ بنا کر کہا تو سعد کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی۔

"اچھا فریج سے لے کر آتا ہوں۔" سعد بیڈ سے اتر کر سلیپر پہننے لگا تو مریم نے ایک اور فرمائش کی تھی۔

"اچھا سنیے انگوروں کے ساتھ وہ جو چاکلیٹ آئسکریم کا باکس پڑا ہے وہ بھی لے
ائے گا۔" مریم کی بات پر سعد نے حیرتِ سے بولا تھا۔

"بیگم آئسکریم اور انگور کا کیا کومبو ہے؟ ایک چیز لے آتا ہوں ناں میٹھا کھٹا ایک
ساتھ کھانے سے گلہ خراب ہو جائے گا۔"

"نہیں مجھے دونوں ہی چاہئے۔" مریم نے ضد کی تھی۔ موڈ سوئنگ کی وجہ سے
وہ اج کل بچوں والی حرکتیں کر رہی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے بیوی یار" سعد ہار مانتے کیچن میں آیا تو کاؤنٹر پر کھڑی آئزل کو
دیکھ شرما گیا تھا۔

انگور میں نے شام میں دھو کر فریج کے نچلے حصے میں رکھے تھے۔اور آئسکریم" سب سے اوپر ہے۔ کہو تو نکال دوں؟"آئزل نے مسکرا کر پوچھا تھا۔

نہیں شکریہ بھابھی میں پکڑ لیتا ہوں۔آپ سارا دن گھر کے کاموں میں لگی" رہتی ہے۔میں اتنا تو خود کر ہی سکتا ہون۔ویسے خیریت آپ جاگ کیوں رہی ہیں۔"سعد نے فریج کا دروازہ کھولا تھا۔

کچھ خاص نہیں بس نیند نہیں آرہی تھی تو کیچن میں اگئ"آئزل نظریں چراتے" بولی تھی۔

سعد کی آنکھیں نم ہوئی تھی۔ایک ہرجائ بھائ کم جگری یار شدت سے یاد آیا تھا۔وہ جانتا تھا کہ آئزل کی آنکھیں اس وقت نم ہو رہی ہو نگی۔ مگر وہ بے بس تھا کہ اپنی بھابھی کو بھائ نہیں لا کے دے سکتا تھا۔

جو پچھلے کئی عرصہ سے سب سے روٹھا پر سکون نیند سو رہا تھا۔

کبھی کبھی تو اس کا دل کرتا کہ جا کر حمزہ کو جھنجھوڑ کر اٹھا دے۔ مگر جب وہ حمزہ کے پاس جاتا تو خوب رو کر واپس آ جاتا تھا۔

وہ گواہ تھا اس بات کا کہ حمزہ کے بعد آئزل کیسے بدل گئی تھی۔ اس شہزادہ کی جوگن کی سی زندگی گزارنے لگی تھی۔ جو سارا دن گھر والوں کی دیکھ بھال اور کام کاج میں لگی رہتی اور شام میں اپنے شہزادہ کی محبت میں جاگ کر گزار دیتی۔ نیند تو بہت کم ہی مہربان ہوتی تھی۔

"اتنا مت سوچا کریں سعد بھائی میں ٹھیک ہوں۔ آپ کمرے میں جائیں مریم انتظار کر رہی ہو نگی۔" کیچن سے نکلتی آئزل نے سعد کو سوچوں سے گھسیٹ کر نکالا تھا۔

یہ تو اچھا نہیں کر رہا لالے "حمزہ کے عکس سے ہم کلامی کرتے سعد آنکھیں"
صاف کرتے خود بھی سامان پکڑتے کیچن سے نکل آیا تھا۔

@@@@@@@@

حسین آنچل تلے سر رکھے وہ سمندر کنارے سورج کی نرم گرم دھوپ سینک رہا تھا۔اس پر جھکی حسینہ کی آنکھیں محبت سے چمک رہی تھی۔ کبھی وہ اپنے بال اس کے چہرے پر کرتے اسے دھوپ کی تپش سے بچا کر مسکراتی تو کبھی ایک دم اس پر جھک سی جاتی۔

اس نے شرارت کرتی لڑکی کو گردن سے پکڑا تھا۔اور اس کے چہرے کو قریب کرتے اس کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھنے چاہے تھے کہ اچانک چہرے پر بہت زور سے منہ پر پاؤں بجا تھا۔

درد سے تڑپتے وہ نیند سے اٹھا تو نظر سیدھا اپنے اس ایک سالہ شریف (صرف لفظوں میں) شہزادہ پر پڑی تھی۔جو ماں کے سینے پر سر رکھے ٹانگیں اسکے منہ پر بچھائے، دائیں ہاتھ کا انگوٹھا منہ میں دبائے سو رہا تھا۔

سائم چہرے پر ہاتھ پھیرتے بڑبڑایا تھا۔

ایک اولاد جمی اوئی پیؤدی دشمن، نجانے کس جنم کا بدلہ لے رہا ہے خواب میں "بھی مجھے بیوی سے رومینس نہیں کرنے دیتا" سائم نے غصہ سے اسے گھورا تھا۔

رومان پر سکون سی سو رہی تھی۔ سائم نے اپنے رقیب کو دھیرے سے سیدھا کیا تھا۔ پھر شرارتی مسکراہٹ لیے اسے اٹھا کر ایک طرف کرتے خود رومان کے قریب ہوا تھا۔

اہ بیگم کتنی دونوں بعد اس حسین چہرے کا نزدیک سے دیدار کر رہا ہوں۔ قسم" سے تمہارا یہ بیٹا تو مجھے کبھی کبھی اپنی سزا لگتا ہے۔" رومان کو باہوں میں بھرتے سائم رومان کے چہرے پر جا بجا نرمی سے بوسہ دیتے بولا تھا۔

رومان سوتے جاگتے درمیانی کیفیت میں بولی تھی۔

"اپ یہاں میرے بیٹے کو کدھر کیا ہے؟"
رومان کی بڑبڑاہٹ پر سائم کا موڈ خراب ہوا تھا۔

"کہی نہیں گیا میرا رقیب اپنے دوسری طرف لیٹا یا ہے اور بے فکر رہو تکیوں کی باڈر بنا کر لیٹا یا ہے تاکہ محترم نیچے نہ گرے۔" سائم ناراضگی سے بولتا دور ہوتے بڑبڑایا تھا۔ "تمہیں تو جب دیکھو اپنے بیٹے کی پڑی ہوتی ہے۔ بیٹے کے باپ کی تو کوئی پرواہ نہیں ہے۔"

رومان کی نیند اڑن چھو ہوئی تھی۔ چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔ اسے اپنے شوہر پر ترس ایا تھا۔ یہ سچ تھا کہ جب سے بے بی ہوا تھا سائم کے ساتھ وہ بہت کم وقت گزار پاتی تھی۔

رومان فاصلہ مٹاتے قریب ہوئی تھی۔ اور سائم کے سینے پر سر رکھتے مسکرائی تھی۔ "آپ ہی کا خون ہے تو عادات بھی آپ پر ہی جانی تھی۔ مجھے قصوروار

مت کہیں کیونکہ شدت پسند تو وہ ابھی سے آپ کی طرح ہی ہے۔" رومان کے انداز پر سائم کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔

ایک دوسرے کی محبت میں بھیگتے ابھی انہیں پانچ منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ انس صاحب کا بھونپو چل اٹھا تھا۔

سائم اور رومان ہڑبڑا کر اٹھے تھے۔
سوتن ہے تو اپنے ہی باپ کا بیٹا بڑے ہو کر بہت کمال کرے گا" سائم انس کو" رومان کی طرف بڑھاتے بدمزہ لہجے میں بولا تھا۔ پھر اپنے بیٹے کے سامنے ہاتھ جوڑتے بولا تھا۔

اوبیٹا اپنا یہ سپیکر بند کر دے یا تو سب کو سنا کر ہی دم لے گا کہ میرا باپ رات کی" تاریخی کا فائدہ اٹھاتے مجھے ماں سے دور کرتے خود اس کے قریب ہو گیا ہے۔"
سائم کے چپ کرانے کے انداز پر رومان بے تحاشہ ہنسی تھی۔

اتنے میں باہر سے ابرار صاحب کی اواز آئی تھی جو شاید تہجد کے لیے اٹھے تھے۔

سائم بیٹا کیا ہوا انس کو؟ اتنا کیوں رو رہا ہے؟" ابرار صاحب کی آواز پر سائم" میران (جو ماں کی گود میں جاتے ہی اس سے چپک کر ایسے چپ ہوا تھا جیسے کاروں کا خزانہ مل گیا ہو) کو گھورتے بولا تھا۔

کچھ نہیں بابا میرا رقیب۔۔۔۔ میرا مطلب ہے انس کو بھوک لگی تھی۔ بس" اسی لیے اٹھ گیا تھا۔ ٹینشن کی بات نہیں آپکا لاڈلا ٹھیک ہے" آخری بات سائم نے دانت چباتے کہی تھی۔

رومان نے لب دباتے بمشکل ہنسی روکی تھی۔

میران بھی باپ کی شکل دیکھ کھلکھلایا تھا۔بیٹے کو مسکراتے دیکھ سائم کے چہرے پر بھی مسکراہٹ بکھری تھی۔

کمرے سے آتی ہنسنے مسکرانے کی دھیمی دھیمی آواز پر ابرار صاحب دل میں دعا کرتے (کہ کاش ان کا بڑا بیٹا بھی زندگی میں یوں خوش ہو سکے) مطمئین سے واپس لوٹ گئے تھے۔

@@@@@@

کیسے ہو؟میرا دل تو نہیں تھا کہ تم جیسے بے وفا سے ملنے آؤ کیونکہ میری تو چھوڑ" تمہیں تو اپنی محبت کا احساس بھی نہیں ہے۔سب سے منہ موڑے ناراض سو رہے ہو۔"بیڈ پر لیٹے حمزہ کو پیٹھ دیکھائے سعد کھڑکی کیطرف رخ کیے کھڑا تھا۔ نجانے وہ ایسا کر کے اپنی آنکھوں کی سرخی چھپانا چاہ رہا تھا یا پھر ناراضگی کا اظہار کرنا چاہ رہا ہو۔

پوچھو گے نہیں کہ آج اچانک کیوں آیا ہوں؟"سعد نے ذرا کی ذرا گردن موڑ" کر اسے دیکھا تھا۔پھر اپنی سابقہ حالت میں جاتے وہ بولا تھا۔

پرنیاں کی کسٹڈی مانگی ہے احد نے، ابھی یہ مطالبہ اس نے مجھ سے کیا ہے۔ مجھے "
سمجھ نہیں آرہا کہ میں ائزل بھابھی کو یہ بات کیسے بتاؤ کیونکہ وہ تو پہلے ہی تمہاری
بے وفائی پر مر رہی ہیں۔ "

جانتے ہو سالوں سے ہنسنا چھوڑ دیا ہے انہوں نے، آخر کس غلطی کی سزا دے "
رہو۔ ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ تم خود ہی ہوش میں آنے کی کوشش نہیں کرتے۔
آخر کیوں اتنے بے حس ہو۔ ایک اخری بات دھیان سے سن لو اگر تم نے خود پر
جمی یہ جمود نہ توڑی تو میں خود پرنیاں کے ساتھ ساتھ آئزل بھابھی کو بھی احد کے
حوالہ کر کے آؤں گا۔ ویسے بھی آج کل احد اپنے ماضی پر پچھتا رہا ہے اور اپنی
کھوئی چیز واپس چاہتا ہے۔" سعد کی آخری بات پر حمزہ کے ساتھ جڑی مشینوں کی
ریڈنگ میں ہلچل ہوئی تھی۔ ایسے جیسے حمزہ کو یہ بات بہت ناگوار گزری تھی۔

سعد اس سب سے انجان مزید بول رہا تھا۔

جانتا ہوں کہ میں نے تجھ سے یہ سچ چھپایا تھا کہ میں تیری شناخت سے اسی "
وقت واقف ہو گیا تھا۔ جس وقت یونیورسٹی کے پہلے سال ایک سکالرشپ کے

سلسلے میں جمع کروائے گئے تمہارے فارم دیکھے تھے۔ مزید یقین اس وقت ہوا جب میں نے تمہارے خالہ کے گھر میں تمہاری بچپن کی تصویریں دیکھی تھی۔ اس سب میں میری نیت بہت صاف تھی حمزہ اور تیری طرف میں نے دوستی کا ہاتھ سچے دل سے بڑھایا تھا۔ تجھ سے میری دوستی میں کوئی کھوٹ نہیں تھی حمزہ تو کیوں سب کی طرح مجھ سے بھی ناراض ہو کر لیٹا ہے۔" سعد نم آنکھوں سے کہتے پلٹا تھا۔

جب حمزہ کی لرزتی پلکوں پر نظر پڑتے سن ہوا تھا۔ اسے یہ سب گمان لگا تھا۔ مگر جب نظر حمزہ کی ہلتی انگلیوں پر گئی تو خوشی اور گھبراہٹ کے ملے جلے احساسات سے اس نے ڈاکٹر کو پکارا تھا۔

@@@@@@@

چھوڑو مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟" احد نے احتجاج میں ہاتھ پیر مارے تھے۔"

اسے یاد تھا کہ کل شام جب وہ آفس سے واپس آرہا تھا۔تب اچانک گاڑی جھٹکے سے رکی تھی اور دراز قدامت چند گاڑی کا دورازہ کھولتے اسے باہر گھسیٹنے لگے تھے۔جنہوں نے زبردستی اس کے منہ پر بے ہوشی کی دوا رکھی تھی۔

پھر کیا ہوا اسے کچھ یاد نہیں،ہوش آیا تو چہرے پر کالے رنگ کا کپڑا تھا اور ہاتھ پاوں باندھے ہوئے تھے۔بےبسی کے احساس سے وہ چیخ چلا بھی ٹھیک سے نہ پایا تھا۔

جہاں بھی لے جارہے ہیں۔وہ پتہ چل جائے گا۔ابھی بس چپ کرکے چل""
ایک شخص نے احد کی پیٹھ میں دھمو کا جڑتے کہا تھا۔
احد کراکر رہ گیا تھا۔
چند دور چلنے کے بعد انہوں نے احد کی ٹانگوں کے بیچ ڈنڈا مارا تھا۔وہ لڑکھڑا کر گرا تھا۔

اس کے ہاتھ کھولو!"احد کو اچانک ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی تھی۔ مگر وہ"

پہچان نہ پایا۔

ہاتھ کھلتے ہی احد نے اپنے چہرے کی جانب ہاتھ بڑھانا چاہا تھا۔جب کسی نے کوئی

ٹھوس چیز اس کے ماتھے پر رکھی تھی۔

وہ بھی کھل جاتا ہے پہلے ان دو پیپرز پر سائن کرو۔"۔"

بندوق پر ہاتھ لگتے ہی احد کو کل سے آج تک پہلی بار ڈر لگا تھا۔

مگر ڈر پر قابو پاتے بولا تھا۔

کیوں میں کیوں سائن کروں۔ نجانے کس پر سائن چاہ رہے ہو۔؟"احد"

گھبراہٹ سے پر لہجے میں بولا تھا۔

ٹینشن مت لو تمہاری طرح غاصب نہیں ہوں۔بس جو تم نے چھینا ہے اور چھینا"

"چاہ رہے ہو۔ان کا حق تم سے لے رہا ہوں۔

احداب کے الجھا تھا۔ کچھ گڑ بڑ تھی۔ چند لمحے سوچ کر اس نے آواز پر غور کیا تھا۔

کس کی تھی یہ آواز ؟؟

تم تو حمزہ ہو۔" احد نے بے یقینی سے کہا تھا۔"

حمزہ کے قریب کھڑے سعد نے جھٹکے سے اس کا ماسک اتارا تھا۔ جبکہ ویل چیئر پر بیٹھا حمزہ اس پر گن تانے نفرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

میں نے تمہیں کیا کہا ہے جو مجھے ایسے لائے ہو۔" احد نے غصہ سے بپھرتے" حمزہ پر جھپٹنا چاہا تھا۔

سعد نے ہاتھ میں پکڑی ہاکی زور سے احد کی ٹانگ پر مارتے اسے بے بس کرتے دوبارا گرایا تھا۔

احد کی چیخ بلند ہوئی تھی۔

حمزہ نے احد کے بالوں کو جکڑا تھا۔ احد کی آنکھوں میں بے ساختہ سالوں پہلے کا منظر واضع ہوا تھا جب آئزل ایسے ہی اس کے سامنے بے بس پڑی تھی۔

"تمہاری یاداشت تو بہت اچھی ہے احد ابرار لیکن غور سے سن میں نے تم سے کوئی بدلہ لینے کے لیے تجھے کڈنیپ نہیں کیا۔ بدلہ خاندان تباہ کر دیتا ہے۔ تیرا حساب تجھ سے تقدیر خود لے گی۔" حمزہ نے سپاٹ لہجے میں احد کی آنکھوں کو پڑھتے کہا تھا۔

"تو پھر تم مجھے یہاں کیوں لائے ہوں؟" احد نے حیرت سے پوچھا۔
"اپنی چیزیں لینے" دو لفظی جواب دیتے حمزہ نے پھر سے وہ کاغذات احد کے سامنے کیے تھے۔
"پہلے پیپرز پراپرٹی کے پیپرز ہیں۔ تم نے آئزل کی جو پراپرٹی اپنے نام کی تھی۔ اس میں سے مجھے صرف خالہ جانی کا وہ گھر چاہیے کیونکہ وہ آئزل کی امانت ہے۔ چاہتا تو میں تجھ سے خرید بھی سکتا تھا۔ مگر وہ تو نے زبردستی چھینے ہے۔ اس لیے شرافت سے واپس کر دے۔" حمزہ کی بات پر احد کے چہرے پر ندامت و شرمندگی ابھری تھی۔
احد نے چپ چاپ کر کے اس پر سائن کر دیے تھے۔

دوسرے پیپرز کو دیکھتے احد ایک دم چیخا تھا۔

" میں کسٹڈی کے پیپرز سائن نہیں کروں گا۔ پرنیاں میری بیٹی ہے۔"

حمزہ غصہ سے بپھرتے احد کو بالوں سے پکڑتے چیخا تھا۔

کونسی تیری بیٹی ؟ وہ جس کی پیدائش کے وقت تو نے اس کے ماں کی کمر میں " پاؤں مارتے اسے مرنے کی دعا دی تھی، یا وہ بیٹی جس کو تو نے اس کی ماں کے منہ پر جھٹلایا تھا، یا وہ بیٹی جس کی ماں کو تو نے اس وقت طلاق دی جب تجھے اس کی پیدائش کا علم ہوا تھا۔ کیونکہ تمہیں بچہ نہیں چاہیے تھا۔" حمزہ کی بات تلخ تھی۔ احد کو چبھی تھی۔

میں تب نادان تھا۔" احد نے بودی دلیل تھی۔"

ہاں گر اس وقت تمہاری نادانی میں میری بیٹی مر جاتی تو.. " حمزہ کا بس نہیں" چل رہا تھا کہ وہ احد کی جان لے۔

احد چپ رہ گیا تھا۔ حمزہ نے اس کے بالوں کو چھوڑتے گہری سانس لی تھی۔

تم اس پر باپ ہونے کا حق اول دن سے کھو چکے ہو احد تم سے اس کا خون کا" تعلق ہو سکتا ہے۔ مگر میرا اور اس کا محبت کا رشتہ ہے۔ تمہیں میں نے پہلے اپنی محبت (ائزل) چپ کر کے لیجانے دی تھی کیونکہ تب میں حق نہیں رکھتا تھا مگر جو تم نے اس کا حشر کیا۔ بہت وقت لگا ہے مجھے اسے زندگی کی طرف لانے میں، میں اب اپنی معصوم بیٹی کو تیرے حوالہ کر کے کوئ آزمائش کے لیے نہیں بھیج سکتا۔ وہ میری بیٹی ہے۔ تم مجھ سے میری بیٹی نہیں چھین سکتے۔"حمزہ کی آنکھیں نم ہو رہی تھی۔

احد ساکن سہ اسکی نم آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔

کوئ کسی کی بیٹی سے اتنی بے لوث محبت نہیں کر سکتا۔ جیسے تم کر رہے ہو۔ کل" کو جب تمہاری اپنی اولاد ہو گی تم اسے بھول جاؤ گے۔"احد کی بات پر حمزہ کے دل میں چھن سے کچھ ٹوٹا تھا۔

کوئی اس کے اور اسکی بیٹی کی محبت پر شک کر رہا تھا۔

یہ تو ابتداء تھی نجانے اگے کس کس نے یہ بات کہنی تھی۔ وہ اس لیے پہلے ہی اس بات کو ختم کرنا چاہتا تھا۔

میں نے تم سے تمہاری رائے نہیں مانگی کیونکہ جو شخص خود کی اولاد سے محبت" نہیں کر سکتا وہ کسی کی محبت پر کچھ کہنے کا حق نہیں رکھتا۔ چپ کر کے ان پیپرز پر سائن کر دو۔ ورنہ کسٹڈی تو عدالت میں بھی ہمیں ہی ملے گی کیونکہ جب آئزل سب کے سامنے بتائے گی کہ پرنیاں کی پیدائش کے وقت تم نے اس کو مارنے کی کوشش کی تھی اور پرنیاں کی جان کو تم سے خطرہ ہے تو تب بھی میری بیٹی مجھے ہی ملے گی۔ "حمزہ کی آنکھوں میں ہلکورے لیتا جنون احد کو پل پل ششدر کر رہا تھا۔

میں سائن کرنے کے لیے تیار ہوں۔ بس میں ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں۔" "احد نے کسی سوچ میں ڈوبے پوچھا تھا۔

" پوچھو "

"آخر تم آئزل سے عشق کیوں کرتے ہوں کہ اس کے پیچھے پر نیاں سے بھی محبت کرنے لگے ہو۔ حالانکہ وہ میرے نکاح میں رہی ہے مگر مجھے تو اس سے محبت نہ ہو سکی۔" احد کے سوال پر حمزہ نے گہری سانس بھری تھی۔ چہرے پر مسکراہٹ سی بکھری تھی۔

آئزل کی یاد پر خوبصورت سہ احساس اس کی رگ وپہ میں آٹھرا تھا۔

"جانتے ہو سالوں پہلے کی بات ہے۔ جمعہ کے بعد کا وقت تھا۔ لوگ نماز پڑھنے کے بعد جا چکے تھے۔ ہم چند لوگ بیٹھے تھے۔ تب ایک شخص نے تمہاری ہی طرح کا سوال کیا۔

'مولوی صاحب بعد اوقات کچھ لوگوں سے ملتے ہی ہمیں ان سے محبت کیوں ہو جاتی ہے۔'

جانتے ہو مولوی صاحب نے کیا کہا؟" حمزہ نے اس کے جانب دیکھا تھا۔

"عالم ارواح میں جو روحیں ایک دوسرے کے پاس ہوتی ہیں۔ ساتھ ساتھ رہتی ہیں۔ انہیں ایک دوسرے سے محبت اور لگاؤ ہوتا ہے۔ جب زمین پر یہ روحین

ملتی ہیں۔ان سے ملتے ہی روحیں ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔وہ دوبارا سے محبت میں گرفتار ہو جاتی ہیں۔یوں بظاہر انجان لوگ محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

محبت روحوں کا تعلق ہے اور میرا تعلق آئزل سے اسی وقت جڑ گیا تھا۔جب اپنی پہچان کھو کر میں خالہ جانی کے گھر آیا تھا۔

میری روح آئزل کی روح کو کب پہچانا میں نہیں جانتا مگر اٹھارہ سال کی عمر میں مجھے پہلی بار محبت کا احساس ہوا تھا۔"حمزہ کا جواب احد کو لاجواب کر گیا تھا۔

احد نے خاموشی سے کاغذات پر سائن کر دیے تھے۔جانتا تھا حمزہ ایسا شخص تھا جو اس سے زیادہ پرنیاں کے لیے بہتر تھا۔

@@@@@@@@

احمر ادھر آؤ ہمیں تم سے بات کرنی ہے۔کتنے دنوں سے ہم دیکھ رہے ہیں۔" جب سے شادی کی بات چلی ہے۔تم ہمارے ساتھ اب سب گھر والوں کو بھی

نظر انداز کرنے لگے ہو۔"لان میں بیٹھے مصطفیٰ صاحب نے تیزی سے باہر جاتے احمر کو پکارا تھا۔

پاس ہی مرتضی صاحب، بی بی جان اور راحیلہ بیگم بھی بیٹھیں ہوئی تھی۔

ابھی میں ایک کام سے باہر جارہا ہوں بی بی جان آکر آپ کی بات سنوں گا۔""
احمر سپاٹ لہجے سے کہتے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولنے لگا تھا۔
جب ڈرائیو وے پر ایک گاڑی آکر رکی تھی۔

گاڑی کا دروازہ کھولتے ہی پہلے سعد نکلا تھا۔ویل چیئر کو باہر رکھتے سعد نے حمزہ کو بیٹھنے میں مدد دی تھی۔(حمزہ ویسے تو ٹھیک تھا مگر اتنے عرصے کے بعد کوما سے نکلنے کی وجہ سے کمزوری بہت ہوگئی تھی۔یہی وجہ تھی کہ فلحال ڈاکٹرز نے اسے ویل چیئر کے استعمال کا کہا تھا۔)۔

حمزہ کو دیکھتے سب کے چہروں پر خوشگوار سی بے یقینی ابھری تھی۔

لالا "خوشی سے بھرائے ہوئے لہجے میں کہتا احمر تیزی سے حمزہ کے قریب گیا" تھا۔

مگر چند قدم کے فاصلے پر رک گیا تھا۔

کیا ہوا رک کیوں گئے احمر کیا میں اس قابل نہیں کہ تم میرے گلے لگو؟" حمزہ" نے بازو پھیلاتے کہا تو احمر نے چھوٹے بچوں کی طرح ہچکی لیتے نفی میں سر ہلایا تھا۔اور تیزی سے حمزہ کی بازوؤں میں آسمایا تھا۔

میں نے آپکو بہت مس کیا لالا! آپ نے ہوش میں آنے میں اتنی دیر کیوں لگا" دی؟ بابا کا بدلہ آپ نے ہم سب سے لیا۔ حمزہ لالا کہی آپ مجھ سے نفرت تو نہیں کرتے ناں؟" احمر نے روتے روتے معصومیت سے سر اٹھا کر پوچھا تھا۔

نہیں میری جان بھلا کوئ اپنے بھائی سے بھی ناراض ہو سکتا ہے۔ تم تو میری" بازو ہو، میری طاقت ہو۔جب تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے تو تم ایسا کیوں سوچ

رہے ہو نکمے لڑکے "حمزہ احمر کے سر پر بوسہ دیتے اسے اپنی بازوں میں بھینچتے بولا تو سالوں سے احمر کے دل پر پڑا بوجھ کھسکا تھا۔
اس معصوم سے شرارتی شہزادہ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔

لالا آپ ٹھیک ہیں ناں یوں ویل چیئر پر کیوں بیٹھیں ہیں؟"احمر نے آخر اس چیز کا پوچھا تھا۔ جس پر سبھی کی نظر دی تھی۔

اولالا کے دیوانہ تیرا محبت کا سین ہو گیا ہو تو اب اٹھ جا بتادوں کومہ سے نکلنے" کے بعد حمزہ ایک دم سے کھڑا نہیں ہو سکا۔ کمزوری بہت ہے اسے ڈاکٹرز نے کہا ہے کہ ایک دو دن وہ چلنے پھرنے سے احتیاط کرے۔ اسی لیے اس ویل چیئر کا استعمال ہو رہا ہے۔ بس یہ اج کا دن ہی ہے۔ شام تک یہ اسے چھوڑ سکتا ہے۔ چل اب اٹھ ہمیں بڑوں سے بھی ملنا ہے۔"حمزہ کی بجائے سعد احمر کو ڈپٹہ ہوئے بولا تھا۔

سعد لالا تم تو ہم بھائیوں کی محبت سے جلتے رہنا جل کڑ کڑا کہی کا" احمر منہ بسورتے کھڑا ہوا تھا۔

حمزہ نے قہقہہ لگایا تھا، سعد کا منہ ورطہ حیرت سے کھلا تھا۔

ہمم آیا بڑا بھائیوں کی محبت والا چل دفعہ ہو، پہلے وہ میرا جگری دوست ہے۔" اس لیے مجھے تجھ سے جلنے کی ضرورت نہیں" سعد حمزہ کو بی جان کی طرف لیجاتے بڑبڑایا تھا۔

کیسی ہیں بی بی جان ؟" حمزہ بی بی جان کے ہاتھ کو بوسہ دیتے آنکھوں پر لگاتے" محبت سے بولا تو بی جان کی آنکھوں سے آنسوں جاری ہوئے تھے۔

پہلے پتہ نہیں کیسی تھی۔ ہر روز اس خواہش کو لیے جی رہی تھی کہ کاش میرے" مرنے سے پہلے میرا بیٹا اس نیند سے اٹھ جائے اور میرے جنازہ کو کندھا دینے

کے لیے موجود ہو۔ مگر آج تمہیں دیکھ لیا ہے تو پھر سے جی اٹھی ہوں میری جان "بی بی جان حمزہ کے ماتھے پر بوسہ دیتے اشک بار آنکھوں سے بولی تھی۔

اللہ تمہیں لمبی حیاتی دے میری جان! تمہارے تمام دکھ مٹائے اور تمہیں ہنستا بستا رکھے، تمہیں اپنے پوتے پوتیوں کے منہ دیکھنا نصیب کرے آمین "بی بی جان نے حمزہ کو دعا دی تھی۔
جس پر سب نے آمین کہا تھا۔

حمزہ اسی طرح مرتضی صاحب اور راحیلہ بیگم سے ملا تھا۔ آخر میں وہ مصطفیٰ صاحب کے پاس جا کر رکا تھا۔ کب سے مسکراتے ہوا حمزہ، خاموش نظروں سے انہیں دیکھنے لگا تھا۔

ایسے کیا دیکھ رہو؟ "مصطفیٰ صاحب گھٹنوں کے بل حمزہ کے قریب بیٹھے تھے۔ "

ایک عرصہ میں نے خود کو لاوراث اور یتیم مسکین سمجھ کر گزارا ہے۔ایسا" شخص جس کی کوئی پہچان نہیں ہے۔ جس کو اسی کے گھر والوں نے در بدر کر دیا تھا۔اب اچانک سے سب کچھ مل جانے پر میں اس چہرہ کو غور سے دیکھنا چاہتا ہوں کہ میرا اصل کیسا ہے؟ جس نے مجھے خود سے توڑ کر لاوراث بنا کر پھینک دیا تھا۔"حمزہ کی بات پر سب لوگوں کی آنکھیں نئے سرے سے برسی تھی۔

ایسے مت کہو حمزہ تمہارے اصل نے تمہیں جان بوجھ کر خود سے الگ کر کے" پھینکا نہیں تھا۔دشمن کے جال میں پھنس کر بے بس ہو چکا تھا۔مگر یقیناً گرومیں نے ہمارے دشمن مختار خان کو کیفر کردار تک پہنچا دیا ہے۔اب وہ ہمیں کبھی تنگ نہیں کر سکے گا۔"مصطفیٰ صاحب نے اج لگی اس عدالت میں خود کو بے گناہ ثابت کرنے کو دلیل تھی۔

مختار خان جسن نے میری ماں پر الزام لگایا۔بطور آپ کے وہ اپنے انجام تک" پہنچ چکا ہے۔مگر آپ کا کیا؟ جس نے بغیر کسی ثبوت و دلیل کے اپنی بیوی کو زانی

مان لیا؟ میاں بیوی تو ایک دوسرے کے لباس ہوتے ہیں کیا آپ کے لیے آپ کا لباس اتنا بے اعتبار تھا کہ کسی کے چند جملوں پر آپ نے وہ اتار پھینکا؟" حمزہ کے سوال وہاں سب کو مجرم بنا رہے تھے۔ کیونکہ اگر مصطفیٰ نے اپنی بیوی پر الزام لگائے تھے تو ان میں سے کسی نے اس کی بیوی کے حق میں گواہی نہیں دی تھی۔

تم غلط سمجھ رہے ہو حمزہ وہاں سچویشن ہی ایسی تھی۔۔۔ "مصطفیٰ صاحب کی بات" کاٹتے حمزہ غصہ سے بولا تھا۔

ہاں اور آپ ایک پولیس آفیسر ہو کر اس سچویشن سے دھوکا کھا گئے۔ ہے ناں؟"

" بہت ہی کوئی کم نظر پولیس آفیسر رہ چکے ہیں۔

مصطفیٰ صاحب کے لب سیل چکے تھے۔ حساب کا وقت آیا تھا تو کوئی دلیل نہ بچی تھی۔

میری ماں کو دنیا کے سامنے آپ نے بدکار ٹھہرایا مصطفیٰ آغا، میں خود میں اتنا" ظرف نہیں پاتا کہ آپکے اس عمل کے بعد بھی آپ کو معاف کر کے میں آگے بڑھ کر گلے لگا پاؤں۔

ایک زندگی میں نے یتیموں کی طرح گزراری ہے۔اس لیے مجھ سے کوئی توقع مت رکھیے گا کہ میں آپکی طرف قدم بڑھاؤں گا۔۔کیونکہ فلحال میرا اتنا بڑا ظرف نہیں۔"حمزہ نے یہ کہتے ہی ویل چیئر کا رخ دوسری جانب کیا تھا۔

مصطفیٰ صاحب زندگی میں پہلی بار خود کو ہارا ہوا محسوس کرنے لگے تھے۔

اس گھر کے بہت سے احسانات ہیں مجھ پر یہی وجہ ہے کہ میں آج یہاں ہر چیز" بھولا کر اس اصل کے پاس آیا ہوں جس کی اب مجھے ضرورت نہیں ہے۔

بی بی جان، سعد کے بابا اور راحیلہ ماما اگر آپ برا نہ مانے تو میں اپنی باقی ماندہ زندگی بھی انہی پہلے والے رشتوں کے ساتھ گزارنا چاہوں گا جو مجھے سعد کی دوستی کی بدولت ملے ہیں۔مجھے نئے تعلقاتِ نہیں چاہیے۔آپ کو کوئ اعتراض تو نہیں ؟"حمزہ کی بات پر کب سے خاموشی سے آنسوں بہاتی راحیلہ بیگم آگے بڑھی تھی۔

" میری جان تم جیسے چاہو ویسے رہو۔"

راحیلہ ماما اللہ نے مجھ سے میری ماں لے کر مجھے دو مائیں اور دی ہیں۔ جنہوں" نے مجھے ایسی محبت دی ہے جیسے شاید میری سگی ماں بھی نہ دے پاتی۔آپ کا

بہت شکریہ راحیلہ ماما" حمزہ نے راحیلہ بیگم کے ہاتھ پر بوسہ دے کر اسے احترام سے آنکھوں پر لگایا تو فضاء ایک دم سے ہلکی پھلکی ہوئی تھی۔

" دادو ماما اور پھوپھو کہہ رہی ہیں۔ کھانا بن گیا ہے۔ آپ لوگ جلدی سے اندر آجائیں" اتنے میں پرنیاں سفید فراق میں کھلکھلاتی ہوئی لان میں آئی تھی۔

حمزہ کا دل اپنی بیٹی کو دیکھ خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔

کتنی بڑی ہو گئی ہے میری بیٹی! کیا میں اپنی زندگی کا اتنا لمبا عرصہ بیماری میں گوا دیا۔ مجھے تو اپنی بیٹی کے پہلے قدم اٹھنے پر اسے سہارا دینا تھا، جب وہ بابا بولتی تو خوشی سے اسے لے کر جھوم ڈالنا تھا۔ میں تو کچھ بھی نہیں دیکھ پایا۔ اپنی طرف بڑھتی اس تین سالہ پرنیاں کو دیکھ حمزہ کے دل میں ملال سہ ابھرا تھا۔

دوسری طرف باپ کی دیوانی پرنیاں کا حال بھی مختلف نہیں تھا۔ جو آنکھوں میں حیرت لیے، چہرہ پر بڑوں کی طرح سنجیدگی سجائے حمزہ کے پاس ائ تھی۔

"آپ میرے پاپا ہو ناں؟ آپ نیند سے اٹھ گئے؟" حمزہ کے ہاتھ کو ڈرتے ڈرتے ہاتھ لگاتے پرنیاں نہ پوچھا تھا۔

پرنسسز یار ڈر کیوں رہی ہو۔ یہ تمہارے ہی بابا ہیں۔ چاہو تو چھو کر دیکھ لو۔ """

احمر نے اپنی نم آنکھیں صاف کرتے پرنیاں کو پکڑ کر حمزہ کی گود میں بیٹھایا تھا۔

جس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئی تھی۔

آپ سچ میں میرے پاپا ہیں" پرنیاں نے حمزہ کے چہرے پر ہاتھ رکھتے پوچھا تھا۔ "

حمزہ نے بے ساختہ اپنی بیٹی کے ماتھے پر پیار کیا تھا۔

ہاں میری جان میں ہی آپ کا پاپا ہوں۔ کیا میری بیٹی اپنے پاپا کو پہچان نہیں پائی "

"

پاپا میں نے آپ کو بہت مس کیا پاپا میں اللہ جی سے روز آپ کے اٹھ جانے کی "

دعا کرتی تھی۔ فائنلی اللہ جی نے میری دعا سن لی ہرے اب میرے پاس بھی انس

بھیا کے جیسے ماما اور پاپا دونوں ہونگے" حمزہ کی آواز سنتے پرنیاں خوشی سے حمزہ

کے گلے لگتے چلائی تھی۔

حمزہ نم آنکھوں سمیت مسکرا دیا تھا۔

مسکرایا تو وہاں موجود ہر شخص بھی تھا۔ ان دونوں باپ بیٹی کی محبت تھی ہی ایسی

دل موہ لینے والی۔۔۔

اتنے میں مریم اور افراح کے ساتھ آئزل بھی اس طرف آتی دیکھائی دی تھی۔

حمزہ لالا آپ آ گئے "افراح حمزہ کو پہچانتے خوشی سے چیخی تو آئزل وہی ساکن" ہوئی تھی۔ کتنے ہی لمحے وہ بے خودی میں اس چہرے کو دیکھے گئی تھی۔

دیکھ تو شہزادہ بھی دیوانگی سے رہا تھا۔ سالوں کی تشنگی تھی، منٹوں میں کیسے مٹ سکتی تھی۔

بے خودی میں چلتے آئزل ہر چیز بھلائے اس شہزادہ کے قریب آئی تھی۔ جو بار بار اپنی نم آنکھیں صاف کرتا مسکرا کر اپنی بیوی کو آنکھ بھر کر دیکھ لینا چاہتا تھا۔

کیا میں دن میں بھی خواب دیکھنے لگی ہوں۔ "حمزہ کے چہرے کو ہاتھوں سے" چھوتے ائزل بے یقینی میں بڑبڑا رہی تھی۔

آنسوں آنکھوں سے خود باخود بہہ رہے تھے۔

بیگم یہ خواب نہیں حقیقت ہے۔"آئزل کے ہاتھوں کو لبوں سے لگاتے حمزہ نم" لہجے میں بولا تو آئزل حمزہ کے گھٹنوں پر سر رکھتے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

آخر برسوں بعد اس کا انتظار اختتام پزیر ہوا تھا۔آئزل خود تو رو رہی تھی۔ساتھ میں باقی سب کو بھی رولا رہی تھی۔

ماما آپ رو کیوں رہی ہیں۔اب تو بابا ٹھیک ہو گئے ہیں۔"پرنیاں آئزل کے" رونے پر سہم سی گئی تھی۔

یہ تو خوشی کے آنسوئں تھے بچہ میں کب رو رہی تھی۔دیکھوں میں تو خوش" ہوں"پرنیاں کی اواز پر آئزل جلدی سے آنسوں صاف کرتے مسکرا کر بولی تھی۔

حمزہ تو بس نثار ہوتے ہر چیز سے لاپرواہ آئزل کو دیکھے جا رہا تھا۔ جو وقت کے ساتھ بہت بدلی ہو لگ رہی تھی، پہلے سے زیادہ سمجھدار مگر جسمات پہلے سے بہت کمزور سی ہو گئی تھی۔

نجانے کیوں پہلی بار دیکھنے کے بعد وہ اب حمزہ سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔

"ہاں ماما میں بہت بہت خوش ہوں۔ اب ہم چاچو کی شادی کریں گے۔ میں آپ دونوں کے ساتھ ڈانس کروں گی۔ بہت مزہ آئے گا ہرے ے ے" پرنیاں کے اپنے ہی خواب تھے۔ جسِ سن کر سب مسکرا دیے تھے۔

"لیکن میں اس بندر سے شادی نہیں کروں گی پرنیاں تم بھول گئی یہ بندر تمہاری دوست سے کتنا غصہ سے بولتا تھا۔" افراح نم آنکھوں سے بولتی حمزہ کے قریب ائی تھی۔ "آپ اس بندر کو ڈانٹنے کیوں نہیں ائے لالا" افراح نے اب کے حمزہ کو مخاطب کیا تھا۔

آئزل اب اٹھ کر دور کھڑی مسکرا کر اپنی بیٹی کے دمکتے چہرے کو دیکھنے لگی تھی۔

" اب آگیا ہو نا اب میں اپنی بہن کا بدلہ خوب لوں گا۔ویسے شادی کر کے بدلہ لینے کا خیال برا نہیں ہے۔وعدہ تم شادی کے بعد اس بندر سے جیسے چاہے بدلہ لینا ہم سب تمہارا ہی ساتھ دیں گے۔" حمزہ بہن کے سر پر ہاتھ رکھتے بولا تو افراح آنسوئں صاف کرتے بولی تھی۔

"""ٹھیک ہے پھر میری کچھ شرائط ہو گی وہ اسے ماننا ہو نگی اس کے بعد ہاں کرو نگی
افراح کے چہرے پر پر اثرار مسکراہٹ تھی۔
احمر تو بس چہرے پر بڑی سی مسکراہٹ سجائے اپنی چڑیل کو گھورنے جا رہا تھا۔
جیسے بہت یہ بہت ثواب کا کام ہو۔

ٹھیک ہے بتاؤ تمہاری کونسی سی شرائط ہیں۔میں سب مانوں گا۔"احمر اپنے بتس "کے بتس دانت دیکھا کر بولا تھا۔

لالا اسے کہے زیادہ کولگیٹ کی ایڈ دیکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔یہ شرائط "میں نکاح والے دن بتاؤ گی۔"افراح ناک چڑھا کر بولی تو سب مسکرا دیے تھے۔

آخر بہار نے دوبارا اسے دستک دی تھی۔ہر شخص خوش باش تھا۔

@@@@@@@@

فیصل آباد میں سب کو اطلاع ہوئی تو ہر طرف رونق ہی رونق ہو گئی تھی۔وہاں سے سب نے یہاں انے کا پلین بنایا تو بی جان نے لگے ہاتھوں کب سے لٹکتی افراح اور احمر کی شادی کا اعلان بھی کر دیا تاکہ خوشی کے موقع کی رونق دو بالا ہو جائے۔

رات گئے تک محفل سجی رہی تھی۔رات گئے حمزہ (جو ویل چیئر پر بیٹھنے سے دو دن میں ہی تنگ آ کر اسے نیچے ہی چھوڑ کر) اپنی سوئی ہوئی بیٹی کو کمرے سے

ملحقہ کمرہ میں لیٹا کر اپنے کمرہ میں آیا تو ڈریسنگ روم سے کپڑے چینج کر کے نکلتی آئزل کو دیکھ مسکرایا تھا۔

میں نے آپکے ارام دہ کپڑے نکال دیے ہیں۔ چینج کر لیں۔ "آئزل آئینہ کے " سامنے کھڑی ہوتی بال سنوارنے لگی تھی۔

حمزہ بے خودی سے کئی سانیہ آئزل کو دیکھتا رہا تھا۔

ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟ "آئزل نے آئینہ میں نظر آتے حمزہ کے عکس کو دیکھتے " پوچھا تھا

کتنا عرصہ بیت گیا بیگم میں نے تمہیں دل بھر کر نہیں دیکھا۔ آج دل کر رہا کہ " بس تم یونہی میرے قریب رہو اور میں تمہیں دیکھتا ہی رہوں۔ "حمزہ آئزل کے

قریب آیا تھا۔ آئزل کے بالوں کی خوشبوؤں سینے میں اتارتے وہ بہت پر سکون سہ دیکھائی دیا تھا۔

آئزل کے ہاتھ اٹھا کر اپنے پیچھے کھڑے حمزہ کے چہرے پر رکھا تھا اور یونہی کھڑے کھڑے وہ آنکھیں بند کرتی حمزہ کے احساس کو محسوس کرتے بولی تھی۔

"حمزہ ایک وقت تھا جب میں نے آپ کے قرب کو جھٹکا تھا اور پھر میں ایک ایسا وقت بھی دیکھا ہے جب میں تڑپتی تھی کہ کاش آپ آٹھ کر ایک دفع بیگم ہی کہہ دیں۔"

آئزل کا لفظ لفظ اس کے عشق کی داستان سنا رہا تھا۔ آئزل کے انتظار پر حمزہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ آئزل کا رخ اپنی طرف کرتے اس نے آئزل کی آنکھوں کو شدت سے چھوا تھا۔

میں نے ان آنکھوں کو بہت تڑپتا یا ہے ناں؟" حمزہ آئزل کے ماتھے سے ماتھا" ٹکائے کھڑا ہو گیا تھا۔

سچ کہوں تو ہاں بہت تڑپایا ہے۔"آئزل نے آنکھیں کھولتے اپنے قریب" کھڑے حمزہ کو دیکھا تھا۔ پھر اس کے گردن کے گرد بازو رکھتے وہ حمزہ کے لبوں پر جھکی تھی۔ سالوں کی شدت ان پر نکالتے وہ آخر میں مسکرائی تھی۔" مگر اس میں ان کا قصور نہ تھا کہ وہ بند رہی یہ تو قسمت کا فیصلہ تھا۔ میں خوش ہوں کہ وہ زیادہ عرصہ مجھ سے دور نہیں رہی اور جلدی ہی میرے قریب آگئی" آئزل نے اب کہ حمزہ کی آنکھوں کو چھوا تھا۔

آئزل کا بڑھتا ہر ایک قدم آئزل کی دیوانگی کو ظاہر کر رہا تھا۔
حمزہ تو بے یقینی سے اپنی شہزادی کی محبت کو دل میں اتار رہا تھا۔

شہزادہ نے کب سوچا تھا کہ کبھی اسے یوں بھی محبت ملے گی۔ وہ تو ہمیشہ ایک نظر کرم کے لیے تڑپتا آیا تھا۔ مگر آج کی یہ کرم نوازی اس پر ظاہر کر گئی تھی کہ گزا وقت جو قسمت درمیان میں لائی تھی وہ برا ثابت نہیں ہوا تھا۔ بلکہ ان کی محبت کو پختہ کر گیا تھا۔

شاید آئزل پہلے اس سے اتنی گہری محبت نہ کر پاتی جتنی وہ اب کرتی تھی۔

رات دھیرے دھیرے بیت رہی تھی اور شہزادہ اور شہزادی ایک دوسرے کی قربت میں مہکتے سالوں کی تشنگی مٹا رہے تھے۔

@@@@@@@

"سنو یہ ساری کی ساری آسکریم تمہاری ہو سکتی ہیں پرنیاں مگر اس کے لیے تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔" احمر ہاتھ میں پکڑی آئسکریم پرنیاں کی آنکھوں کے آگے لہرا کر بولا تھا۔

بولیں احمر بڑی مجھے کیا کرنا ہو گا۔"زرق برق فراق میں ماتھے پر چھوٹی سی بندیا" لگائے پرنیاں سچ میں پری ہی لگ رہی تھی۔جس کی آنکھیں احمر کے ہاتھ کی حرکت کے ساتھ ساتھ گھوم رہی تھی۔

گھوم تو اس ٹڈے انس کی بھی تھی جو پرنیاں کے ساتھ کھڑا کرتا شلوار پہنے منہ میں انگوٹھا دبائے کھڑا تھا۔

میں تمہاری افراح چچی سے ملنا چاہتا ہوں۔اس لیے اسے چھت پر لے کر آو۔" میں جانتا ہوں یہ کام تم باخوبی کر سکتی ہو۔"مہندی کے ڈریس میں لش پش احمر خود بھی خوب چہک رہا تھا۔

چچی؟ وہ تو میری دوست ہیں احمر چاچو پھر آپ انہیں چچی کیوں کہہ رہے ہیں؟""

پرنیاں نے احمر کی بات اچک کر حیرت سے پوچھا تھا۔

اف و میری اماں بھال گئی کچھ دیر پہلے ہمارا نکاح ہوا ہے۔۔۔ نکاح۔۔۔اپکی ماما " نے بتایا تھا ناں کہ نکاح ہوتے ہیں۔ہم سز بنڈ وائف ہو جاتے ہیں۔تو اس حساب سے میں تمہارا چاچو اور وہ میری وائف تمہاری چچی ہوئی ناں۔"احمر نے اس چھوٹی پڑیا کو سمجھایا تھا۔

ہممم صحیح "پرنیاں نے سمجھنے انداز میں سر ہلایا تھا۔"

اب اگر تمہاری انکوائری ہو گئی ہو تو اب جاؤ مہرانی صاحبہ اس ناچیز کا کام بھی " کر دو۔ "احمر نے دانت پستہ کہا تھا۔

یہ چھوٹا پیکٹ اس کا ٹائم ضائع کر رہا تھا۔

پہلے آئسکریم دے پھر کام کروں گی۔ وہ کیا ہے ناں اس دن بابا سعد چاچو سے " کہہ رہے تھے کہ آج کل ٹھگنے والے بہت لوگ ہو گئے ہیں۔ اس لیے پہلے اپنا معاوضہ لو پھر کام کرو۔ اس لیے اب میں بھی پہلے معاوضہ لیا کروں گی۔ پھر کام کروں گی۔ "پرنیاں کی بات پر احمر کی آنکھ کھلی کی کھلی رہ گئی تھی۔

یہ بزنس مین کی اولاد تو اس سے بھی بڑھ کر بزنس وومین بننے والی تھی۔

یہ لے اماں اب جا جا کر کام کر اور سن اگر کام نہ ہوا تو یہ اسکریم واپس لے لوں " گا۔ "احمر نے دھمکی لگائی تھی۔

دو منٹوں میں وہ چنٹو منٹو غائب ہوئے تھے۔

احمر نے لمبی انگڑائی لے کر سانس بھری تھی۔ چہرے پر سو والٹ کا بلب چل رہا تھا۔

جلتا بھی کیوں ناں آخر سالوں بعد مراد بھرائی تھی۔

اس کی بندریا بل آخر اس کی آفیشل بندریا ہو گی تھی۔

آغا مینشن آج دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ سب لوگ بہت خوش دیکھائی دے رہے تھے۔ فاروقی ویلہ سے بھی سب لوگ یہاں آئے ہوئے تھے۔ مہندی کے فنکشن کے ختم ہونے کے بعد بھی اس وقت لاونج میں محفل جمی ہوئی تھی۔

قہقہہ، ہنسی، مسکراہٹیں ہر طرف بکھری ہوئی تھی۔

اف مجھ سے تو انتظار نہیں ہو رہا۔ دیکھتا ہوں میرے ڈاکیے ٹھیک کام کر رہے ہیں کہ نہیں؟" بے صبرے سے جب انتظار نہ ہوا تو پر نیاں لوگوں کو دیکھنے کے لیے ان کے پیچھے گیا تھا۔

مگر یہ کیا سیڑھیوں سے اترتے اچانک کانوں میں پڑتی پرنیاں کی آواز پر بچارے کو ہارٹ اٹیک ہونے لگا تھا۔

"بابا احمر چاچو اوپر چھت پر کھڑے کہہ رہے ہیں کہ اپنی افراح چاچی کو اوپر لے کر آؤ۔ مجھے ملاقات کرنی ہے۔ کیا میں چاچی کو اوپر لے جاؤ؟" لاونج میں بیٹھے باپ کے سامنے کھڑی وہ آفت کی پڑیا اپنے پھٹے اسپیکر کے ساتھ بولتی انکھیں مٹکا مٹکا کر پوچھ رہی تھی۔

لاونج میں ایک دم خاموشی چھائی تھی۔ پھر ایک دم بڑوں کا قہقہ گونجا تھا۔

جبکہ سعد سنجیدہ سہ چہرہ بنائے بولا تھا۔

"پرنیاں بچے یہ گندے بچوں والے کام ہیں۔ تم ہرگز افراح کو نہیں لے کر جاؤ گی۔ تمہارے چچچا چو صاحب کی ملاقاتوں کا شوق تو میں نکالتا ہوں۔ تم نے

آئیندہ اس کی کوئی بات نہیں سننی" سعد نے بات پر پلر پیچھے چھپا احمر باہر نکلتے بولا تھا۔

"ہاں ہاں اپنی دفعہ تو ساری ملاقاتیں شاتیں مار لی اور مجھ بچارے نے جو اگر غلط ڈاکیوں کا انتخاب کر کے اپنی بیوی سے ملاقات کا کہہ دیا تو تمہارے مڑوڑ کیوں اٹھ رہے ہیں۔ بھول مت میری شرعی بیوی ہے۔" احمر کی بات پر سب لوگ یک دم خاموش ہوتے اسے گھورنے لگے تھے۔

"اب ایسے دیکھ کر ڈرائیں مت میں نہیں ڈرنا والا" احمر اپنے ڈر پر قابو پاتے شوخا ہوا تھا۔

اور یہ آیا ہوا میں اڑتا ہوا چپل جو اس کی کمر میں لگا تھا۔

"بے ہودہ انسان پہلے تو تمہیں شادی نہیں کرنی تھی۔ شکر کرو کہ میں شادی پر مان گئی اور یہ شادی ہو گئی اور اب تمہیں ملاقاتیں یاد آرہی ہیں۔ تم سے ملاقات

کرتی ہے میری جوتی۔۔۔بھولو مت نکاح میں شرط ہے کہ ساری عمر تم میری ہاں میں ہاں ملاؤ گے اب میری اجازتِ کے بغیر یہ کیا میری عزت کا کچرا بنوا رہے ہو۔زیادہ تنگ کیا تو طلاق دے دوں گی۔یاد ہے ناں طلاق کا حق بھی میرے پاس ہے۔"افراح کی تڑخ آواز پر احمر چھوی موئ کی طرح نرم پڑا تھا۔

"وہ ہہ۔۔۔وہہ میں تو بیوی یار بس ایسے ہی کہہ رہا تھا۔اگر تم نہیں ملاقات چاہتی تو کوئ بات نہیں ہم کل کرلیں گے۔آخر کل رخصت ہو کر تم نے میرے پاس آہی جانا ہے۔"احمر منمنایا تھا۔

تو افراح ہمم کہہ کر چلی گئ تھی۔

لاونج میں سب کے قہقہ گونجے تھے۔احمر سر پکڑ کر سیڑھیوں میں ہی بیٹھیا گیا۔

ان کا کچھ نہیں بن سکتا تھا۔ساری عمر یونہی کتے خانی چلنی تھی۔

اسکریم کھاتی پرنیاں احمر کی حالت پر کھلکھلا رہی تھی۔افت کی پڑیا تھی وہ بڑے ہو کر یقیناً سب کی ناک میں دم کرنے والی تھی۔

@@@@@@

اج آپ بہت حسین لگ رہی تھی بیگم "حمزہ آئزل کی کمر میں ہاتھ ڈالتے" مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

شکریہ جناب اپٹ بھی بہت پیارے لگ رہے تھے۔"آئزل کے چہرے پر" آسودہ سی مسکراہٹ تھی۔

دل خوش ہو تو ارد گرد کی ہر چیز بھی خوش نما دیکھائی دیتی ہے۔

یہ تو اب آپ ادلے کا بدلے اتار رہی ہیں۔"حمزہ مصنوعی ناراضگی سے بولا تو" ائزل کھلکھلائی تھی۔

پھر ایک ادا سے بال کندھے سے ہٹاتے بولی تھی۔

" ٹھیک ہے ایسے تو پھر ایسے ہی سمجھ لیجئے گا۔"

آئزل ایک منٹ، میں ابھی آتا ہوں۔"حمزہ کچھ سوچ کر اندر کمرے کی جانب" بڑھا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ واپس بالکونی میں آئزل کے پاس آتے بولا تھا۔

بیگم ان دونوں فائلوں میں تمہارے لیے سرپرائز ہے۔اس لیے جس کو چاہو" پہلے کھول لو۔"حمزہ کی بات پر آئزل نے مسکراتی نظروں سے فائل کو دیکھتے پہلے پیلے کور والی فائل کھولی تھی۔

جس میں رکھے پیپرز کو پڑھتے آئزل کی آنکھیں ڈبڈبائی تھی۔

حمزہ یہ۔۔۔"ائزل کو الفاظ کی قلت شدت سے محسوس ہوئی تھی۔"

ہاں بیگم یہ سچ ہے اب پرنیاں کو ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔وہ لیگلی بھی اب " ہماری بیٹی ہے۔حمزہ اور آئزل کی بیٹی، حمزہ اور آئزل کی شہزادی"حمزہ کی آنکھیں بھی خوشی سے نم تھی۔آئزل کے جزبات وہ بہت اچھے سے سمجھ سکتا تھا۔

تھینکیو حمزہ..."آئزل کو حمزہ نے روکنا چاہا تھا۔مگر آئزل اپنی بات جاری" رکھتے بولی تھی۔"نہیں حمزہ آج مجھے کہہ لیں دیں تھینکیو سوچ حمزہ میری زندگی میں آنے کے لیے، مجھ سے محبت کرنے کے لیے پرنیاں کو باپ سے بڑھ کر محبت دینے کے لیے،

جانتے ہیں ایک وقت تھا جب میں سوچتی تھی کہ آخر مجھ سے میری محبت کیوں چھینی گئیی۔ کیوں مجھے وہ نہیں ملا جو میں چاہا۔۔۔تب حدیث قدسی میری نظروں کے سامنے سے گزری تھی جس مفہوم کچھ یوں ہے۔

اے ابن آدم ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت اگر تو سپرد کردے اسکے جو میری چاہت ہے تو تجھے وہ بھی مل جائے گا جو تیری چاہت ہے مگر اگر تو سرکشی کرے گا اس سے جو میری چاہت ہے۔ تو بس پھر وہی ہو گا جو میری چاہت ہے۔"

اس حدیث کا مفہوم مجھے بہت بعد میں سمجھ آیا کہ میں نے رب کی رضا پر راضی ہوتے اس کی چاہت کو قبول نہ کیا تھا اور سرکش ہو گی تھی۔ اس لیے مجھ سے میری چاہت چھین گئی تھی۔ پھر رب نے اپنی چاہت کا فیصلہ کیا اور یقین جانو کہ یہ فیصلہ بے شک ،الیقین بہترین تھا میرے لیے" آئزل کی آنکھیں چمک رہی تھی۔

"آئزل آخر رب کا کونسا فیصلہ تھا جس سے تم نے سر کشی کی تھی؟"حمزہ نے تھوڑا سہ الجھ کر پوچھا تھا۔

"احد کے پر وپوزل کے وقت ماما جانی نے پہلے مجھ سے آپکے متعلق پوچھا تھا۔ کیونکہ شاید وہ آپکی محبت سے بہت پہلے سے واقف تھی۔اور کہی نا کہی وہ خود بھی یہ چاہتی تھی۔ کئ دن انہوں نے مجھے اپکے لیے راضی ہونے پر زور دیا تھا۔ مگر میں نے اس وقت شدت سے انکار کر دیا۔ تو اکلوتی اولاد کے آگے وہ بے بس ہو گئی پھر وقت نے بتایا کہ ماما کا وہی فیصلہ میرے لیے درست تھا۔جو انہوں نے پہلے کیا تھا۔"آئزل کے انکشاف پر حمزہ کو حیرت ہوئی تھی۔

"لیکن مجھے تو لگتا تھا کہ خالی جانی نے پہلے کبھی مجھے تمہارے حوالے سے دیکھا ہی نہیں تھا۔ کیونکہ میں تو تب اسٹیبلیش نہیں تھا۔"ماضی کی جھریوں سے گزرتے حمزہ حیرت زدہ اور کہی پر خوش بھی تھا۔

کہ اسکی خالہ جانی نے بہت پہلے سے ہی اسے اپنی بیٹی کی قسمت کے لیے چننا چاہا تھا۔

"ایسا نہیں تھا۔۔۔۔ خیر وہ سب ماضی تھا۔ چھوڑیں اسے اور یہ دوسرا سرپرائز دیکھائیں" آئزل نے حمزہ کے ہاتھ سے دوسری فائل پکڑی تھی۔

فائل میں موجود عمرہ کی ٹکٹ دیکھ کر آئزل کی خوشی دیدنی ہوئی تھی۔

آئزل نے خوشی میں جھومتے حمزہ کے لبوں کو شدت سے چھوا تھا۔

" حمزہ تھینکیو میری یہ خواہش اتنی جلدی بھی پوری کرنے کے لیے"

"بس بیگم یہ تھینکیو وینکیو کی اب ہمارے رشتے میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ آج کے بعد یہ استعمال کیا تو۔۔۔۔" یہ کہتے ہی اب کی بار حمزہ نے ائزل کی سانسوں کو قید کیا تھا۔ "اس سے بھی سخت سزا ملے گی۔" حمزہ کی ثبوت سمیت دھمکی پر آئزل سرخ کندھاری انار ہوئی تھی۔

کہ اتنے میں پرنیاں وہاں وارد ہوتے بولی تھی۔

بابا کیا میں آج اپ دونوں کے ساتھ سو جاؤں؟"پرنیاں کی معصوم سی فرمائش"

وہ دونوں مسکرا دیے تھے۔

@@@@@@

اختتام